سرگزشت

لقا علیؔ حیدری

مولوی محمد لقاء علی حیدری اپنی آغوش میں
اپنے پارۂ جگر آغا اسلم حیدری کو لئے
ہوں ۔ پہلو میں نواب زادہ سید حسنین سلمہ
ناظم زادہ اودھ کھڑے ہیں ۔

تہدیہ

حضرت ثامن الائمہ مولائی و مولی الکونین علی ابن موسیٰ الرضا
علیہ الاف التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں بامید شرف قبولیت
خادم افتخاری حضرت امام عالیمقام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
جانب سے نذر حقیر پیش ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

بندہ عاصی۔ محمد نثار علی حیدری۔ بدایونی

ناشر

آغا اسلم حیدری

ملنے کا پتہ

۱۰۵۳۔ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی

مطبوعہ: مطبع سعیدی قرآن محل کراچی

محمد لقار علیؑ حیدری ابن مولوی حکیم محمد دلاور علی صاحب مرحوم

خلیلی، حمیدی، محمدی، سبزواری کی تبلیغی

سرگزشت

اپنے قلم سے

تمہید میرے اعزا و احباب کا ایک عرصہ سے اصرار تھا کہ میں اپنے تبلیغی حالات اور دینی خدمات کی تفصیل ضبط تحریر میں لاکر شائع کردوں مجھے اگر اپنے تبلیغی خدمات کے شائع کرنے کا شوق ہوتا تو پچاس سال کے عرصہ میں دنیا کے ہر گوشہ میں رائی کا پہاڑ بنا کر طبع کرا دیتا لیکن ایسا خیال بھی کبھی دماغ میں پیدا نہ ہوا۔ اب میرے تمام اعزا اور احباب نے اس حد تک اصرار کیا کہ میں باوجود اپنی گوناگوں کمزوریوں اور خرابی صحت کے اس کام کے واسطے آمادہ ہو گیا۔ میں اس سلسلہ میں اپنی پہلی تبلیغی خدمت سے ابتدا کروں گا جو سکلہ میں بمقام کربلائے معلےٰ انجام دی۔ لیکن اس سے قبل یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مجھے خدمت دین میں اور منبر اور پلیٹ فارم

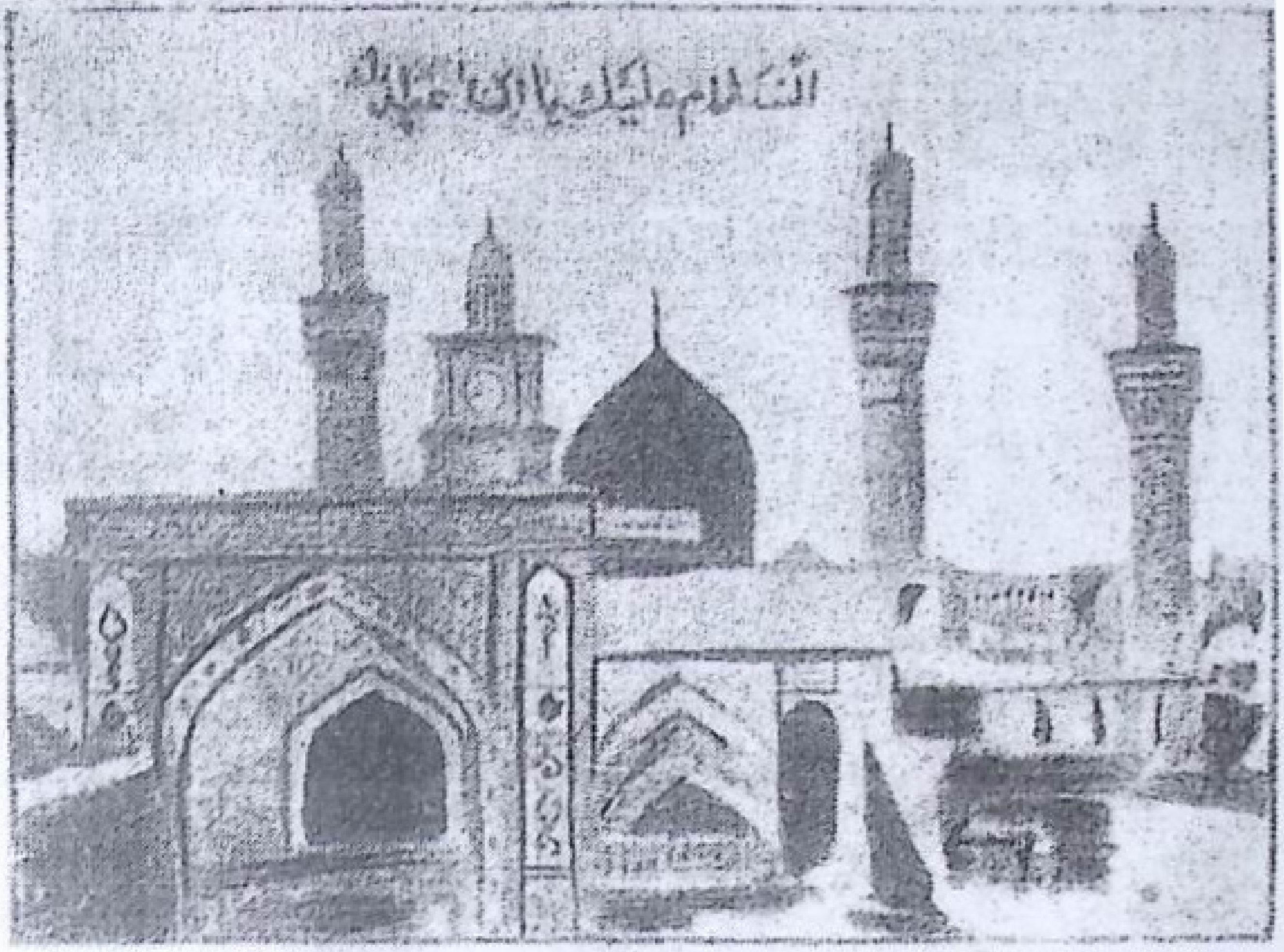

نقشہ کربلائے معلیٰ
مشہد حضرت ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام

آغا اسلم حیدری سلمہ ، ناشر کتاب ھذا

(پہلی قطار میں بیٹھے ہوئے دائیں سے بائیں) - نمبر ۳ منشی رعایت احمد نمبر ۴ مسٹر مصطفیٰ حیدر نمبر ۵ مولوی زوار حسین نمبر ۶ مولوی محمد حیدر نمبر ۷ مولوی علی اکبر حسین نمبر ۸ مولوی محمد لقاء علی حیدری نمبر ۹ آغا شیخ نصراللہ نہاوندی نمبر ۱۰ حکیم معظر حسین نمبر ۱۱ مولوی حکیم محمد ولاء علی نمبر ۱۲ حکیم فیاض احمد نمبر ۱۳ منشی نبی رضا نمبر ۱۴ مرزا عاشق حسین

(دوسری قطار میں دائیں سے بائیں) نمبر ۱۱ منشی علی افضل نمبر ۱۴ حکیم کاظم رضا نمبر ۱۶ منشی تجمل حسین نمبر ۱۸ مولوی علی ارشد حسین

بقیہ پشت پر -

پر تقریر کا شوق کب سے اور کیوں کر ہوا۔

۱۹۱۰ء لغایت ۱۹۱۲ء آغا شیخ نصراللہ نہاوندی أعلی اللہ مقامہ تقریباً دو سال میرے مہمان رہے۔ اور میں موصوف کی خدمت میں رہ کر ایک دینی خادم بن گیا۔

۱۹۱۳ء میں جبکہ زبدۃ الحکما نقہا الفقہا حضرت مولانا آقا سید محمد علی صاحب حکیم شوستری دزفولی مجتہد اعظم ایران طاب ثراہ میرے غریب خانہ پر چند ماہ مقیم رہے۔ موصوف نے میرے عم محترم جناب منشی عنایت احمد صاحب مرحوم کی فرمائش پر ان کے یہاں مجالس عشرہ محرم پڑھنا منظور کیا۔ حضرت علامہ زبان اُردو سے نابلد تھے اور حاضرین مجلس میں اکثریت ایسے حضرات کی ہوتی تھی جو زبان فارسی سے قطعی غیر مانوس تھے اس لئے ایک ترجمان کی ضرورت پیش آئی۔ مجھ سے علم و فضل و کمال میں بہتر حضرات بدایوں میں اس وقت موجود تھے لیکن "قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند" اور یہ خدمت میرے سپرد کی گئی۔

محرم الحرام ۱۳۳۲ھ سے قبل دو ایک تقریریں حضرت علامہ موصوف کی ہوئی تھیں اور جن بزرگواروں نے ترجمانی کی خدمت انجام دی وہ نہ خود جناب علامہ کو پسند آئی نہ اس سے حاضرین بزم کا اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے اور اپنی کم مائیگی سے مطلق بے خوف

ہو کر میں نے ارادہ کیا اور خداوند عالم کے رحم و کرم اور حضرات معصومین علیہم السلام کی توجہات خاصہ سے یہ خدمت اس درجہ مقبول ہوئی کہ خود جناب مقرر کو اعتراف تھا کہ میں نے ان کے کلام میں نہ تصرف کیا اور نہ کسی مطلب کو بیان کرنے میں کوتاہی کی۔ حضرات سامعین جن میں شیعہ و سنی حضرات سب شامل ہوا کرتے تھے انگشت حیرت بدندان رہ جاتے تھے جبکہ میں حضرت علامہ کے مسلسل ۱۰، ۱۵ منٹ کے بیان کو انہی کے الفاظ میں اور حد درجہ کے موثر پیرایہ میں پیش کرتا تھا۔ اس عشرہ کی چند مجالس یادگار ہوئیں بالخصوص ۸ محرم کی مجلس کہ مکان مجلس کے سامنے علموں کا جلوس گزر رہا تھا۔ جس میں مجمع ۲۰، ۲۵ ہزار سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اور چونکہ یہ تمام علم حضرات اہلسنت والجماعت ہی کی طرف سے اٹھائے جاتے تھے اس لئے جلوس کے ساتھ باجہ بھی بکثرت اور زوردار ہوتا تھا۔ جلوس علم محترم محرم کے مکان کے سامنے آیا۔ باجوں کا شور اور واحسینا کی صدائیں اس درجہ بلند تھیں کہ حضرت علامہ کی آواز اہل مجلس نہ سن سکتے تھے۔ ان جناب نے حضرت ابوالفضل العباسؑ کا علم لے کر جانا لشکر شام کا باجے بجانا کچھ اس طرح بیان کیا کہ مجمع کو سر و پا کا ہوش نہ رہا۔ اس درجہ گریہ ہوا کہ جلوس گزر گیا اور مجمع پر رقت طاری تھی۔ آغا صاحب و جناب مقرر خود اس درجہ گریاں ہوئے کہ غشی کی نوبت آ گئی اور مجھ پر گریہ اس طرح مستولی ہوا کہ

(تیسری قطار داہنے سے بائیں کرسیوں پر) نمبر ۱ مولوی محمد دولت علی نمبر ۳ منشی سعادت علی نمبر ۵ مولوی فداء حیدر نمبر ۶ مولوی محمد کریم عالم نمبر ۷ منشی سردار خان نمبر ۸ مولوی محمد قاسم علی نمبر ۹ الحاج مولوی قاضی علی امجد حسین نمبر ۱۰ مولوی حکیم محمد مظہر حسین نمبر ۱۱ مولوی حکیم محمد جعفر حسن نمبر ۱۲ الحاج مولانا جعفر حسن نمبر ۱۳ حکیم سکرم حسین نمبر ۱۴ حکیم منقادالرضا نمبر ۱۵ قاضی رضاء عباس نمبر ۱۶ حکیم نذر احمد نمبر ۱۷ منشی لقاء عباس نمبر ۱۸ بخشی قاسم علی نمبر ۲۱ قاضی معصوم حسین نمبر ۲۲ سید مبارک علی نمبر ۲۳ منشی محفوظ حسین نمبر ۲۴ مولوی ابو جعفر نمبر ۲۵ مولوی اسمعیل الرضا ابو ذر .

(چوتھی قطار کھڑے ہوئے داہنے سے بائیں) - نمبر کی پشت پر (۱) مولوی محمد اکرم عالم نمبر ۱۳ کی پشت پر (۲) منشی ضیاء محمد نمبر ۱۴ کی پشت پر (۳) منشی غلام رضا نمبر ۱۵ کی پشت پر (۴) مولوی افضال احمد ۲۲ کی پشت پر مولوان چواد علی (۵)

سب سے آخر قطار کھڑے ہوئے داہنے سے بائیں نمبر ۱ منشی انوار حسین نمبر ۲ منشی عطا علی نمبر ۷ منشی غلام حسین باقی حضرات کے نام یاد نہیں اس لئے درج نہیں کئے گئے

اس وقت جبکہ اس مجلس کو پچاس سال کا عرصہ ہوا ہے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور میں ضبط نہیں کر سکتا۔

الحمد للہ۔ اب جب تک جناب علامہ جن کو آغا صاحب کے لفظ سے آئندہ یاد کیا جائے گا بدایوں میں رہے میں ہی ان کا ترجمان بنا اور میرے ہی غریب خانہ کو ان کی قیام سے عزت حاصل ہوئی۔ دن رات آنے والوں کی اس درجہ کثرت رہتی تھی کہ صرف چاء میں تقریباً ۲ سیر شکر روزانہ صرف ہو جاتی تھی اور جناب آغا صاحب کے مصاحبین خاص میں اہلسنت حضرات میں سے منجملہ دیگر حضرات کے خاص طور پر حافظ ظہور احمد صاحب نحوی مرحوم، حاجی عطا محمد صاحب عطا مرحوم اور منشی احمد حسن صاحب مرحوم تھے آخر الذکر کو جناب آغا صاحب نے اپنے خطوط میں چند بار "سلام بہ دیو سفید ما برسانید" لکھا تھا۔ منشی احمد حسن صاحب مرحوم کو اہل محلہ چوک کا دیو کہتے تھے اور ان کی سفید داڑھی کی بنا پر جناب آغا صاحب نے 'دیو سفید ما' کہہ کر ان کی عزت افزائی فرمائی اور وہ اس لقب سے بے حد خوش ہوتے تھے کبھی بددلی یا نارضامندی کا اظہار نہ فرمایا۔ جناب آغا صاحب مرحوم بدایوں سے آگرہ گئے وہاں سے جناب مسیح الملک حکیم اجمل خاں صاحب مرحوم نے ان کو اپنی طبیہ کانفرنس دہلی میں شرکت کی دعوت بھیجی تھی تشریف لے گئے اور علم طب پر ایک ایسا خطبہ ارشاد فرمایا جس کو اطباء دہلی نے نادر۔ برمحل

اور علو درجہ کا مؤثر تسلیم کیا۔ جناب مسیح الملک مرحوم نے آغا صاحب قبلہ کو ایک
خلعت اور سات سو روپیہ بطور زادِ راہ نذر کیا۔ جناب آغا صاحب کو ایک
سند عطا کی جس میں لکھا تھا کہ ایسا عالم علم طلب نظر سے نہیں گزرا۔

جناب آغا صاحب کو امید تھی۔ کہ وہ ایران پہونچ کر اپنے ماموں صاحب
مرحوم کی جگہ وزیر صحت مقرر ہو جائیں گے لیکن حیف ہے کہ "ان قدح بشکست
وآن ساقی نہ ماند" ان کے ماموں صاحب کا انتقال ہوگیا۔ اور اس کے فوراً
ہی بعد حضرت آقای سید محمد علی حکیم اعلی اللہ مقامہ جو مجتہد فن طب تھے نیز ساتھ
مجتہد فقہ جعفری بھی تھے جنت آرام ہوگئے۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے
والے میں۔

[illegible]ء میں مجھے کربلائے معلی جانا نصیب ہوا۔ برسات کا موسم تھا۔
"بارپٹیہ" نامی جہاز پر بمبئی سے سوار ہو کر بصرہ پہونچا۔ کراچی اور بصرہ میں
قرنطینہ تھا لیکن مجھے کوئی زحمت نہ ہوئی۔ اب میں بصرہ سے بغداد جانے کے
لئے ایک میٹھے پانی کے جہاز پر سوار ہوا۔ عرشہ پر میں تنہا تھا۔ جہاز ابھی روانہ
نہ ہوا تھا کہ دو مسافر اور آئے جن کو میں انگریز سمجھا لیکن جب انہوں نے فارسی
زبان میں آپس میں گفتگو شروع کی تو میں نے خیال کیا کہ شاید یہ ایرانی ہیں۔
جہاز روانہ ہوا۔ ان دو حضرات میں سے ایک کا نام سید علی نقی بہبہانی اور
دوسرے کا نام مرزا احمد اصفہانی تھا۔ یہ دونوں حضرات بقصد زیارت رنگون

سے آرہے تھے۔ اور اصل میں ان کا کاروبار تجارت مانڈلے میں تھا۔
الحمدللہ کہ ان کے ساتھ بے حد آرام سے سفر طے ہوا۔ کھانے پینے کی کوئی دقت نہ ہوئی۔ جہاز کا کپتان اس درجہ مانوس ہوگیا تھا کہ دونوں وقت ہمارے واسطے عمدہ قسم کا سالن کافی مقدار میں بھیجتا تھا اور روٹی ہم نے بصرہ سے اس قدر خرید لی تھی کہ وہ بغداد پہونچنے تک ختم نہ ہوئی۔ بصرہ کی ۱۶ روٹیاں آئی تھیں اور خشک ہونے پر بھی ان میں وہ مزہ تھا جو آج تک یاد ہے۔ ایسی عمدہ روٹی تنوری ہم نے کبھی نہیں کھائی۔

بغداد سے ہم ریل میں کربلائے معلیٰ پہونچے۔ خدام عراق راستہ سے ہی آنے والوں کا پتہ لگا لیتے ہیں اور باقاعدہ کنویسنگ کی جاتی ہے۔ حاجی مرزا علی مرحوم دلیل الزائرین ہند نے آقا سید ناصر نصراللہ کا پتہ بتایا۔ اور ان کے اخلاق کی بہت تعریف کی۔ غالباً ان کو تار بھی دے دیا تھا۔ کیونکہ جس وقت ہم ریل سے اترے سید ناصر صاحب مرحوم کے آدمی موجود تھے وہ ہمارا اسباب لے کر ہم کو "تاج محل" میں لائے۔ یہ ایک مکان تھا جس میں زائرین کے قیام کا انتظام ہوا کرتا تھا۔ اور ایسے اور بھی چند مکانات تھے۔ غسل کرکے لباس تبدیل کیا اور ہم حرم مطہر میں گئے۔ سید ناصر صاحب ہمراہ تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر اور آداب زیارت بجا لا کر جب ہم باہر آئے تو سید نثار حسین صاحب عرف سید آغا مرحوم سے ملاقات ہوئی جو صدر العلماء

سید غلام حسین صاحب حیدرآبادی مرحوم کے فرزند تھے۔ مجھے بتایا گیا کہ جناب صدر العلماء نے ایک کتاب عراق میں ہر جگہ علماء اسلام کے پاس بھیجی ہے جو ۴۰ کس معززین حیدرآباد کی طرف سے شائع ہوئی ہے۔ (ان میں سے اصل موجد اس تحریک کے ڈاکٹر سید محمود علی صاحب مرحوم تھے جو متعدد بار مجھ سے بحث کرنے کے بعد حیدرآباد دکن میں اپنے عقیدے سے تائب ہوئے۔ چار حضرات اور تھے جو حیدرآباد میں ۱۹۶۲ء میں تائب ہوئے اور باقی حضرات میں سے بعض نے تو انکار کیا کہ ہم نے نہیں چھپوایا ہے اور بعض حد درجہ ضدی تھے اور اپنے عقیدے پر ایسے قائم تھے کہ مارنے مرنے کو آمادہ نظر آتے تھے۔ ۱۹۶۲ء میں جب میں حیدرآباد دکن گیا تو ان حضرات سے ملاقات کا موقع ملا۔) جو لوگ وہاں اس وقت موجود تھے انھوں نے کہا آپ ہی ہیں جنہوں نے کتاب ”اثبات النبوة والرسالة فی النبی والسلالة“ چھاپی ہے اور آپ کے والد کا یہی عقیدہ ہے اور وہ اس عقیدے کی تبلیغ ہند و افریقہ میں کرتے ہیں اور ہزاروں اشخاص کو اپنا ہم خیال بنا لیا ہے۔

میں نے بعد سلام علیک و احوال پرسی کے موضوع کتاب پر گفتگو کی، دیر تک سلسلہ جاری رہا۔ جب ان کو اندیشہ ہوا کہ وہ ہار گئے کہنے لگے میرا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ میں نے کہا لکھ دیجیے کہنے لگے لکھوں گا نہیں مغرب کا وقت ہو گیا۔ وہ چلے گئے اور میں بھی نماز جماعت میں آقا شیخ حسین حلی اللہ

سرکار شریعت مدار حجۃالاسلام صدر المحققین ناصرالملۃ
والدین مولانا آقا سید ناصر حسین اعلی اللہ مقامہ
صاحب عبقات الانوار

مقامہ ابن آقا شیخ زین العابدین اعلی اللہ مقامہ کے شریک ہوا۔ اسی جگہ مدراس کے دو "دھرم سناتن" خواصوں نے اعلان کرادیا کہ کل صبح خانہ تاج محل میں مجلس ہوگی اور جناب حیدری صاحب کتاب اثبات النبوۃ... کی رد فرمائیں گے۔

دوسرے دن مقررہ وقت سے قبل ہی سارا مکان بھر گیا۔ کئی سو آدمی جمع ہوگئے۔ میں نے تقریر کی اور خداوند عالم کے فضل وکرم سے بے حد مقبول ہوئی حضرات علماء اسلام نے منبر سے گود میں اتارا، پیشانی پر بوسہ دیا اور بے حد ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ آقای اصفہانی جو حضرت ابوالفضلؑ کے باب قبلہ کے قریب رہتے تھے فرمانے لگے "تمہارے مثل اور بھی عالم ہندوستان میں ہیں" میں نے عرض کیا کہ میں تو طالب العلم ہوں عالم نہیں ہوں۔ آپ کی محبت کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

علماء لکھنؤ میں جو حضرات اس وقت وہاں مقیم تھے وہ بجید مانوس ہوئے۔ (۱) حضرت شمس العلماء مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ آل غفران مآب (۲) علامہ ہندی مولانا سید احمد صاحب قبلہ مقیم خیریہ اردو (۳) جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب عرف مولانا منن صاحب قبلہ (۴) جناب مفتی محمد علی صاحب قبلہ (۵) جناب مفتی احمد علی صاحب قبلہ (۶) جناب سرکار نصیر الملۃ صاحب قبلہ عبقاتی (۷) جناب آقای سید کلب مہدی صاحب قبلہ

نصیرآبادی۔ ان حضرات کے علاوہ (۸) حضرت علامہ سید سبط نبی صاحب قبلہ مرحوم (۹) جناب یوسف الملت مولانا سید یوسف حسین صاحب قبلہ مرحوم ہوئی۔ ان حضرات میں سے صرف حضرت نصیر الملت اور مفتی احمد علی صاحب دام ظلہ العالی اس وقت لکھنؤ میں تشریف رکھتے ہیں۔ باقی سب حضرات جنت آرام ہو گئے۔ خداوند عالم ان تمام حضرات کو اعلیٰ علیین میں بہترین مدارج کرامت فرمائے حضرات متذکرہ بالا کے علاوہ جناب سید باقر علی صاحب جائسی جناب مرزا امداد علی بیگ صاحب برادر نواب نصیر الممالک سفیر ایران مقیم کلکتہ! امداد نتھے نواب صاحب مرحوم بے حد مہربان تھے۔ ذمرزا امداد علی بیگ صاحب کی اہلیہ اور صاحبزادی بھی ہمراہ تھیں اور ان محترم ہستیوں نے میرے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو میری حقیقی بہن اور بیٹی کرتی۔ افسوس یہ سب حضرات بھی راہی فردوس بریں ہوئے۔ واپسی عراق کے بعد جب کبھی میں کلکتہ گیا مرزا امداد علی بیگ صاحب نے میری بہ اصرار دعوت کی اور میری بہن اور بیٹی نے کمال خلوص اور محبت کا اظہار کیا۔

چند ماہ کے قیام کے بعد ایک اور محترم بزرگ سے ملاقات ہوئی جو واقعی تعلیم حضرات معصومین کا بہترین نمونہ تھے۔ یہ نواب سید سکندر مرزا صاحب بہادر دہلوی ابن جنت مکان نواب سید سلطان مرزا صاحب تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ ابھی ۱۰ اپریل ۱۹۶۱ء کو موصوف کے دیدار سے آنکھوں میں نور اور دل میں سرور

شفاءالملک جناب حکیم سید فضل علی
صاحب عرف میر صاحب لکھنوی۔

جلالتمآب عالی بے نظیر خان بہادر نواب
شیخ احمد حسین صاحب مذاق تعلقہ دار
پریانواں۔ او۔ بی۔ ای۔

پیدا ہوا۔)

متعدد مجلسوں میں جناب صدر العلما کی کتاب کی رد کی اور حضرات علماء اعلام نے بیحد ہمت افزائی کی۔

ایک روز مجھے نواب صاحب لکھنوی مرحوم کے ہمراہ میں صدر العلما کی مجلس میں گیا۔ اس دن سے قبل ان کا دیدار نصیب نہیں ہوا تھا۔ بہت بڑا عمامہ سر پہ رکھتے تھے جس کو لوگوں نے "قفہ" کہنا شروع کر دیا تھا۔ (یہ ایک قسم کی گول کشتی ہوتی جس کو صرف ایک آدمی چلاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ دو آدمی اور بٹھا لیتا ہے۔ اسباب کی گنجائش نہیں ہوتی اور دریا کے کنارے یہ کشتیاں گشت کرتی رہتی ہیں۔)

جناب کرسی پر بیٹھے ہوئے تقریر فرما رہے تھے۔ غالباً میرے آنے اور میرے بیانات کی اطلاع حضرت کو ہو چکی تھی فوراً تقریر کا رخ بدل کر فرمانے لگے "یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کا غلام بتاتے ہیں۔ اور غلام حسینؑ کی توہین کرتے ہیں۔"

میں بھلا کہاں رکنے والا تھا فوراً کھڑا ہو گیا اور کہا "جناب والا اگر کوئی شخص انگریزی حکومت کے افسر اعلیٰ کا لباس پہنے ہو اور دراصل حکومت کا باغی اور مخالف ہو تو ہر وفادار رعیت کا فرض ہے کہ اطلاع پانے پر لوگوں کو اس کے حال سے مطلع کرے اور اگر ہو سکے تو اس کا لباس

پارہ پارہ کرکے بتائیے کہ اس نمائشی لباس کے اندر وہ لباس زیب تن ہے جو حکومت کے مخالفین کا ہوتا ہے۔"

اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ مجلس ختم ہوئی۔ روئے بہت تھے۔ اور مجلس میں بھی خوب گریہ ہوا۔ پھر ایک کمرہ میں تشریف لے گئے جو اسی مکان میں تھا۔ میں اور نتھے نواب دونوں پہونچے۔ دس بجے دن سے تین بجے تک برابر بحث کا سلسلہ جاری رہا۔ عاجز آ کر کہنے لگے میرا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ علما سے فتویٰ طلب کیا ہے۔ میں نے کہا تو آپ مجھے تحریر دیں کہ آپ کا یہ عقیدہ نہیں ہے پھر میں آپ سے دست بستہ معافی طلب کروں گا۔ کہنے لگے تحریر نہیں دوں گا۔

میں اپنے قیام گاہ پر واپس آیا۔ علمائے اعلام کو مطلع کیا۔ یہ طے ہوا کہ حضرت کو جناب ابوالفضل العباسؑ کے صحن میں بلایا جائے لیکن پہلے ان سے جواب تحریری طلب کیا جائے۔ میرے نام سے تحریر لکھی گئی۔ اور جواب ملا۔ "تحریر میں تطویل ہے۔ تقریر میں تسہیل ہے۔" ہماری دوسری تجویز کو منظور کیا کہ صحن مقدس حضرت ابوالفضلؑ میں بعد نماز مغرب شب جمعہ کو تشریف لائیں گے۔ بارہ بجے رات تک انتظار کیا گیا لیکن وہ نہ آج آئے نہ کل مجبوراً میں نے ایک استفتا حضرات علمائے اعلام سے کیا جو حسب ذیل ہے۔

باسمہ سبحانہٗ

اعتقاد داشتن بہ نبوت و رسالت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کہ در خصوص آں ایں رسالہ مسمےٰ بہ "اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی والسلالۃ" کہ آنرا ملاحظہ فرمودید نوشتہ شدہ است۔ وہم چنیں اعتقاد بہ نبوت و رسالت مرزا (غلام) احمد قادیانی یا سید محمد جونپوری یا شیخ احمد احسائی کہ اشارہ باں دریں رسالہ کردہ است۔ وہم چنیں اعتقاد بتفویض کردن باری عز اسمہٗ خلق و رزق را بحضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ کہ در صفحہ ۵۹ دریں رسالہ جزم باں کردہ است چہ طور است۔ آیا موجب کفر معتقد ایں مطالب کافر ہست یا نہ۔ بینوا توجروا

الاحقر محمد لعار علی حیدری عفی عنہ

ترجمہ:۔ نبوت و رسالت ائمہ اثنا عشر علیہم السلام پر اعتقاد رکھنا جس کے بارے میں "رسالہ اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی والسلالۃ" خاص کر لکھا گیا اور جس کو حضور والا نے ملاحظہ بھی فرمالیا ہے۔ اور اسی طرح نبوت و رسالت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یا سید محمد صاحب جونپوری یا شیخ احمد صاحب احسائی پر اعتقاد رکھنا جس کی طرف اس رسالہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ نیز جناب احدیت کا خلق کرنے اور رزق عطا کرنے کا کام حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے سپرد فرما دینا جس کا اس رسالہ کے صفحہ ۵۹ میں بیان کیا گیا ہے

کیا ہے۔ آیا موجب کفر اور ان عقائد کا شخص کافر ہے یا نہیں۔

بینوا توجروا۔ الاحقر

محمد لقار علی حیدری

پنجم ذی قعدہ ۱۳۳۲ھ

(۱) نقل تحریر آقای شیخ علی الخراسانی الکنا آبادی نجف اشرف عراق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ رسالہ مسماۃ باثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی والسلالۃ از کتب ضلال و مشتمل بر اکاذیب و اراجیف و افتراء بر علماء و فقہاء کرام رضوان اللہ علیہم است و مصنف ان و معتقد بنبوۃ و رسالۃ ائمہ اثنا عشر فضلاً از غیر ایشان از قبیل مرزا احمد قادیانی وغیرہ از ملاحدہ و زنادقہ خارج از دین مبین اسلام و تجنب و دوری از امثال این زنادقہ لازم و واجب۔ والسلام

حررہ الاحقر الجانی علی الخراسانی الکنا آبادی (مجتہد)

ثبتہ اللہ بالقول الثابت (مہر شریف)

(۲) نقل تحریر آقای سید مصطفٰے الحسینی الکاشانی مجتہد نجف اشرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اعتقاد نبوت ائمہ اثنا عشر سلام اللہ علیہم فضلاً از غیر ایشان اگر بمعنای مصطلح در نبوت مراد است چنانکہ ظاہر کلام اینست کفر و ضلال است۔ و معتقد ان منکر ضروری دین و کافر است۔

دستخط:- الجانی مصطفیٰ الحسینی النجفی الکاشانی عفا اللہ عنہ

(مجتہد) (مہر شریف)

(۳) نقل تحریر جناب مولانا سید راحت حسین صاحب قبلہ گوپالپوری (مجتہد)
مقیم نجف اشرف۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ رسالہ اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی السلالۃ را ملاحظہ نمودم موضوع بحث آں کہ اثبات رسالت ونبوۃ ائمہ اثنا عشر صلوات اللہ علیہم می باشد مخالف ضروری دین اسلام است ومعتقد ان کافر وکذا معتقد بہ نبوت حضرات غیر معصومین مثل شیخ احمد احسائی وغیر ان کافر وخارج از دائرہ اسلام است۔ حررہ الاحقر

راحت حسین الگوپالپوری (مہر شریف) (مجتہد)

(۴) نقل تحریر آقای مرزا محمد مہدی کشمیری مجتہد نجف اشرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم والحمد للہ رب العالمین ۔ اعتقاد بشرکت ائمہ اثنا عشر علیہم صلوٰت اللہ الملک الاکبر باحضرت خیر البشر صلوات اللہ علیہ وآلہ العزر موجب کفر وارتداد است ۔ اعاذنا اللہ من ذلک ۔ والسلام

دستخط مرزا محمد مہدی المعروف بکشمیری (مجتہد)

(۵) نقل تحریر جناب علامہ ہندی مولوی سید احمد صاحب مجتہد کربلائے معلےٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ کتاب اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی السلالۃ

کتاب ضلال و معتقد این چنین عقائد کافر و بیدین است و احادیث کثیره
وارد شده بطرق متعدده که حضرات ائمہ معصومین سلام اللہ علیہم اجمعین
برائت فرموده اند و لعن فرموده بر معتقد این چنین عقائد فاسده - روایات و
اخبار آنچه در کتاب اثبات النبوة وارد کرده و بزعم خود دلیل بر نبوت و رسالت
ائمہؑ آورده غلط و بے معنی است و ہیچ دلالت بر مطلوب مصنف ندارد ۔

والسلام

حرره السید احمد عفی عنہ نقلہ مجتہد (مہر شریف)

(۹) نقل تحریر علامہ ہندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم :-

اما بعد مخفی نماند کہ جناب جلالتمآب فخامت انتساب لب الالباب
آقای محمد لقا علی الحیدری اب ایوبی دام توفیقہ مشرف بزیارت عتبات عرش درجات
شده بنده را چند بار مشرف فرمودند و از صحبت ایشان اغلب مانوس بودم
چند بار موصوف بر منبر تشریف بردند و بعنوان خوب و اسلوب دلچسپ و
مرغوب رد بر کتاب ضلال "اثباة النبوة والرسالة فی النبی والسلالة"۔
فرمودند۔ پس از بیانات ایشان کمال مسرور گشتم۔ خداوند کریم توفیقات
ایشان را بیافزاید و گمراہان را ہدایت کند۔ آمین ثم آمین ۔

حرره السید احمد ابن المرحوم شمس العلماء الحاج السید محمد ابراہیم (مہر شریف) ۹ ذی قعدہ ۱۳۸۲ھ

(۷) نقل تحریر جناب شمس العلما مولانا مولوی سید ابن حسن صاحب قبلہ مجتہد لکھنو مقیم کربلائے معلےٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفےٰ و بعد پس مخفی نماند کہ شریف معظم عنطریف عظم طم جیب لبیب ذکی زکی آقا لقا علی حیدری زاد سعیہ۔ مشرف بزیارت حضرت ابو عبداللہ الحسین مع زیارت ابیہ و اخیہ و بنیہ شدند۔ بندہ را ہم مشرف فرمودند چوں یکمرتبہ در خانہ تاج محل ذکر ائمہ از زبان ایشان شنیدم خصوصاً بعضے بیانات کہ مشتمل بر رد کتاب اثبات النبوۃ و الرسالۃ فی النبی ذ السلالۃ بود از ایشان شنیدم محبت ایشان بجہت کمال ذاتی ایشان در دلم جا گرفت۔ وفقہ اللہ

حررہ ابن حسن عفی عنہ

۱۱ ذی قعدہ ۳۲ھ

(۸) نقل تحریر سید ہادی حسن صاحب رضوی جارچوی نزیل کربلائے معلےٰ

باسمہ سبحانہ۔ جناب معلےٰ القاب فضائل و کمالات انتساب مولانا المولوی محمد لقا علی حیدری نے چند بار فضائل و مناقب اہلبیت علیہم السلام کربلائے معلےٰ میں بیان فرمائے جس میں اہل علم و ممتازین کا مجمع تھا۔ جناب ممدوح نے واقعی اس خوبی سے بدلائل عقلی و نقلی و آیات قرآنی اپنے دعوے کو ثابت فرمایا کہ تمام سامعین محظوظ و مسرور ہوئے کمترین بھی ان مجالس میں شریک تھا

جناب موصوف کی قابلیت علمی و ذکاوت و فراست طبع ظاہر ہوئی اور ہر شخص جناب موصوف کا مشتاق تھا۔ فقط المحررہ السید ہادی حسن رضوی جارچوی عُفی عنہ

المرقوم ۲ر اکتوبر ۱۹۱۴ء

(۹) نقل تحریر آقا سید ناصر نصر اللہ خادم کربلائے معلےٰ

جناب فضائل و فواضل مآب صدر الذاکرین و رئیس المتکلمین جناب آقا ابن تفضلہ محمد نفار علی حیدری زاد فضلہ مشرف بزیارت عتبات عالیات شدند و در کربلائے معلےٰ حقیر کہ مطلع از طلاقت لسان اوشان و بلاغت اوشان کمال اوشان شدم مزاحم اوقات شان شدم و اوشان برخواہش حقیر برائے حصول ثواب در حضور ابو الائمہ ابی عبد اللہ الحسین مبادرت و اقدام بر موعظ و ذکر مصیبت آن مظلوم نمودن فی الحقیقت نظیر ندارند علی الخصوص شخصے از حیدرآباد آمدہ بود و دین جدید اختراع نمودہ بود ایشان در مجالس چند رد برکتاب اوشان چنین نمودند کہ فی الواقع دل حقیر و جمیع مومنین شاد شد و حقیر بے اختیار از جائے خود برخاستم و پیشانی اوشان را بوسیدم ہر چند خلاف ادب بود۔ کثر اللہ امثالہ و زاد اللہ توفیقاتہ۔

الداعی سید ناصر نصر اللہ عفی عنہ کربلائے معلےٰ

۱۵ر ذیقعدہ ۱۳۳۲ھ

(۱۰) نقل تحریر جناب سید بشیر علی صاحب نقوی جائسی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ جناب مولوی محمد لقا علی صاحب حیدری المعروف بجناب ارتضیٰ محمد صاحب رئیس بدایوں (ہندوستان) بندہ کے ہم سفر ارض مقدس کربلائے معلیٰ میں تھے ۔ اور بحمد اللہ آج تک ہیں۔ جناب ممدوح نے علاوہ حضوری حضرت خامس آل عبا علیہ السلام و جناب عباس علیہ السلام و شاہ نجف اشرف و شاہان کاظمین علیہم السلام حاصل کرنے کے تخصیصی شرف ذاکری فضائل و مصائب حضرات معصومین علیہم السلام کا پہلی ہی زیارت جناب سید الشہدا علیہ السلام میں حاصل فرمایا۔ خوش نصیب اس ذاکر جناب سید الشہدا علیہ السلام کا جو ہندوستان سے اپنی بہترین تمنا دل میں لے کر آئے اور اس کو صدقہ میں اپنے آقا و مولائے نامدار کے پہلے ہی سلام و حاضری میں دربار دربار کے یہ موقع خاطر خواہ نصیب ہو۔ بندہ کو بھی شرف شرکت کا اس مجلس میں جو عین حرم اقدس میں پائین جناب سید الشہدا و جناب علیین (حضرت علی اکبر و حضرت علی اصغر علیہم السلام) کے منعقد ہوئی نصیب ہوا تھا۔ علاوہ بریں جناب موصوف نے تاج محل و دیگر مقامات کربلائے معلیٰ میں اکثر مجالس عزائے جناب امام حسین علیہ السلام اور حضرت امیر المومنین علیہ التحیۃ والثنا میں فضائل و مصائب ان حضرات کرام کے بیان فرما کر اپنے کمال فصاحت و شیریں بیانی سے علمائے کرام و مومنین مومنین شریک مجالس کو مسرور و مثاب فرمایا۔ حضرات علمائے عظام کی قدردانی و داد خوش بیانی جناب مولانا صاحب موصوف کی اُن مفتخر اور معزز چند

سطور سے ہوتی ہے جو پشت صفحہ ہذا پر سرکار شریعتمدار حجۃ الاسلام آقای آقا مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ مجتہد العصر ہندی لکھنوی جائسی مدظلہ العالی اور سرکار شریعتمدار راس المجتہدین علامہ ہندی مولانا السید احمد صاحب قبلہ دام برکاتہ کی توثیق سے ہوئی ہے۔ جناب مولانا موصوف نے اپنی خوش بیانی سے نہ صرف علمار عظام ہی کا اعتبار حاصل کیا بلکہ عامۂ مومنین کے مجامع نے جو ہر مجلس میں ہوا کرتے تھے صاف صاف ظاہر کر دیا کہ جناب کا بیان عام فہم اور عام پسند بھی ہے۔ جناب نے بہت بڑی سعی رد کتاب ضلال اثبات النبوۃ والرسالۃ فی النبی والسلالۃ میں فرمائی اور علمائے اعلام کربلائے معلی و نجف اشرف سے رد میں اس کتاب کے تحریرات حاصل کرنے میں جو سعی جمیل فرمائی ہے خداوند عالم اس کا اجر جزیل مرحمت فرمائے۔ اور واقعی اس سعی مشکور کے لئے جناب مولانا عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہیں۔

خدا کرے میرا ساتھ جناب موصوف کا ہندوستان تک جہاز وغیرہ میں بھی ہو اور یہی لطف تذکرہ فضائل و مصائب حضرات معصومین علیہم السلام کا سفر میں بھی رہے جو انشاء اللہ تعالےٰ باعث خیر و برکت کا ہمارے سفر میں ہو۔ آج جناب مولانا موصوف بوقت عصر انشاء اللہ تعالےٰ بقصد زیارت کاظمین کو روانہ ہو رہے ہیں۔ اور وہاں سے مشرف ہو کر قصد ہندوستان رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ المستعان۔

بندہ احقر ازلی سید باقر علی عفی عنہ نقوی الجائسی

کربلائے معلیٰ ۲ ر اکتوبر ۱۹۱۴ء

کربلائے معلیٰ۔ نجف اشرف و سامرہ سے مشرف بزیارت ہوکر کاظمین میں چند روز قیام کیا۔ جنگ عظیم چھڑ چکی تھی۔ اور ہمارا کوئی منی آرڈر یا خط نہیں آیا تھا۔ تردد تھا۔ نواب سید سکندر مرزا صاحب دام عزہ وعلاہ ہمارے ساتھ تھے علیل تھے مشہد مقدس سے واپس آئے تھے اور راہ میں کل سامان و زر نقد چوری ہوگیا تھا۔ جب ہمارے پاس خرچ قریب الختم ہوا۔ ہم دونوں بغداد گئے۔ جس قدر پیسے پاس تھے سب ناشتہ میں صرف کر دیئے۔ دریا کے کنارے ایک نہایت عمدہ ہوٹل تھا جس میں کباب پراٹھا اور سر شیر (بالائی) عمدہ قسم کی ہر چیز ملتی تھی۔ ناشتہ کرکے انگریزی سفارت خانہ پہونچے۔ اس دن جہاز جانے والا تھا۔ ہمارے پاس کرایہ کے واسطے دام باقی نہ تھے۔ سید ناصر صاحب مرحوم نے وعدہ کیا تھا کہ وہ جہاز کے ٹکٹ اور ضروری مصارف کا بندوبست کردیں گے اور ہم ہندوستان پہونچ کر بھیج دیں گے۔ میں اور نواب سید سکندر مرزا صاحب دام عزہ سفارت خانہ پہونچے۔ حاجی منشی مظہر حسین صاحب مرحوم جو مولانا سید کلب مہدی صاحب قبلہ مرحوم کے خسر تھے۔ سفارت خانہ میں میر منشی تھے۔ اُن کے کمرہ میں ہم کو بیٹھنے کے واسطے کہا گیا اور چند منٹ کے بعد باریابی کا وعدہ کیا گیا۔ چند منٹ کے بعد ہی ہم لوگ بلائے گئے ——

Counsel General دروازہ تک ہم کو لینے آئے۔ ہم دونوں
کے پاسپورٹ ضائع ہو چکے تھے۔ نہایت اخلاق سے پیش آئے اور فرمایا۔
What Can I do for you?
میں نے عرض کیا I have come to enquire
from your Excellency whether any [illegible]
has Come in my name from India.
Where is mo.? [illegible] My office will
be finished tomorrow, and I
may be arrested.
وہ برابر کاغذات پھاڑ کر نذر آتش کرتے جاتے تھے۔ فرمانے لگے۔
Are you a Shia?
Yes! your Excellency. میں نے کہا۔
Today, the last boat is Sailing فرمایا
for Basra. Go to the Steamer at once
Unfortunately we are prac- میں نے عرض کیا
-tically handicapped. We Cannot
pay the fare for the Steamer.

How much money do you want? فرمایا

Rupees 200/- will be enough میں نے عرض کیا

We shall return the money to the Commissioner Delhi as soon as we reach home.

فوراً گھنٹی بجائی۔ سروپ ایک یہودی خزانچی تھا حاضر ہوا۔

Give the gentleman Rs 200/- immediately. فرمایا۔

The Treasury is closed. اس نے کہا

Pay him from your own pocket. فرمایا۔

وہ فوراً گیا اور -/200 روپیہ لاکر ہم کو دیئے۔ میں نے رسید لکھ کر دیدی اور خوش خوش جہاز پر آئے۔ سید ناصر صاحب مرحوم بھی انتظام کر کے آئے تھے اُن کی رقم ہم نے نہ لی۔ لوگوں کو حیرت تھی کہ کہاں سے روپیہ لائے۔ ان کو کیا خبر تھی جن بزرگوار کی زیارت کے واسطے آئے تھے انہی نے مدد کی ہے۔ چھ دن میں جہاز بصرہ پہونچا۔ راہ میں مولوی عبدالحق حقی بغدادی پروفیسر عربی علیگڑھ کالج ہمارے ہمراہ سفر کر رہے تھے ان جناب سے

گفتگو کا سلسلہ رہا۔ ایک پشاوری بھی ہمارا رفیق سفر تھا جو تحصیل علم کے واسطے بغداد شریف گیا تھا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت امام ابو حنیفہ کو حضور سرور عالمؐ نے اپنے ایک صحابی کے ذریعہ سے اپنا لعاب دہن بھیجا تھا۔ جو اس نے کمال دیانت سے امام اعظم کے دہن مبارک میں پہونچا دیا اور اُن کا قلب روشن ہو گیا۔

میں نے کہا بھائی حضور سرورِ عالمؐ کی وفات کے ۸۰ سال کے بعد امام اعظم پیدا ہوئے ہیں یہ صحابی نے اتنے دنوں لعاب دہن اپنے منہ میں کیسے رکھا اور اس کی برکت سے خود کیوں نہ عالم ما کان و ما یکون ہو گئے اس سے میں نے اپنی کتاب ینابیع المودۃ پر لکھوا لیا تھا کہ اگر یہ بیان اس کا غلط ثابت ہوا تو وہ حنفی مذہب سے دست بردار ہو جائے گا۔ کراچی پہنچ کر وہ پھر نہ ملا۔ کراچی میں مکمل بلیک آؤٹ تھا۔ ہم نے مرزا امداد علی بیگ صاحب اور نواب سکندر مرزا صاحب کے ساتھ فوٹو کھنچوایا بیچ میں میں کرسی پر بیٹھا تھا اور داہنے کو مرزا صاحب اور بائیں کو نواب صاحب کھڑے تھے۔ افسوس کہ دست برد زمانہ سے یہ فوٹو ضائع ہو گیا حاجی مولا دینا کی سرائے پر سے جب گزرتا ہوں وہ زمانہ یاد آجاتا ہے۔

سنہ ۱۵ء میں خوجہ محفل بمبئی کی طرف سے تار آیا اور جشن ولادت حضرت خامس آل عبا میں تقریر کے واسطے بلایا گیا۔ خوجہ مسجد میں دروازہ کی

چھت پر قیام کا بندوبست کیا گیا فوراً بجلی کا پنکھا لگایا گیا۔ اس سفر میں چند دن کے بعد سیٹھ بندہ علی بھوجا بھائی مرحوم کے مکان پر ٹھہرنا پڑا۔ مرحوم بہ اصرار اپنے مکان پر لے گئے کیوں کہ ان کے والد دیہات میں گئے تھے اور مجھے ان کے کمرہ میں ٹھہرایا گیا۔ مسٹر احمد سلیمان جمانی مرحوم سے خاص تعلقات پیدا ہو گئے تھے۔ اور موصوف روزانہ ملاقات کو آیا کرتے تھے۔ سیٹھ داؤد حاجی ناصر سے ملاقات روزانہ ہوتی تھی موصوف اس زمانہ میں محفل کے سکریٹری تھے سیٹھ بندہ علی سے ایک شخص محمد خاں نامی نے اِگت پوری میں وعظ کرنے کی سفارش کرائی اور موصوف کی خاطر سے میں نے منظور کر لیا۔ محمد خاں ایک ریلوے کا ٹھیکیدار تھا اس نے یقین دلایا تھا کہ وہ ہم کو فرسٹ کلاس میں مکان تک پہونچا دے گا۔ ہمارے چلنے وقت اس کا تار آیا اور ہم مجبوراً اگت پوری ۲۰ رجون ۱۹۵۸ء کو ۱۲ بجے رات کے پہونچے۔ اسٹیشن پر کوئی نہ تھا نہایت غصہ آیا۔ قلی پر اسباب لدوایا اور محمد خاں کے مکان پر پہونچے وہ نشہ کے عالم میں بہوت تھا سوتے سے اٹھا اور کہنے لگا معاف کرنا میں بھول گیا۔ صبح کو اس نے ہماری خوشی کے واسطے قوال کو بلایا۔ اس حرکت پر میں نے اس کو ڈانٹ دیا۔ قوال واپس گیا۔ جلسہ کا بندوبست اس صورت سے ہوا کہ کپڑے والے کی دوکان سے دس بارہ لٹھے کے تھان چالیس گز والے لایا اور سڑک پر بچھائے جو پھر دکان والے کو واپس نہ

گئے۔ اسکولوں سے کرسیاں وغیرہ منگوائیں۔ ایک چوکی پر ہماری نشست کا بندوبست کیا۔

بہرحال جس طرح ہوا میں نے تقریر کی جس کا اثر بہت اچھا ہوا۔ بارہ بج چکے تھے ایک بجے گاڑی جاتی تھی۔ فوراً اسٹیشن آئے۔ محمد خاں آدھے راستہ سے فرار ہوگئے اور نہ ٹکٹ لائے نہ سوار کرایا۔ اگر راہ سے نہ اترتے تو دس بارہ روپیہ کرایہ کم دینا ہوتا نیا ٹکٹ لے کر یہ جرمانہ برداشت کیا۔

۱۶-۱۷ء میں کوئی خاص جلسہ نہیں ہوا لیکن بعض مقامات پر مختصر مجمع میں اور کبھی کبھی انفرادی حیثیت سے بعض حضرات کو تبلیغ کی جس کا اثر اچھا ہوا

۱۸ء میں لکھنؤ میں سید نواب علی صاحب مرحوم (۲۶ ربیع الاول کے تعزیہ والے) کے یہاں مجلس پڑھی۔ جناب سید باقر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے نماز پڑھائی اور ہماری تقریر پسند فرمائی۔

۱۹ء میں کانپور میں ایک تقریر کی اور وہیں اہل امروہہ کی دعوت منظور کی اور امروہہ جانا ہوا۔ محلہ حقانی میں اربعین کا عشرہ پڑھا جو بے حد پسند کیا گیا اور تین سال برابر امروہہ جانا ہوا۔ اور ہر اماباڑہ میں تقریر کا موقع ملا..... مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا افتتاح ہو چکا تھا اور جناب مولانا الحاج محمد اعجاز حسن صاحب مجتہد مستند العلما طاب ثراہ کے بے حد اصرار پر مدرسۃ الواعظین میں داخل ہونے کے واسطے جناب والد ماجد مرحوم سے اجازت حاصل کی۔ مدرسہ

میں صرف اس شرط پر داخلہ لیا کہ ہر ہفتہ والد ماجد کی زیارت کے واسطے بدایوں
مکان جاؤں گا۔ دوسرے حضرات واعظین کے مقابلہ میں جناب قبلہ دکعبہ نے مجھے
وظیفہ بھی بہت زیادہ دیا اور ولایت جانے کے واسطے مجھے بلایا گیا تھا۔
۲۱-۱۹۲۰ء میں مختلف مقامات پر تقریریں کیں۔ بدایوں میں سیرۃ کے
جلسہ میں کامیاب تقریر ہوئی اور سوامی دیانندجی کی جنم شتابدی کے موقعہ
پر مجھے تقریر کا موقع دیا گیا۔ ۴۵ منٹ تک میں نے "اسلام عالمگیر مذہب ہے"
اس موضوع پر تقریر کی۔ لدھیانہ کے ایک ایم ایل اے نے اہل جلسہ کو مخاطب
کرکے کہا بھائیو تم کو معلوم ہے کہ تمہارے پلیٹ فارم سے حیدری صاحب نے
تمہارے مذہب کا کھنڈن کر دیا اور تم کو پتہ بھی نہ چلا۔ اس جلسہ میں بدایوں
کے پادری صاحب ریورنیڈ ٹائٹس نے بھی انگریزی میں تقریر کی لیکن
"کس بشنود یا نشنود من گفتگو مے میکنم" کا مصداق ثابت ہوئے۔ یہ
جناب ہمارے ساتھ بے حد مانوس ہو گئے تھے اور ہمارے جلسہ میں جو میرے
مکان پر جشن میلاد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے سلسلہ میں ہوا تھا۔۔
تشریف لائے ...... اور اردو میں تقریر کی اور قل ہو اللہ احد کے
متعلق اچھا بیان پیش کیا۔

۱۹۲۲ء میں مجالس عشرہ محرم جناب مرزا صادق حسین صاحب اعلی اللہ
مقامہ ناظم زادہ کے دولت خانہ پر پڑھیں اور جناب موصوف کے لائق فرزند

جناب مرزا عابد حسین صاحب دام عزۂ ہر مجلس میں ہمراہ رہے اور موصوف کے عشرہ کے علاوہ لکھنؤ میں قریب قریب ہر محلہ میں مجالس پڑھیں جن کی مجموعی تعداد ۵۶ تھی۔ ان مجالس میں گول دروازہ کی ۹ محرم کی مجلس یادگار رہی شب عاشورہ ڈاک گاڑی سے بدایوں گیا اور جناب عم محترم منشی عنایت احمد صاحب مرحوم وکیل عدالت ججی کے دولت خانہ پر مخصوص مجلس پڑھی جو یادگار رہی۔ اس کے علاوہ دو مجلسیں اور رات میں پڑھیں۔ عشرہ کے بعد لکھنؤ واپس آیا اور اپنے کام میں مشغول رہا۔

اپریل ۲۳ء میں لکھیم پور میں آریہ سماج کا جلسہ تھا اور مسلمانوں کو شنکا سمادھان کا موقع دیا تھا (رفع شکوک) میں نے فوراً اطلاع دی کہ میں آرہا ہوں۔ اخبار ہمدم لکھنؤ میں اعلان شائع ہوا تھا کہ کوئی باہمت مسلمان لکھیم پور کے مسلمانوں کی مدد کو آئے۔ آریوں کا بڑا زور تھا۔ دوسرے دن خان صاحب عبد الستار خاں صدر انجمن اسلامیہ کا خط آیا کہ آپ تکلیف نہ کریں آریوں نے اعلان کر دیا کہ ہم مسلمانوں کو وقت نہیں دے سکتے۔

میں بذریعہ اخبار ہمدم لکھیم پور کے جلسہ میں شرکت کا اعلان کر چکا تھا۔ متوکلاً علی اللہ روانہ ہوا۔ حضرت مولانا آقای خواجہ غلام الحسنین صاحب اعلی اللہ مقامہ بھی میرے ساتھ چلے۔ مشفقی حاجی سید عابد رضا صاحب جعفری کے بنگلہ پر علی الصبح اترے۔ یہ خود حاجی صاحب اور ان کے فرزند سید ساجد رضا

صاحب ایم اے ایل ایل بی سے ہمارے خاندانی تعلقات عرصہ دراز سے تھے اور ہم حاجی صاحب کو چچا کہتے تھے۔ فوراً انجمن کے صدر کو آمد کی اطلاع دی وہ فوراً افتاں وخیزاں آئے اور کہنے لگے واللہ آپ نے کمال کردیا۔ میرے لکھنے کے باوجود آپ آگئے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بھیجدیا۔ آریوں نے کل شام کو اعلان کردیا کہ مسلمانوں کو وقت دیا جائے گا۔ اب اتنا وقت نہ تھا کہ آپ کو اطلاع دی جاتی۔ جلسہ اب ۸ بجے صبح کے ہوگا۔ ہم لوگ فوراً جلسہ گاہ میں پہونچے۔ پنڈت نارائن سوامی ایم۔ ایس سی سنیاسی آئے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر پیارے لال صدر جلسہ تھے یہ کونسل کے ممبر بھی تھے۔ خواجہ صاحب مرحوم مغفور نے کہا آپ ہماری طرف سے صدارت کریں۔ اور میں (خواجہ صاحب) تقریر کروں۔ میں نے منظور کیا۔ ۱۵ منٹ کی فریقین کی تقریر تھی۔ آخر میں تقریر سوامی جی کی تھی۔ وہ سپر انداختہ ہوئے اور ڈاکٹر پیارے لال نے اعلان کردیا کہ ہمارے سوامی جی تیار نہ تھے۔ اس پر تالی پٹ گئی۔ اور مسلمانوں نے ہم دونوں کو مجبور کیا کہ کم از کم ۳ دن قیام کریں اور جلسہ ہائے عام میں تقریریں۔ روزانہ آٹھ بجے شب سے ۱۲ بجے تک جلسہ ہوتا تھا اور ہماری تقریریں بے حد مقبول ہوئیں۔ اور میرے ساتھ اس درجہ دلچسپی ان لوگوں کو پیدا ہوئی کہ ہر سال مجھے سالانہ جلسے میں بلایا گیا اور آل انڈیا جلسے میں خاص طور پر دعوت

دی گئی جس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

۲۳، ۲۴ ۱۹۳۶ء میں بلرام پور میں جلسوں میں شرکت کی اور خداوند عالم کے فضل و کرم سے آریوں کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی مولوی حافظ نثار احمد صاحب شیخ الحدیث کانپوری، مولانا فاخر صاحب الہ آبادی، اور مولوی ابوالقاسم صاحب بنارسی و دیگر علماء اسلام کے ساتھ کام کیا۔ اور مولانا فاخر صاحب الہ آبادی نے مجمع کے روبرو ایک دن فرمایا کہ "یہ پہاڑ ہیں میدان تبلیغ میں" خداوند عالم کی مہربانی سے ہر میدان ہمارے ہاتھ رہا۔ لکھیم پور کی ۱۹۲۴ء کی آل انڈیا تبلیغ کانفرنس یادگار ہے۔ مولوی حاجی سر رحیم بخش سی آئی ای وزیر ریاست بھاولپور صدر جلسہ تھے۔ اس کانفرنس میں ہندوستان بھر سے مشاہیر علماء کو شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ خواجہ کمال الدین مبلغ یورپ۔ مولوی سید غلام بھیک نیرنگ پنجاب مولوی حسن الدین خاموش بہار۔ مولوی عبدالماجد صاحب قادری بدایونی۔ ڈاکٹر غلام محمد نومسلم پنجاب۔ مولوی آزاد سبحانی کانپور وغیرہ تقریباً بیس پچیس مشہور حضرات تھے۔ ان میں زبردستی کا ڈاکٹر میں بھی مدت الواعظین سے بلایا گیا تھا۔ دسمبر کا مہینہ تھا صبح چھ بجے کے قریب لکھیم پور پہونچا ابھی نماز سے فارغ نہ ہوا تھا مصلے پر ہی تھا کہ ایک صاحب آئے اور فرمایا آج کے پہلے جلسے ہی میں آپ کی تقریر ہوگی۔ ۸ بجے ایک صاحب

آئے کہنے لگے ۹ ½ بجے آپ کی تقریر ہے اب ۹ بجے کے قریب اطلاع ملی
کہ "ویدک دھرم اور اسلام کا تقابل" موضوع تقریر ہے۔ میں باوجود تکان
سفر جلسہ گاہ میں آیا شہر کے باہر ایک باغ میں جلسہ تھا وہاں نہایت شاندار
کیمپ اور پنڈال بنایا گیا تھا۔ آٹھ دس ہزار کا مجمع بھی تھا۔ پروگرام مجھے
دیا گیا جس میں میرے واسطے صرف ۲۵ منٹ وقت دیا گیا تھا۔ اور میرے
بعد خواجہ کمال الدین مبلغ یورپ کے واسطے ۱ ¾ گھنٹہ درج تھے۔ ان
جناب کا موضوع تقریر رد تناسخ تھا۔ ۹ ½ بجے میں پلیٹ فارم پر آیا۔ وسط
میں مقرر کے واسطے جگہ بنائی گئی تھی۔ میں نے مختصر سا خطبہ عربی میں پڑھا
اور اپنے موضوع کی وضاحت کی جس میں تقریباً ۱۰ منٹ صرف ہوئے
اب صرف پندرہ منٹ باقی تھے میں نے کہا موضوع آپ حضرات نے سن
لیا اس پر تقریر کے واسطے کافی وقت درکار ہے۔ میرے پاس صرف
پندرہ منٹ ہیں اس لئے میں جگہ چھوڑتا ہوں اور یہ پندرہ منٹ اپنے
بعد والے مقرر خواجہ صاحب کو دیتا ہوں۔ اس کانفرنس میں یہ خوبی
تھی کہ وقت مقررہ سے زیادہ کسی مقرر کو ایک منٹ بھی نہیں دیا جاتا
تھا۔ صدر جلسہ گھنٹی بجا دیتے تھے اور مقرر اپنی جگہ پر بیٹھ جاتا تھا۔

میرے اس بیان کے بعد سر رحیم بخش کھڑے ہوئے اور فرمانے
لگے مولانا صاحب آپ کے واسطے وقت کی قید نہیں ہے جتنی دیر تک

آپ چاہیں بیان فرمائیں۔

یہ صرف اسی وجہ سے ہوا کہ موضوع کی تشریح کا صدر جلسہ اور تمام حاضرین پر ایسا اثر ہوا تھا کہ وہ میرا بیان سننا چاہتے تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر تقریر شروع کی اور بتایا کہ تقابل اسلام اور ویدک دھرم کا محال ہے۔ کیوں کہ نسب اربعہ میں ان دونوں مذاہب میں تباین کی نسبت ہے۔ تقابل وہاں ہو سکتا ہے جہاں کوئی شے مابہ الاشتراک ہو۔ اسی وقت مابہ الامتیاز قائم کیا جاتا ہے۔

ویدک دھرم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے میں نے تناسخ کی رد اس طرح سے کی کہ سارا مجمع وجد کے عالم میں تھا۔ ایک ہندو دھرم کے ماننے والے برہمن کھڑے ہوئے انہوں نے کچھ سوال کئے جن کا جواب میں نے اطمینان بخش دیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کے واسطے اب وقت کم رہ گیا تھا میری تقریر ایک گھنٹہ ۲۵ منٹ ہوئی۔ خواجہ صاحب نے کھڑے ہو کر سب سے پہلے فرمایا۔ "جناب مجتہد صاحب نے جو تقریر کی ہے وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے" میں فوراً کھڑا ہوا اور عرض کیا "جناب خواجہ صاحب۔ میں مجتہد نہیں ہوں۔ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا ایک ادنیٰ طالب العلم ہوں۔" پھر بیٹھ گیا۔ خواجہ صاحب نے صرف ۲۵ منٹ تقریر کی ان کی گاڑی کا وقت قریب تھا وہ تقریر کے بعد چلے گئے۔

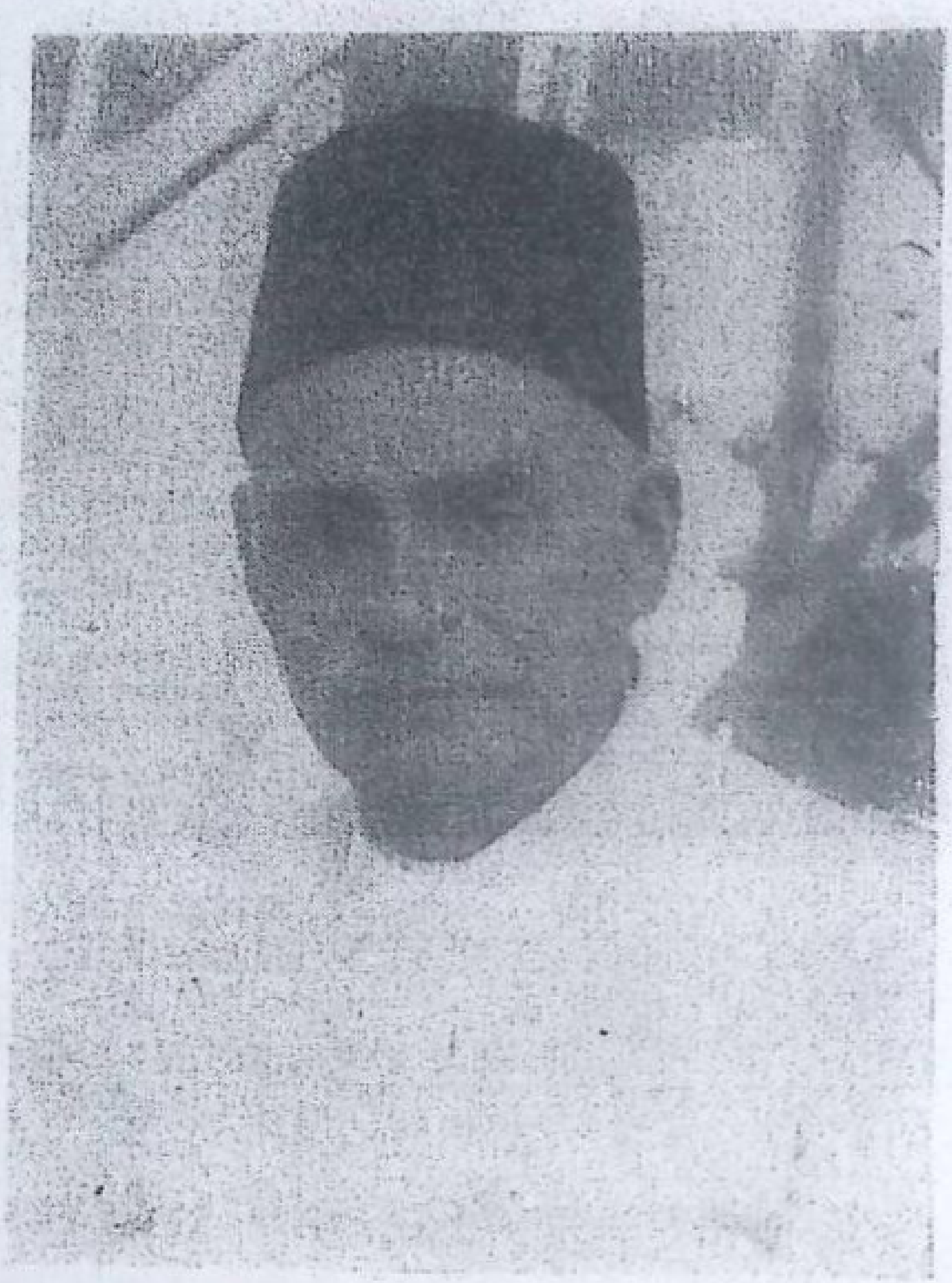

فخر الحاج و المعتمرین عالی جناب الحاج احمد چاندو
(خان بہادر) صدر خوجہ اثناء عشریہ جماعت
رنگون

سکریٹری جلسہ نے بلا میری اطلاع کے سہ پہر کے جلسہ کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ دوسرے جلسہ میں مولانا افتخار علی صاحب حیدری کی تقریر ہوگی اب سارے کیمپ میں میری تقریر کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ میرے احباب مبارکباد کے لئے آ رہے تھے۔ اس کانفرنس میں میری آٹھ تقریریں ہوئیں اور بحمداللہ سب پسند کی گئیں۔

ماہ رمضان المبارک میں مشہور آریہ مبلغ دھرم بھکشو سے ان کے گھر پر جا کر بحث کی۔ انہوں نے مدرسہ کو چیلنج دیا تھا۔ خدا کے فضل و کرم سے دھرم بھکشو لاجواب ہو گئے اور مسلمانوں نے اعلان کر دیا کہ امین الدولہ پارک میں مولانا صاحب کی تقریر رد قدامت وید پر ہوگی۔ دھرم بھکشو کو بھی دعوت دی گئی وہ نہ آئے لیکن پارک مسلمانوں اور غیر مسلمین سے بھرا ہوا تھا۔ تقریر بے حد کامیاب ہوئی۔

۱۹۲۴ء میں مختلف مقامات پر تبلیغی تقریریں کیں بلرام پور میں خانصاحب الحاج سید حیدر کرار صاحب مرحوم نے تبلیغی مجالس کی بنا کی تھی جس میں مشہور شیعہ واعظین اور خطبا بلائے گئے تھے۔ میرے ساتھ چونکہ سید حیدر کرار صاحب کو بے حد دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اور میری تقریر کا ان پر اچھا اثر تھا انہوں نے مشورہ دیا کہ میں موسم گرما میں نینی تال جاؤں اور وہاں تقریروں کا سلسلہ جاری کروں۔ جناب نواب زادہ سید ساجد علی خانصاحب بہادر مرحوم

بی اے علیگ کو خط لکھا۔ موصوف کی چند کوٹھیاں نینی تال میں تھیں اور ہر سال
چند ماہ نینی تال میں قیام کیا کرتے تھے۔ میں اللہ تعالےٰ کی مدد کے بھروسے پر
چلا۔ نینی تال پہونچا۔ ڈرہم ہاؤس میں نواب صاحب علی خاں صاحب مرحوم کا
مہمان ہوا۔ مرحوم بیحد زندہ دل۔ مذہب کے دلدادہ اور بیحد خلیق تھے۔
دو تین دن کے اندر ہی مسٹر پال سے گفتگو کا موقعہ ملا۔ یہ جناب مقامی
مشنری ہائی اسکول میں ٹیچر تھے۔ اور مشنری بھی تھے۔ دو ہی ملاقاتوں میں
سپر انداختہ ہوگئے۔ نواب سر محمد یوسف صاحب وزیر لوکل سیلف گورنمنٹ
سے ملاقات کی اور ایک جلسہ عام میں تقریر کا موقعہ ملا جس میں نواب صاحب صدر
تھے۔ سال آئندہ موسم گرما میں آنے کی دعوت دی گئی۔ یہاں مجھے خان بہادر حاجی
احمد چاند مرحوم صدر خوجہ جماعت رنگون کا خط مدرسۃ الواعظین کے ذریعہ
سے ملا۔ مجھے نامزد کرکے عشرہ محرم کے واسطے بلایا گیا تھا۔ جناب مولانا سید
نجم الحسن صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ نے میرے ہمراہ مولوی سید عدیل اختر صاحب
کو بھی بھیجنا چاہا تاکہ اگر کوئی علمی مباحثہ ہو تو مولوی صاحب موصوف میری مدد کریں
کیونکہ مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ کو ابھی پورے طور پر اطمینان نہ تھا کہ میں
کسی بڑے شخص سے بحث کر سکتا ہوں ابھی مدرسہ کا نصاب بھی پورا نہ ہوا
تھا۔ مولوی عدیل اختر صاحب فارغ التحصیل ہو چکے تھے۔ اور مولانا سید
نجم الحسن صاحب قبلہ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ میں نے کوئی عذر نہ کیا۔

(گروپ نماز عیدالفطر) . بہ اقتداء جناب مولوی سید عابد علی صاحب لکھنوی
اس گروپ میں مولوی عابد علی صاحب کے داھنی جانب مولوی محمد اقتدار
عالم ڈاکٹر سید ظفر حسین جعفری ، جنکی گود میں انور جہاں سلمہا بیٹھی
ہے مولوی زوار حسین . منشی حسن افضل . آخر میں سید محمد تقی رضوی
بائیں جانب مولوی محمد دولت علی صاحب . مولوی محمد لقاء علی حیدری
جن کی گود میں چاند بی بی سلمہا بیٹھی ہے آخر میں مولوی اقبال رضا سلمہ ،
اور مولوی محسن رضا سلمہ ، بیٹھے ہیں .

جناب قبلہ وکعبہ نے کرایہ جانے کا نہ مجھے دیا نہ مولوی عدیل اختر صاحب کو دیا بلکہ فرمایا کہ آپ مولوی عدیل اختر صاحب کے کرایہ کا بھی بندوبست کردیں اس وقت میرے والد ماجد زندہ تھے میں فوراً مکان گیا اور تین سو روپیہ والد ماجد سے لے آیا جو دونوں شخصوں کے سیکنڈ کلاس کے کرایہ کو کافی ہوئے۔ ہم لوگ گئے۔ رنگون پہونچے ۱۵ دن قیام کیا۔ اس دوران میں مولوی عدیل اختر صاحب نے مجلس پڑھنے سے قطعی انکار کیا صرف ۱½ تقریر ان کی ہوئی اور میں نے ۱۵ دن میں ۱۴ تقریریں کیں جو سب بے حد مقبول ہوئیں۔

رنگون کی مجالس کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پہلے دن چاندرد صاحب نے فرمایا کہ بنگالی مسجد کے امام چاہتے ہیں کہ آپ کی تقریر سے قبل کچھ بیان کریں۔ میں نے منظور تو کرلیا لیکن یہ اندیشہ ہوا کہ اگر انہوں نے کچھ ہمارے عقیدے کے خلاف بیان کیا تو مجبوراً جواب دینا پڑے گا۔ بہرحال وہ جناب مجلس میں تشریف لائے۔ ان کا حلیہ یہ تھا۔ بہت لانبی داڑھی۔ عبا وقبا وجبہ و دستار سے مزین۔ لانبا عصا ہاتھ میں۔ متعدد رنگ برنگ کی تسبیحیں گلے میں ڈالے۔ لوگ تعظیم کو کھڑے ہوگئے۔ میں نے بھی تعظیم کی دعا دی۔ چند منٹ کے بعد منبر پر تشریف لے گئے۔ پہلے ایک فارسی قصیدہ حضرت امیرالمومنین کی شان میں، شمس تبریز یا کسی دوسرے نامی صوفی کا

پڑھا پھر چند منٹ کچھ فضائل اہلبیتؑ اور خاتمہ پہ جناب علی اصغرؑ کی شہادت
بیان کی۔ تقریر کے بعد کہنے لگے میں تقریر کرنے نہیں آیا تھا صرف حیدری
صاحب کا بیان سننے آیا ہوں۔ وہ منبر سے اترے اور میں نے ایک گھنٹے
کے قریب فضائل و مصائب حضرات اہلبیت اطہار بیان کئے۔ لوگ بے حد
متاثر ہوئے۔ ختم تقریر کے بعد مجھ سے گلے ملے اور میرے کان میں کہا:۔
"نجم الحسن سے کہدینا کہ علی حسین ملا تھا"۔ جب میں نے لکھنؤ پہونچ کر
قبلہ و کعبہ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا بے ساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے اور
فرمایا یہ مفتی صاحب اعلی اللہ مقامہ کے شاگرد ہیں۔

اس سال مانڈلے میں متعدد جلسوں میں نہایت کامیاب تقریریں
ہوئیں۔ اہلسنت حضرات کو خاصی دلچسپی پیدا ہوئی۔ ایک رات ایک مدرسہ
کے احاطہ میں جلسہ وعظ کی بنا تھی۔ ابھی تقریر شروع کئے ہوئے آدھا
گھنٹہ ہی گزرا تھا کہ سب لوگ اٹھ کر بھاگنے لگے اور آناً فاناً سارا مجمع
مدرسہ کی عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ میں چونکہ سائبان کے نیچے
ڈائس پر تھا صحیح اندازہ نہ کر سکا کہ کیا واردات ہوئی۔ خیال ہوا کہ ممکن
ہے کچھ بداندیش لوگوں نے جلسہ کے خلاف حکومت کو ابھارا ہو اور حکومت
نے جلسہ کو برہم کرنے کا حکم دیا ہو۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہاں
برسات کے موسم میں ایک خاص قسم کا کیڑا فضا میں اڑتا ہوا روشنی پہ

گرتا ہے وہی بلا اس وقت نازل ہوئی تھی۔ بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ ایک چھٹانک سے زیادہ وزنی وہ کیڑا ہوگا۔ لاکھوں کی تعداد میں گرے جس کسی کے جسم پر بھی لگا زخمی کر دیا۔ مجمع جب اندر آگیا تو سارا صحن اُن کیڑوں سے بھرا ہوا تھا۔ کیڑوں کی بارش کے بعد فوراً ہی سیکڑوں برما مرد اور عورتیں ٹوکرے لئے آئے اور کیڑوں کو بھر کر لے گئے۔ معلوم ہوا کہ برما لوگ ان کیڑوں کو بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔ اور غالباً ۴ آنے فی سیر فروخت کرتے ہیں۔

مانڈلے میں ایک عجیب و غریب چیز دیکھی جو یقیناً دنیائے انسانیت میں اپنی نظیر آپ ہی ہوگی۔ یہاں دو بھائی بہن جڑواں Twins پیدا ہوئے تھے۔ صورت شکل آواز بالکل ایک اور حد یہ کہ دونوں کا خط بالکل ایک۔ میرے پاس ملاقات کو آئے میں بقسم کہتا ہوں کہ میں نہ پہچان سکا کہ کل جس سے ملاقات کی تھی وہ بھائی تھا یا بہن اور آج جو آیا تھا وہ کون تھا۔ بنک میں حساب تھا۔ ایک جاکر کاغذ دے آتا دوسرا جاکر دستخط کرکے رقم لے آتا۔ بنک کے خزانچی کو بھی کبھی شبہ نہ ہوا کہ لینے والا وہی شخص ہے جس نے جمع کیا ہے یا دوسرا ہے۔

یہاں مجھے اپنے ۱۴ء کے رفقائے سفر آقا سید علی بہبہانی اور آقا مرزا احمد اصفہانی سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ اور دونوں مجھ سے مل کر بیحد

خوش ہوئے اور میری پر تکلف دعوت کی۔ مانڈلے سے واپسی پر رنگون پھر چند دن قیام کرنا پڑا۔ وہاں ایرانی نوجوانوں کی انجمن نے ایک جلسہ عام میں تقریر کی خواہش کی اور انگریزی زبان میں تقریر چاہی۔ میں نے منظور کر لیا۔ اس تقریب سے ہر شخص نے اختلاف کیا۔ اور میرے پاس دوڑ آئے کہ آپ انگریزی میں تقریر نہ کریں۔ یہاں بڑے بڑے زبان دان موجود ہیں اگر آپ کی تقریر کامیاب نہ ہوئی تو ہمارے مذہب کی توہین ہو جائے گی۔ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے تقریر اس درجہ کامیاب ہوئی کہ خان بہادر حاجی احمد چاندو اور خانصاحب علاء الدین چاندو تقریر کے بعد دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئے اور کہنے لگے کہ اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ آپ ایسی تقریر انگریزی میں کر سکتے ہیں تو ہم گورنر کو دعوت دیتے اور بڑے بڑے انگریزی دانوں کو بلاتے۔

عشرہ محرم کے دوران میں ایک روز آقای مرزا محمد صادق اصفہانی اور آقای مرزا جواد بیرسٹرایٹ لاء آئے اور ہمارے میزبان خان بہادر حاجی احمد چاندو سے کہا کہ ہمارے ایک معزز مہمان کل آپ کے مولوی صاحب سے مسئلہ ارتقاء پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ صبح کی چاء ہمارے ساتھ پیجئے اور اس کے بعد گفتگو ہوگی۔ دوسرے دن مولوی عدیل اختر صاحب اور میں مع خان بہادر صاحب آقای مرزا محمد صادق صاحب اصفہانی کے بنگلہ پر

گئے۔ مسٹر جابر علی ایم اے آکسن ان کے یہاں مہمان تھے۔ جانبین کے تعارف کے بعد چائے اور ناشتہ سے فارغ ہو کر سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ ایک بجے تک سلسلہ جاری رہا۔ پھر ہم نے نماز ظہرین پڑھی۔ اس عرصہ میں کھانا میز پہ چن گیا۔ کھانے کے بعد پھر سلسلہ گفتگو کا شروع ہوا۔ ۵ بجے کے قریب پھر چائے لائی گئی۔ اب چائے پینے کے بعد جابر علی نے اعلان کیا کہ مولانا حیدری نے میرے تمام شبہات دور کر دیئے اور میں اب اثنا عشری ہو گیا۔ یہ صاحب بچپنے سے ولایت میں تعلیم پا رہے تھے۔ ایک سُنی گھر میں پیدا ہوئے تھے لیکن مذہب سے قطعی ناواقف تھے۔ مولانا عدیل اختر صاحب اس وقت انگریزی نہیں جانتے تھے۔ اس لئے ان کو گفتگو میں دخل دینے کا موقعہ نہیں ملا۔

اس کامیابی پر مرزا محمد صادق اور مرزا محمد جواد اور خان بہادر چاندو صاحب کو جو مسرت ہوئی ہے اس کا اندازہ مشکل ہے۔

اسی عشرہ محرم میں ۸ تاریخ کو چاندو صاحب کے ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام غلام عباس رکھا گیا۔ چاندو صاحب نے اس مولود کی طرف سے سو روپیہ مدرسۃ الواعظین کو اعانت کے طور پہ دیا اور معطی کا نام مولوی غلام عباس بتایا۔ الحمد اللہ کہ مولوی غلام عباس مع اپنی والدہ اور دوسرے بہن بھائیوں کے آج کل (۱۹۶۱ء میں) چند سال سے کراچی میں مقیم ہیں کبھی کبھی ملاقات ہو جاتی ہے۔ مولوی غلام عباس نہایت سعید اور

صالح جوان ہیں۔ حاجی صاحب علاء الدین چاندو کے داماد اور ان کے بچے
بھی یہاں موجود ہیں اور عزت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ مسٹر اکبر علی بھیم جی
بھائی علاء الدین چاندو کے داماد انجم ٹیکس کے بڑے افسر رہے ہیں اب
پنشن پاتے ہیں۔ اس وقت ۱۹۴۲ء میں ہمارے مہربانوں میں مسٹر رجب علی
مہر علی ساجن۔ صالح محمد۔ عبداللہ بھائی۔ حاجی اللہ رکھیا کرسن اور حاجی
داؤد علی مرحوم جاپان والے تھے۔ آخر الذکر کے فرزند مسٹر حسن علی آج کل
چند روز کے واسطے کراچی آئے ہوئے ہیں بمبئی میں ان کا قیام ہے۔ حاجی داؤد
علی کی دو صاحبزادیاں یہاں کراچی میں رہتی ہیں اور مرحوم کے ایک داماد سیٹھ
حسین بھائی دہرم سی نہایت مخلص مومن پابند صوم و صلوٰۃ اور نہایت باخلاق
ہیں ان کا سارا گھر حد درجہ کا پابند مذہب ہے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔

مسٹر جابر علی کے اظہار اطمینان پر اہل رنگون میں ایک خاص جوش
پیدا ہوگیا اور میرے ساتھ غیر معمولی محبت کا ہر شخص اظہار کرنے لگا۔ آقائے
ملا محمد صاحب کابلی مرحوم جو اس وقت امام جماعت تھے میرے ساتھ بے حد
مانوس تھے اور اس کام سے بہت خوش ہوئے۔ جب میں رنگون سے روانہ
ہوا تو مرزا محمد جواد بیرسٹر جہاز پر خدا حافظ کہنے آئے اور سو روپے کا ایک
نوٹ مجھے نذر کیا اور کہا میں آپ کی دعوت نہ کر سکا یہ قبول فرمائیے۔ میں
نے وہ نوٹ لے لیا اور مدرسہ کے حساب میں درج کر دیا۔ مرزا محمد صادق صاحب

کو جہاز پر پہونچنے میں ذرا دیر ہوئی موصوف کشتی میں بیٹھ کر چند میل کے فاصلہ پر جہاز پر آئے اور مجھے خدا حافظ کہا۔ حاجی اللہ رکھا کرسن بھی کچھ پھل لے کر جہاز پر خدا حافظ کہنے آئے تھے۔ خان بہادر حاجی احمد چاندو نے مجھ سے کہا کہ رقم بطور نذرانہ محرم آپ کو دی گئی ہے اگر آپ اس کو مدرسہ کو دیدیں تو مدرسہ کو بڑی مدد ملے گی، اور آپ کا ایثار یادگار رہے گا۔ میں نے بخوشی منظور کر لیا۔ اور Rs 5500/- کا ڈرافٹ متولی مدرسۃ الواعظین کے نام حاصل کر کے مجھے دیا گیا۔ چاندو صاحب نے قبلہ وکعبہ کو خط بھی لکھا جس میں ساری تفصیل اور اس رقم کے ڈرافٹ کے متعلق ان کا مشورہ اور میرا بخوشی منظور کرنا سب لکھ دیا۔

لکھنؤ پہونچ کر جب میں نے قبلہ وکعبہ کو ڈرافٹ دیا اور چاندو صاحب کا خط بھی دیا۔ خط پڑھ کر بے ساختہ رو دیئے۔ اور مجھے خیر و برکت کی دعائیں دینے لگے۔ مدرسہ کے دستور عام کے خلاف مجھے ۱۰۰۰/- روپیہ علاوہ مصارف سفر کے جناب نے مرحمت فرمایا۔ غالباً مدرسہ کی تاریخ میں یہ پہلا اور آخری واقعہ تھا۔

۲۵ء میں مدرسۃ الواعظین نئی خرید کردہ عمارت میں منتقل ہوگیا۔ میں اب مدرسہ کے امتحانات سے فارغ ہو چکا تھا۔ فرسٹ کلاس میں کامیابی حاصل کی تھی اور مذاہب مختلفہ کے متعلق مضمون میں مجھے امتیازی نمبر ملے تھے۔

مختلف مقامات پر ابتدائے سال میں بغرض تبلیغ جانا ہوا۔ اس سال عشرہ محرم میں کلکتہ جانا ہوا۔ جناب مرزا احمد صاحب اصفہانی دام عزہ وعلاہ نے مختلف مقامات پر میری مجالس کا بندوبست کر دیا۔ مجالس بفضلہ تعالے سب کامیاب ہوئیں۔

پچھلی مرتبہ جب میں کلکتہ حاضر ہوا تھا تو جناب مرزا احمد صاحب اصفہانی دام عزہ امریکہ تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں سیٹھ جان محمد گانجی صاحب مرحوم سے ملاقات کا موقعہ ملا۔ مرحوم ایک صاحب علم اور وسیع معلومات کے مالک تھے انگریزی بہت اچھی جانتے تھے اور بہت قیمتی کتابوں کا ذخیرہ آپ کے پاس موجود تھا۔ آپ کے سعید اور لائق فرزند سیٹھ عبداللہ بھائی گانجی جو واقعی اخلاق کا مجسمہ ہیں اکثر اوقات میرے ساتھ رہے۔ مختلف حضرات سے ملاقات کرائی اور مختلف اسلامی اداروں میں میری تقریروں کا بندوبست کروایا۔ یہ تمام تقریریں عام طور پر پسند کی گئیں۔ اسی سلسلہ میں بعض دیگر مشاہیر سے ملاقات کا شرف حاصل کرنے کا موقعہ ملا۔ جن میں سے ایک مجسمہ علم و عمل جناب خان بہادر میجر مرزا ابوجعفر صاحب ایم اے۔ آئی ای ایس تھے۔ موصوف ایک بے مثل ادیب۔ نازک خیال شاعر۔ اور شیریں بیان واعظ ہیں۔ آپ ایام عشرہ محرم میں دو مجلسیں گول کوٹھی میں پڑھا کرتے تھے جن میں کلکتہ کے تمام ارباب حل وعقد شریک ہوتے تھے۔ مسٹر بنگال سنٹر

ھز ایکسیلینسی سر فضل علی مرحوم گورنر آسام

فضل الحق اور مسٹر عبدالرحمٰن صدیقی (جو بعد میں گورنر بنگال ہوئے) خواجہ ناظم الدین اور دیگر ممبران اسمبلی جو سب اہلسنت سے ہوا کرتے تھے شرکت کرتے تھے اور بے حد محظوظ ہوتے تھے۔

کلکتہ سے واپسی پر پٹنہ قیام کیا۔ نواب سید علی سجاد صاحب دام عزہٗ علاہ کا مہمان رہا مسلم لیگ کے زیر اہتمام دو عام جلسوں میں تقریریں کیں۔ ایک جلسہ میں پھلواری شریف جانے کا موقعہ ملا اور سب تقریریں الحمدللہ نہایت مقبول ہوئیں۔ اس سفر میں سر سلطان احمد مسٹر فضل علی اور سر علی امام سے کامیاب ملاقاتیں ہوئیں۔

سنہ ۲۶ء میں یوپی کے مختلف اضلاع میں دورہ کیا۔ ایک دفعہ بمبئی گیا ہر جگہ سے مدرسہ کے واسطے کچھ نہ کچھ مالی اعانت حاصل کی۔ خان بہادر چودھری سید ارشاد حسین صاحب تعلقدار رودولی کے یہاں مولانا سید محمد رضی صاحب کے ہمراہ گیا چودھری صاحب نے مدرسہ کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔ لیکن کچھ مدت کے بعد۔ آپ کے یہاں ایک نہایت خوشنما مسجد اور امامباڑہ تھا جو واقعی ایرانی صنعت گری کا بہترین نمونہ تھا۔ اسی سفر میں رئیس الشعراء جناب سید جعفر مہدی صاحب رزم سے نیاز حاصل ہوا اور موصوف نے بے حد خوش خلقی اور ہمدردی کا اظہار فرمایا آپ کے کلام سے برابر دوران قیام میں مستفیض ہوتا رہا۔ آخر سال تک کسی بیرونی ملک میں جانے کا موقعہ نہ ملا۔

البتہ برہمو سماج ہال میں ایک تقریر کے واسطے مدرسہ سے کسی واعظ کو طلب کیا گیا جو انگریزی میں تقریر کر سکے۔ یہ جلسہ راجہ رام موہن رائے بانی برہمو سماج کی یادگار میں تھا مختلف مذاہب کے نمائندے طلب کئے گئے تھے لکھنؤ یونیورسٹی کے وائس چانسلر صدر جلسہ تھے۔ مدرسہ نے مجھے نامزد کر کے اطلاع دیدی۔ اور میں تاریخ مقررہ پر جلسہ گاہ کو روانہ ہوا۔ جلسہ ۸ بجے شب کے ہونے والا تھا۔ میرے ساتھ مخدومی جناب مرزا عابد حسین صاحب اعزۂ علاوہ سکریٹری نواب اچھن صاحب مجتری آغا مولانا سید حسین صاحب قبلہ محلاتی۔ مولوی محمد شبیر صاحب مولوی اکبر حسین صاحب جوائنٹ سکریٹری۔ مولوی جواد حسین صاحب انصاری جلسہ گاہ تک گئے۔ باہر سے سب لوگوں نے حاضرین بزم کو دیکھا جن میں لیڈیز اور جنٹس دونوں تھے۔ مرزا عابد حسین صاحب۔ نواب اچھن صاحب مولانا آغا سید حسین صاحب محلاتی تو ٹھہرے باقی حضرات نے گھر کا راستہ لیا۔ اللہ کا نام لے کر ہم لوگ جلسہ گاہ میں داخل ہوتے۔

میں متردد تھا کہ اگر سب سے پہلے مجھ سے تقریر کو کہا گیا تو بڑی مصیبت کا سامنا کرنا ہوگا۔ دعائیں مانگ رہا تھا کہ صدر جلسہ ڈاکٹر حسین نے ڈاکٹر کمارا اپّا سے فرمائش کی کہ وہ تقریر کریں۔ ان جناب کا موضوع تقریر تھا "مذہب کی جان یا مذہب کا جوہر" "The essence of Religion"

ڈاکٹر اپّا نے اپنے یورپ کے سفر کے حالات بیان کرنا شروع کئے۔

عالیجناب آغا همایون مرزا بهادر فرزند
جلالتمآب سر مرزا اسمعیل مرحوم وزیر اعظم
حیدرآباد و میسور و جے پور

مختلف ملکوں میں جانا۔ ڈگری حاصل کرنا۔ بہت سے حضرات سے ملاقات کرنا۔
اور خاتمہ کلام پر بیان کیا کہ حضرت عیسیٰؑ مذہب کی جان یا جوہر ہیں۔
"Lord Christ was the essence of Religion."

ان کے بعد ستی آریہ سماج کے پریسیڈنٹ نے راجہ رام موہن رائے کی زندگی پر تقریر کی۔ میں ان تقریروں کو برابر نوٹ کرتا رہا۔ پھر ایک صاحب نے ہندو مذہب پر تقریر کی۔ ان تینوں مقررین نے اسلام کے خلاف کچھ نہ کہا تھا۔ اب میرا نمبر آیا۔ میں نے پہلے تو ڈاکٹر آنا کی تقریر کی خوب تعریف کی پھر کہا اگر ڈاکٹر صاحب اجازت دیں تو میں دریافت کروں کہ حضرت عیسیٰؑ کو دنیا میں تشریف لائے ہوئے کس قدر عرصہ ہوا ہے۔ جواب ملا دو ہزار سال کے قریب میں نے کہا اس سے قبل دنیا میں کوئی مذہب تھا یا نہ تھا۔ اگر تھا تو اس میں روح یا جوہر تھا یا مذہب بے روح تھا۔ اگر تھا تو عیسیٰ علیہ السلام مذہب کی جان یا روح نہیں ہو سکتے آپ زیادہ سے زیادہ ان کو عیسائی مذہب کی روح رواں کہہ سکتے ہیں۔ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ اب میں نے کہا۔ میرا موضوع تقریر ہے "پیغام اسلام"

پیغام سنانے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تعریف کر دوں تاکہ غلط فہمی نہ پیدا ہو۔ اسلام کسی خاص قوم۔ جماعت۔ قبیلے یا ملک کے لوگوں کا مذہب نہیں ہے بلکہ کائنات میں جو کچھ ہے اس سب کا مذہب اسلام ہے

باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :-
"وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا الآیہ -"
اور اس کے حکم کے آگے زمین اور آسمانوں پر جو کچھ ہے سب سر جھکاتے ہیں۔ خوشی سے یا بددلی سے۔ تمام انبیاء کا مذہب اسلام قرآن مجید سے پیش کرتے ہوئے حضرت عیسیٰؑ کا مذہب انجیل مقدس سے "اسلام" پیش کر دیا۔ آں جناب نے فرمایا ہے "میں ہمیشہ وہ کام کرتا ہوں جس سے میرا باپ خوش ہوتا ہے۔" اب میں نے پیغام اسلام پیش کیا :-
واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احسانا وبذی القربیٰ والیتامیٰ والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً۔" اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ کرو۔ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ یتیموں کے ساتھ نیکی کرو۔ پڑوسی رشتہ داروں کے ساتھ نیکی کرو۔ پڑوسی اجنبی کے ساتھ نیکی کرو۔ جو تمہارے ساتھ سفر کرے یا تمہارے پاس اٹھے بیٹھے اس کے ساتھ نیکی کرو اور جو تمہارے زیر دست ہیں ان کے ساتھ نیکی کرو۔ اللہ تعالیٰ اکڑ کے چلنے والے اور فخر کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔" میں نے ان الفاظ کے متعلق مناسب وقت تشریح کی۔ صدر جلسہ برابر میرے بیان کے دوران میں نوٹ کرتے رہے۔

نواب زادہ حسین علی خان بہادر مرحوم
آف مالیر کوٹلہ (ص ۔ ۱۰۱)

۱۹

مجھے خیال ہوا کہ شاید کچھ اعتراض کریں گے۔ موقعہ ملا تو ضرور جواب دوں گا۔ لیکن ختم جلسہ کے بعد صدر نے کھڑے ہو کر میرے سارے بیان کو دہرایا اور کہا کہ حاضرین بزم حیدری صاحب نے جو پیغام اسلام اس وقت قرآن مجید سے سنایا ہے وہ اس قابل ہے کہ سونے کے حرفوں سے لکھا جائے اور دل کی تختی پر نقش کیا جائے۔ مجھے امید ہے آپ سب اس کو یاد رکھیں گے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر میرا شکریہ ادا کر کے جلسہ برخاست کیا۔ محترم مرزا عابد حسین صاحب۔ نواب اچھن صاحب اور آغا سید حسین صاحب محلاتی کی خوشی کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ جلسہ کے بعد سے مدرسہ تک اسی کا ذکر ہوتا رہا اور مدرسہ پہونچ کر ۱۲ بجے رات کے بھی دیر تک میری تقریر کے متعلق بیان کا سلسلہ جاری رہا۔

عشرہ محرم میں اس سال مالیر کوٹلہ بلایا گیا۔ نواب محمد احسان علی خاں صاحب دام عزہ وعلاہ کے امامباڑہ میں مجالس کا سلسلہ تھا۔ صبح شام دو مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ صبح کو مولانا سید محمد رضی صاحب نجنگی پوری اعلی اللہ مقامہ پڑھتے تھے اور رات کو میری مجلس ہوا کرتی تھی۔ ان مجالس کی کامیابی کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ شب نہم کی مجلس کے دوران بہ شدت کی بارش آئی صحن امامباڑہ میں پانی ٹھہر گیا۔ مجمع اپنی جگہ سے نہ ہٹا اور ختم مجلس پر ماتم اس زور سے ہوا کہ لوگوں کو غش آگیا۔

مالیر کوٹلہ سے دو میل کے فاصلہ پر کوٹلہ ایک سادات کی بستی ہے جس میں اس وقت سب سے زیادہ معروف اور باعزت محترمی جناب سید رضا حسین صاحب تھے جن کے فرزند جناب جعفری صاحب آج لاہور میں شیعوں کی بعض انجمنوں کے روح رواں ہیں۔ کوٹلہ میں مجھے دو مجلسیں پڑھنے کے لئے جانا پڑا اور سید رضا حسین صاحب ایسے مانوس ہو گئے تھے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک میرے ساتھ اسی خلوص اور محبت کا اظہار کرتے رہے۔ موصوف یو پی کے محکمہ زراعت کے ڈپٹی ڈائرکٹر تھے اور جب کبھی دورہ پر بدایوں آتے تھے میرے عزیز بھائی مولوی محمد رضا ابو الحسنین صاحب مرحوم کے یہاں قیام فرماتے تھے۔

۲۷ء شروع ہوا۔ اور دو ماہ مدرسہ میں قیام کر کے مختلف مقامات میں تقریریں کرنے اور مدرسہ کے ساتھ لوگوں کو تعاون پر آمادہ کرانے کے واسطے گیا۔ متھرا میں ایک تبلیغی کانفرنس ہوئی جس میں خواجہ حسن نظامی صاحب مرحوم صدر تھے۔ استقبالیہ جلوس بڑی شان سے نکالا گیا۔ خواجہ صاحب نے میری تقریر بہ اصرار پہلے دن کرائی۔ دھرم بھکشو آریہ مناظر نے سوالات شروع کئے۔ میں نے اُس کے ہر سوال کا جواب بڑی احتیاط سے دیا۔ جب اُن بیچارے سے کچھ بن نہ پڑا تو کہنے لگے آپ شیعہ ہیں تقیہ کرتے ہیں۔ میں نے کہا تقیہ ایک عقلی مسئلہ ہے ہر بافہم انسان تقیہ کرتا ہے۔ اور

اشرف الاطبا پروفیسر مولوی حکیم ڈاکٹر
سید عنایت علی شاہ نقوی فاضل علوم مشرقی
(ص ۱۰۱)

انسانوں کے علاوہ غیر ذوی العقول جانور بھی تقیہ کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگے آپ بخاری شریف کی حدیث کو مانتے ہیں۔ میں نے کہا پنڈت جی میں ہر اس حدیث کو مانتا ہوں جو کتاب خدا سے ملتی ہو اور خلاف عقل نہ ہو۔ چاہے وہ بخاری شریف کی ہو چاہے اصول کافی کی۔ جب کچھ بن نہ پڑا تو عاجز ہو کر بیٹھ گئے اور خواجہ صاحب نے اعلان کر دیا کہ مولانا حیدری نے جس متانت اور سنجیدگی سے ہر نامناسب اعتراض کا جواب دیا ہے وہ مولانا کا حصہ ہے۔ اس سال پھر عشرہ محرم میں کلکتہ جانے کا اتفاق ہوا۔ نواب حکیم مرزا محمد حسن صاحب لکھنوی کے پاس قیام کیا۔ یہاں آنے والوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں مسٹر انوار احمد جعفری ایم اے ایل ایل بی لکچرار لا کالج اور شیخ عبدالواسع سیف۔ فخر الادبا کلکتہ یونیورسٹی کو ہمارے ساتھ بے حد دلچسپی پیدا ہوئی۔ مسٹر جمیل مظہری ایم اے اور دوسرے اعلیٰ تعلیم یافتہ حضرات نے تشریف لا کر میری عزت افزائی فرمائی۔ مختلف مسائل پر گفتگو کا روزانہ سلسلہ رہا۔ مظہری صاحب نے اپنا کلام مجھے مرحمت فرمایا۔ انوار احمد صاحب جعفری نے میری ڈائری میں تحریر کیا کہ مجھے ہرگز شبہ نہیں تھا کہ میرے مذہبی عقائد میں کوئی شخص بھی انقلاب پیدا کر سکتا ہے لیکن مولانا نقار علی حیدری نے چند منٹ میں میرے پرانے خیالات میں تبدیلی کر دی۔ اور میں ان کا شکر گزار ہوں۔ جناب سیف صاحب نے تحریر کیا "ہوالذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین

الحق لیظہرہ علی الدین کلہ" اگر یہ آیت اعلان کرتی ہے کہ حضور سرور عالمؐ اپنے
دست مبارک میں شمع ہدایت لے کر آئے تھے اور تمام ادیان سابقہ پر اسلام
کا شرف ثابت کر دیا تھا تو میں بلا تکلف کہ سکتا ہوں کہ وہی شمع ہدایت میں نے
شمع رسالت کے پروانے سیدی و مولائی لقا علی حیدری کے ساتھ میں دیکھی
جو میں پہلے تھا اب نہیں ہوں۔ ہادی کا متشکر اور دعاگو۔

(الشیخ عبدالواسع سیف حیدری)

اس تحریر کے بعد سے مولانا نے اپنے آپ کو حیدری لکھنا شروع کر دیا
کلکتہ سے پٹنہ ہوتا ہوا لکھنؤ آیا۔ دو چار دن کے واسطے مکان پر گیا۔ اور پھر
مدرسہ کے احکام کی تعمیل میں تبلیغی پروگرام مرتب کیا۔ انوار احمد صاحب جعفری
نے ایک مضمون اپنے خیالات میں انقلاب کے بعد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام
کے متعلق لکھا تھا جس سے متعلق خالد شیلڈ ریک صاحب کی تحریر قابل ملاحظہ ہے

To Anwar Ahmad Jafari, B.A.

37. Garden Lane Calcutta
(India)

From.

The Islamic news service

Director: Khalid Sheldrake

51. Fenwick Road. London S.E.15

Dear brother in Islam. Assalamo Alaikum
'Illness alone has caused me delay in
writing to heartily congratulate you
upon your wonderful Tribute to our
Noble Ali, issued by M. R. Lucknow
in Octr last. Such an article gives
to the Western mind a proper view of
one who is So little Known here.
I have had the pleasure of bring-
-ing your article to the notice of
my friends and all agree with
me in praising it.

اسی سال بنارس میں حضرت مولانا سید علی سجاد صاحب طاب ثراہ مدیر اعلیٰ
مدرسہ جوادیہ اور جناب عاقل صاحب بنارسی سکریٹری مدرسہ کی طلب پر مجھے
بنارس جانا پڑا۔ انجمن کے سالانہ اجلاس تھے۔ ایک جلسہ میں جناب کلکٹر بہادر
مع اپنی میم صاحب کے تشریف لائے۔ اُس وقت میں تقریر کر رہا تھا۔ کلکٹر
صاحب یوروپین تھے۔ اُن کو دیکھتے ہی میں نے حاضرین سے معذرت چاہتے

ہوئے اُردو کے بجائے انگریزی میں تقریر شروع کر دی۔ اور مناسب عنوان سے مدرسہ جوادیہ کی مالی حالت کمزور ظاہر کرتے ہوئے چندہ کی اپیل کی صاحب کلکٹر بہادر نے اُسی وقت ۵۰ روپیہ اپنی جیب سے نکال کر دئے اور کہا کہ فاضل مقرر کے بیان کا مجھ پر ایسا اثر ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے اپنا حقیر چندہ پیش کرتا ہوں۔ پھر کیا تھا کلکٹر صاحب کو خوش کرنے یا واقعی درد دین کی وجہ سے چندہ جمع ہونا شروع ہوا اور منٹوں میں کثیر رقم نقد جمع ہو گئی اور سیکڑوں اشخاص نے وعدے کئے۔ مولانا سید محمد سجاد صاحب اعلی اللہ مقامہ ختم مجلس کے بعد مجھ سے بغلگیر ہوئے اور ہزاروں دعائیں دیں۔ عاقل صاحب نے میرے برجستہ اقدام پر مبارکباد دی۔ اور دوسرے حضرات نے بھی بے حد اظہار مسرت کیا۔ کلکٹر صاحب نے چلتے وقت ہاتھ ملایا اور بے حد اظہار پسندیدگی کیا۔ ان کی میم صاحب نے بھی بہت ہمدردی کا اظہار کیا۔

اپریل ۱۹۲۷ء میں قصبہ جلالی ضلع علیگڈھ میں مخدوم جناب سید قسمت علی صاحب حیدری اعلی اللہ مقامہ بانی جلسہ "اتحاد شیعہ و سنی" کی خواہش پر مجھے قصبہ جلالی جانا پڑا۔ یہ طے ہوا کہ اس کلیہ پر نظر کرتے ہوئے کہ "نیکی اور خیرات اپنے گھر سے شروع ہوتی ہے" پہلے اتحاد کی کوشش قصبہ جلالی کے اطراف میں شروع کی جائے۔ چنانچہ ۲۲ر اپریل ۲۷ء کو بہ سواری موٹر قصبہ ملکھنہ کی طرف قدم بڑھایا۔ یہ بستی مسلمانوں کی ہے اور ایک شاندار مسجد جامع بھی یہاں

ہے۔لوگ نماز کے پابند ہیں۔ قصبہ جلالی سے صرف ۳-۴ میل کا فاصلہ ہے۔ اس بستی کے سربرآوردہ حضرات نے وفد کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ ارکان وفد میں سید قسمت علی صاحب مرحوم۔ مولانا اعجاز الملت مرحوم اور خاکسار تھے۔ جناب حکیم ابوالحسن صاحب۔ جناب عبدالرحمٰن خاں صاحب۔ جناب سید محمد کاظم صاحب اور جناب محمد نظیر احمد صاحب رؤسائے قصبہ نے کامل ہمدردی اور جوش کا اظہار کرتے ہوئے یہ خواہش کی کہ ۲۳ اپریل ۲۷ء کو جامع مسجد بلکھنہ میں جلسہ وعظ کی بنا ہو اور میں اس جلسے میں تقریر کروں میں حسب خواہش حضرات گیا اور روداد انجمن مطبوعہ مطبع فیض عام علیگڑھ کے صفحہ چار کا خلاصہ درج ذیل ہے جو ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہوگا۔

"۲۳ اپریل ۲۷ء کو جناب مولانا نثار علی صاحب حیدری بدایونی تشریف لے گئے مسجد میں ایک ہزار سے زیادہ اشخاص جمع تھے۔ مولانا کی فاضلانہ تقریر سے مجمع پر بے حد اثر پڑا اور تمام مجمع محو تھا۔ اکثر حضرات بے اختیار رو رہے تھے۔ مولانا موصوف کی مقبولیت کا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ امام جمعہ نے جناب مولانا سے یہ خواہش کی کہ نماز مغرب آپ پڑھائیں۔ یہ تحریک اتحاد کے اثر کا بہترین ثبوت ہے"

صفحہ ۲۱ کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

"یکم مئی ۲۷ء کو تحریک اتحاد کا پانچواں اجلاس تھا جناب سید

قسمت علی صاحب مرحوم صدر جلسہ تھے۔ مولانا باقر علی خاں صاحب نجفی مرحوم ایم اے مجتہد کی پرجوش تقریر کے بعد مولانا ذوالفقار علی صاحب حیدری واعظ مدرسۃ الواعظین اسٹیج پر تشریف لائے اور آریہ دھرم کے چند اعتراضات کا اس لہجہ میں ازالہ کیا کہ باوجود اس وقت کے جو آپ کو تقریر کے واسطے محدود کر دیا گیا تھا حاضرین نے صدر جلسہ سے خواہش کی کہ مولانا کو اور وقت دیا جائے۔ جناب صدر نے منظور کیا اور تقریر جاری رہی۔ آپ نے ستیارتھ پرکاش، اور منوسمرتی کے بعض منتروں کی اپنی لسانی طاقت سے ایسی رد فرمائی کہ نہ صرف مسلمانان جلسہ ہی پر اس کا سکہ جما بلکہ غیر مسلم حضرات جو بہ تعداد کثیر جلسہ میں موجود تھے یک زبان کہنے لگے کہ "مولوی ٹھیک کہتا ہے"

اسی صفحہ پر درج ہے۔ "جلسہ ششم سہ پہر کو منعقد ہوا اور ملا عبد الصمد صاحب مقتدری بدایونی کی پرجوش تقریر کے بعد جناب مولانا حیدری صاحب بدایونی نے مسئلہ تناسخ کی رد میں ایسی زبردست تقریر فرمائی کہ جس کے ہر ہر جملہ پر سارا مجمع عالم وجد میں تھا۔ اور قدامت روح و مادہ کے بطلان میں جو دلائل پیش فرمائے وہ ایسے زبردست ناقابل انکار اور عام فہم تھے کہ ہر شخص اس سے لطف اٹھا رہا تھا۔"

جلالی کے جلسوں سے فارغ ہو کر سندھ کے علاقہ میں تبلیغی دورہ کیا کراچی کو مرکز قرار دیا۔ سیٹھ غلام حسین قاسم مرحوم جو کراچی کی مشہور ترین

ہستیوں میں سے تھے اور ۲۷ سال تک کراچی کارپوریشن کے صدر رہے تھے میرے ساتھ بے حد مانوس تھے۔ اور مختلف مقامات کو میری معرفی کے خطوط لکھے۔ میں نے ہر ہر مقام پر جاکر اسلام کے حقائق بیان کئے اکثر مقامات پر وہابی حضرات نے جلسہ میں آن کر سوال وجواب کئے۔ اور جب خداوند عالم کے فضل وکرم سے اُن کو قابل اطمینان جواب دیدیئے گئے وہ اظہار مسرت کرکے جلسہ سے گئے۔

اس دورہ میں چند باتیں قابل ذکر ہیں۔ یہاں ہر قسم کی سواری پر سفر کرنے کا موقعہ ملا۔ اونٹ۔ گھوڑا۔ گدھا۔ ریل۔ جہاز۔ "تانگہ اور کہیں پیدل بھی چلنا پڑا۔ سب سے پہلے میں نصر پور گیا جو حیدرآباد سندھ سے متصل ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ (میں کھانا نہیں کھاتا تھا لیکن روزہ بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔) اس بستی میں کاشی کا کام بہت عمدہ بنتا ہے۔ اس بستی کے رئیس اور پیر "پیر خداڈنو شاہ تھے" جب میں پیر صاحب کی خدمت میں پہونچا پیر صاحب ایک چھوٹے سے برآمدہ میں ایک تخت پر جلوہ افروز تھے۔ آپ کے دونوں پہلوؤں میں دو کم سن لڑکے جن کا سن اُس وقت مشکل سے ۸۔ ۹ سال کا ہوگا بیٹھے تھے۔ پیر صاحب حقہ پی رہے تھے۔ میں نے سلام علیک کے بعد مزاج پرسی کی اور ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے دریافت کیا۔ "پیر صاحب آپ روزہ نہیں

رکھتے ہیں؟"

فرمانے لگے۔" روزہ تم دنیادار لوگوں کے واسطے ہے ہم پیر ہیں۔ ہم روزہ نہیں رکھتے۔" میں نے پوچھا یہ دونوں لڑکے آپ کے صاحبزادے ہیں فرمایا۔ ہاں۔ اُن بچوں کے چہروں پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔ میں نے کہا۔ "خدانخواستہ کچھ علیل ہیں۔ بہت کمزور معلوم ہوتے ہیں" فرمانے لگے نہیں۔ انہوں نے روزہ رکھا ہے۔

اب تو میری حیرت کی حد نہ رہی۔ میں نے کہا جناب یہ تو بہت کم سن ہیں۔ فرمانے لگے۔" ہاں جب یہ پیر ہوجائیں گے یہ بھی روزہ نہیں رکھیں گے" بات گئی گزری ہوئی۔ میں دوپہر کو پہونچا تھا اب نماز ظہر کا وقت آگیا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ طہارت کرکے وضو کرلوں اور نماز پڑھ لوں۔ پیر صاحب اور صاحبزادے اندر چلے گئے۔

ملازم سے میں نے کہا۔" لوٹے میں پانی لادو۔ اور بتاؤ پاخانہ کس طرف ہے؟" اول تو وہ "پاخانہ" ہی نہ سمجھا اور جب میں نے اُس کو کسی نہ کسی طرح سمجھا دیا تو وہ نہایت تعجب سے پوچھنے لگا۔" پانی کا کیا کروگے؟" اب اس کو سمجھانے کا وقت نہ تھا۔ میں نے اس سے لوٹا لیا (جو سفر میں میرے ہمراہ رہتا ہے۔) پاخانہ کے واسطے اس نے ایک احاطہ کی طرف اشارہ کردیا۔ خدا بہتر جانتا ہے اس احاطہ میں داخل تو ہوگیا لیکن "نہ رفتن نہ پائے ماندن"

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جب سے یہ بستی آباد ہے اس احاطہ کو پر کرنے کا سامان اسی وقت سے مسلسل جاری ہے۔ لیکن پانی کا ایک قطرہ بھی اس زمین پر مجھ سے قبل کسی نے نہ بہایا تھا۔ جس صورت سے بھی ممکن ہوا حاجت تو رفع کی اور ارادہ کیا کہ اب جلد سے جلد اس جگہ سے کہیں اور جانا چاہئے۔ باہر آیا نماز پڑھی۔ دن خدا خدا کر کے کاٹا رات آئی۔ کھانا صرف اتنا ہی کھایا کہ پاخانہ جانے کی ضرورت نہ ہو۔ خدا خدا کر کے رات کاٹی۔ صبح کو پیر صاحب سے ملاقات نہ ہوئی ناشتہ سے فارغ ہو کر ملازم سے پتہ چلایا کہ یہاں کسی جگہ کبھی وعظ بھی ہوتا ہے اس نے ایک مسجد کا پتہ بتایا۔ دوپہر کو پیر صاحب سے ملاقات ہوئی انہوں نے اعلان کرا دیا کہ مسجد میں عشا کی نماز کے بعد وعظ ہوگا۔ مجمع اچھا خاصہ جمع ہو گیا اس بستی میں وہابی حضرات کافی تعداد میں تھے۔ ایک دو صاحبان نے کچھ سوالات کئے لیکن جواب شافی دیا گیا اور مجمع اس قدر خوش ہوا کہ دوسرے دن وعظ کا اعلان کر دیا گیا۔ دن بھر ہم نے کسی طرح وقت گزارا سہ پہر کو ملازم نے آ کر کہا" پیر صاحب کی بہن کی حالت بہت نازک ہے وہ اب گھڑی ساعت کی مہمان ہیں۔" میں نے کہا نہیں اللہ تعالےٰ چاہے گا تو صحت ہو گی۔ اس نے کہا نہیں اب آخری وقت ہے (کوئی خاص رسم ادا کی جاتی ہے اس نے بتایا وہ رسم ہو چکی) بہر حال مغرب کے بعد کھانا کھا کر جلسے میں گیا۔ تقریر لوگوں نے بہت پسند کی لیکن سب کو اطلاع تھی کہ پیر صاحب کی بہن صاحبہ رخصت ہو رہی ہیں

اس لئے دوسرے جلسہ کا اعلان نہ ہوا۔ میں مکان پر آیا ملازم نے آن کر اطلاع دی بہن صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے خیال کیا کہ نماز جنازہ کے واسطے ضرور مجھ سے کہا جائے گا۔ ملازم سے میں نے کہا کہ جب جنازہ تیار ہو تو مجھے اطلاع کر دینا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ قوالی کی آواز آنے لگی۔ میں نے سمجھا کہ قریب کے کسی مکان میں قوالی ہوتی ہو گی اور اُن لوگوں کو پیر صاحب کے اس صدمہ کی اطلاع نہ ہو گی۔ رات بھر قوالی ہوتی رہی۔ صبح کو آدمی آیا ناشتہ لاؤں میں نے کہا نہیں جب تک دفن نہ ہو لیں میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ میں نے پھر ملازم سے کہا جس وقت جنازہ اٹھے مجھے اطلاع کرنا۔ دوپہر تک قوالی کا سلسلہ جاری رہا۔ اب ملازم آیا میں نے کہا ابھی جنازہ نہیں اٹھا کیا دیر ہے اس نے کہا قوالی ختم ہو گئی اور بی بی صاحبہ دفن ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نماز جنازہ کے بجائے قوالی۔ قرآن خوانی کے بجائے قوال اللہ رحم کرے۔ اب پیر صاحب سے رخصت ہونے کا موقعہ نہ مل سکا۔ وہ تو قوالی کے بعد اپنے حال میں گرفتار رہ گئے میں نے اُن کو اطلاع کرا دی اور خود آگے چلا۔

اب میں دریائے سندھ کی ایک شاخ کے کنارے ایک بستی آباد ہے وہاں پہونچا۔ یہاں کے پیر صاحب ایک مرد سفید ریش تھے جن کی داڑھی بہت

لانبی تھی اور لبیں اس قدر بڑھی تہیں کہ منہ ڈھکا تھا۔ میں وہاں صرف ایک رات ٹھہرا۔ صبح کو دیکھا تو دیگیں چڑھی ہیں اور خشکہ (چاول کا بھات) پک رہا ہے کچھ ترکاری یا دال بھی ہوگی۔ میں نے ملازم سے پوچھا کہ یہ اس قدر کھانا کیا ہوگا آج کوئی تقریب ہے یا نذر وغیرہ ہے۔ اُس نے کہا نہیں۔ اتنا کھانا تو روزانہ ہی پکتا ہے۔ پیر صاحب کے مرید چاروں طرف سے آتے ہیں عدالت میں اُن کے مقدمات وغیرہ ہوتے ہیں وہ کھانا پیر صاحب کے یہاں ہی کھاتے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا واقعی بڑا باخیر بزرگ ہے۔

میرے خاموش رہنے پر اُس نے از خود کہا جب مرید لوگ جانے لگتے ہیں تو اپنی حیثیت کے مطابق روپیہ دو روپیہ پیر صاحب کو نذر دے کر جاتے ہیں۔ میں نے کہا بھئی بڑی عمدہ تجارت ہے۔ ۴-۶ روپیہ کا چاول روزدیگ پکتا ہوگا اس زمانہ میں چاول ۱۵-۱۶ سیر کا بکتا تھا۔ اور سو دو سو مرید روزانہ کھاتے ہیں یعنی دو تین سو روپیہ روزانہ کی آمدنی ہے۔ کیا کہنا پیر صاحب حکیم بھی تھے اور حذاقت کے مدعی بھی تھے۔

میں نے کہا حضور یہ آپ نے لبیں اس قدر کیوں بڑھائی ہیں فرمانے لگے تم کیا جانو ہمارے مولا (یعنی حضرت امیر المومنین علیہ السلام) کے بھی ایسی ہی لبیں تھیں۔ ایک دن حجام نے آپ کی لبیں تراشنا چاہیں کچھ خون نکلا وہ اس کا ہاتھ بہک گیا ہوگا، فوراً آں حضرتؑ نے فرمایا "خبردار علیؑ کی لبیں کبھی کاٹنا

ان کو اذیت ہوتی ہے" لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ حدیث بھی کیسی برجستہ تصنیف فرمائی۔

اب میں وہاں سے ایک بستی میں گیا جس کا نام ترالی تھا۔ یہاں کے رئیس اعظم "وڈیرو ہمت علی خاں بہادر" تھے۔ جب میں پہونچا آنجناب آرام فرما رہے تھے۔ ۳ بج چکے تھے۔ میں نے پانی طلب کر کے وضو کیا اور نماز مہمان خانے کے ایک گوشہ میں پڑھ لی۔ ملازم فوراً چارپائی لایا۔ چارپائی۔ میں نے دیکھا صحن خانہ میں بکثرت کتے بندھے ہوئے ہیں جو نہایت خطرناک معلوم ہوتے تھے۔ میں نے کہا یہ اس قدر کتے کیوں جمع ہیں۔ ملازم نے کہا "وڈیرو" کو سؤر کے شکار کا شوق ہے۔ سورج نکلنے سے قبل چلے جاتے ہیں اور دو بجے دن کے واپس آتے ہیں۔ روزانہ ایک سؤر کا ضرور شکار ہو جاتا ہے۔ کتے سؤر کو پھاڑ ڈالتے ہیں اور وڈیرو کا شوق پورا ہو جاتا ہے۔ میں نے دریافت کیا یہاں کوئی مسجد یا امام باڑہ بھی ہے اس نے جواب دیا مسجد تو ہے لیکن عباس صاحب کے پاس کنجی ہے قفل پڑا ہے اور وہ گاؤں گئے ہیں۔ میں نے کہا کب آئیں گے اس نے کہا کل آنے کی امید ہے۔

رات اسی جگہ گزاری۔ وڈیرو صاحب سے ملاقات نہ ہو سکی دوسرے دن ۲ بجے کا وعدہ کیا۔ بادل ناخواستہ ٹھہرا۔ اب دوسرے دن عباس صاحب بھی آگئے جب ان سے کہا مسجد کا قفل کھول دیجئے مولوی صاحب مسجد میں جانا

چاہتے ہیں۔ کہنے لگے مولوی صاحب مسجد میں کیا کریں گے۔ معلوم ہوا مولوی
صاحب کا مسجد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ بہ دقت کنجی دی۔ باب مسجد وا
ہوا۔ دیکھا ساری مسجد گائے بیل کے گوبر سے لپی ہوئی ہے۔ در و دیوار سب
ایک ہی حالت میں ہیں۔ نہ چٹائی ہے نہ لوٹا۔ نہ حوض ہے نہ چاہ۔ ایک طاق
میں سرسوں کے تیل سے جلنے والا چراغ رکھا تھا۔ میں نے پوچھا یہاں کوئی نماز
نہیں پڑھتا۔ جواب ملا جمعرات کو چراغ تو جلا دیا جاتا ہے اور کیا چاہیئے۔
اپنے حال پر روتا ہوا واپس آیا۔ وڈیرہ صاحب سے ۴ بجے ملاقات ہوئی
وہ مذہب سے قطعی ناواقف تھے۔ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ مسجد کا کیا
مصرف ہوتا ہے اور جلسہ وعظ کس بلا کا نام ہے۔ بہ دقت سمجھایا۔ اور
مدرسۃ الواعظین کا تعارف کرایا۔ لیکن وہ کچھ سمجھے نہیں۔ اگلی فصل پر مدرسہ
کو مدد دینے کا وعدہ کیا۔ اور ہم اپنی جان سلامت لے کر واپس آ گئے۔
مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے ہم ٹنڈو باگو پہونچے۔ یہاں ایک خوجہ
ولی محمد بھائی معمولی دوکان کا مالک تھا۔ اس کے مکان کے پہلو میں ایک
مختصر سی مسجد تھی جس میں صرف ۳، ۴ آدمی نماز پڑھ سکتے تھے۔ ہر پنجشنبہ
کو مجلس ہوتی تھی۔ اور ولی محمد بھائی پانچوں وقت کی نماز پابندی کے ساتھ
مسجد میں پڑھتا تھا۔ اس کے ایک لڑکا تھا جب میں پہونچا ہوں تو اسی مسجد
کے ایک گوشہ میں مجھے ٹھہرایا گیا۔ سید نتھے شاہ ایک فقیر بھی اس وقت

وہاں مقیم تھے۔ اتفاق سے وہ دن پنجشنبہ ہی کا تھا مغربین کی نماز ہم نے باجماعت پڑھائی۔ خوجہ ولی محمد۔ ان کا لڑکا۔ سید نتھے شاہ مقتدی تھے نماز کے بعد مجلس ہوئی۔

پہلے نتھے شاہ نے خواہش کی کہ وہ کچھ فرمائیں گے میں نے کہا بہتر ہے وہ منبر پر گئے۔ ایک دو زینہ کا چھوٹا سا منبر مسجد کی وسعت کے مطابق تھا انہوں نے کہا۔

للکار کے مرحب کو پچھاڑا کس نے	پتھر پہ علم دین کا گاڑا کس نے
بولو در خیبر کو اکھاڑا کس نے	اصحاب پیمبر تو سبھی تھے موجود

یہ سنتے ہی ولی محمد نے تو سر پیٹنا شروع کیا اور پس پردہ اس کی بی بی اور لڑکی بھی تھی انہوں نے بھی رونا شروع کیا۔ اب یہ ڈہائی آدمی کی مجلس میں مجھ سے جو کچھ ممکن ہوا بیان کر دیا۔ اور مجلس ختم ہو گئی۔ اس بستی میں کوئی اور گھر اس وقت شیعہ کا نہ تھا۔

وہاں سے پہاڑ مری ایک رات کے واسطے گئے۔ یہ دو میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے۔ یہاں ایک مجلس ہوئی۔ دس پندرہ آدمی جمع ہو گئے۔ اس سفر میں محراب پور کے قریب ایک بستی میں جانے کا اتفاق ہوا جہاں کے بادشاہ میر محراب خان صاحب تھے۔ ریلوے اسٹیشن کے قریب ایک کوٹھی میں رات کو قیام کیا۔ صبح کو جانے کا قصد تھا۔ کوٹھی میں کوئی کواڑ نہ تھا رات بھر کتول

کے لشکر کا سلسلہ رہا۔ ساری رات جاگ کر بسر کی۔ صبح کو ایک اونٹ کرایہ پر لیا اُس پر اسباب لادا۔ خود بھی سوار ہوئے۔ شتربان مہار ہاتھ میں لئے ہوئے آگے آگے چل رہا تھا۔ راستہ میں ریتے کے ٹیلے تھے۔ اگر آندھی آئے تو مشرقی ٹیلہ جانب مغرب آجائے۔ خدا خدا کر کے بستی کے آثار نظر آئے۔ اونٹ والے نے بادشاہ سلامت کے مہمان خانہ میں ہم کو پہونچا دیا۔ یہ ایک نہایت لانبا چوڑا دالان تھا۔ متعدد دروازے تھے۔ لیکن کواڑ کسی دروازے میں نہ تھا۔
اس مہمان خانہ کا سارا فرنیچر اور اسباب ڈیکوریشن ایک اونچی چارپائی تھی جو غالباً ۷، ۸ فٹ لانبی۔ ۵ فٹ چوڑی۔ اور کم از کم ۴، ۵ فٹ اونچی تھی اس پر اسباب رکھوا دیا۔ ہم کو چڑھنا دشوار تھا۔ بمشکل اوپر چڑھے۔ نماز کا وقت آگیا تھا۔ مہمان خانہ کے منیجر یا ملازم سے ...... میں نے کہا پانی درکار ہے وہ فوراً ایک گھڑا لایا۔ ایک مٹی کا آبخورہ بھی لایا۔ مجھ سے کہا چلو پیجئے۔ سارے دن کی تکان نے پریشان کر دیا تھا میں نے کہا چاء پی لوں گا۔

وہ فوراً ایک چھوٹی المونیم کی پتیلی لایا۔ اس میں چاء دودھ شکر پانی سب کچھ ملا کر دو اینٹوں کا چولہا بنایا۔ باجرہ کے سینٹھے[1] جلا کر چاء بنائی۔ نماز سے فارغ ہوکر چاء پی۔ مغرب کا وقت آگیا تھا وہ کھانا لایا جو ایک روٹی اس پر کچھ خورش

---

[1] باجرہ کی فصل تیار ہونے پر بال کاٹ لی جاتی ہے اور باقی حصہ درخت کا خشک کر کے جلانے یا جانوروں کے کھلانے میں کام آتا ہے۔

ایک ایسے کمرے میں لیٹنی ہوئی تھی۔ مجبور ہوگیا۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ بادشاہ سلامت صبح کو ۹ بجے مل سکیں گے۔ رات کسی طرح کاٹی۔ صبح کو بستر تیار بنائی گئی۔ کچھ ناشتہ وغیرہ بھی تھا۔ ۹ بجے بادشاہ سلامت کی ملاقات کو گیا۔ میرا خیال تھا شاہی محل ہوگا۔ مجھے ملازم ایک نہایت معمولی مکان میں لے گیا۔ میں نے دیکھا ایک عمر رسیدہ چٹائی پر بیٹھا ہے۔ اس کے گرد چند معمولی حیثیت کے آدمی بیٹھے ہیں۔ ایک شخص اس شخص کی کھوپڑی پر کچھ مرہم پٹی کر رہا ہے۔ کھوپڑی میں ایک انچ کے اندر سوراخ تھا۔ دریافت سے معلوم ہوا بادشاہ سلامت یہی ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام علیک کی کچھ خیال نہ کیا سا جواب ملا۔ میں نے کہا یہ آپ کے سر میں کیا ہوا۔ بے فرمانے لگے سر میں درد تھا۔ جراح نے تھوڑا سا حصہ کاٹ کر ذرا ابھری ہے اور روزانہ یہی عمل کیا جاتا ہے۔ اب آرام ہے۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی۔ لیکن خاموش بیٹھ گیا۔ فرمایا نے مجھے مولوی نجم الحسن کا خط آیا تھا۔ تمہارے آنے کی اطلاع انہوں نے دی تھی۔ آج کل میں بیمار ہوں۔ کنک (گندم) کی فصل پر مدرسہ کی مالی مدد کروں گا۔ آج شام کو ۵ بجے تمہارے قیام گاہ پر آؤں گا وہاں مجلس ہوگی۔

دریافت سے معلوم ہوا کہ وہاں نہ کوئی مسجد ہے نہ امام باڑہ ہے۔ اسی مہمان خانہ میں غالباً مجلس ہوا کرتی ہے۔ خدا خدا کر کے دن کاٹا۔ ۵ بجے بادشاہ سلامت مع اپنے دس بارہ حواری موالی کے آئے۔ فرش وغیرہ کا کوئی

انتظام نہ تھا۔ مہمان خانہ کی دیوار سے تکیہ لگا کر خود بیٹھ گئے اور آئی اے پاسس صاحب خاک نشین ہو گئے اور مجھ سے فرمائش کی کہ میں کچھ ذکر کردوں۔ نہ کرسی نہ منبر نہ چوکی۔ میں نے کھڑے ہو کر آدھا گھنٹہ کچھ مناسب وقت بیان کیا۔ بہت خوش ہوئے۔ کہنے لگے بہت اچھا بیان ہے میں پھر بلاؤں گا۔ میں نے واپسی کی اجازت چاہی فرمایا صبح کو اونٹ کا بندوبست ہو جائے گا۔ صبح ہوئی اور ہم اونٹ پر سوار ہو کر محراب پور اسٹیشن آئے۔ اور مقررہ پروگرام کے مطابق آگے بڑھے۔ سندھ کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے مدرسہ واپس ہوئے۔

چند روز مدرسہ میں قیام کر کے بمبئی وہاں سے مدراس، بنگلور، میسور وغیرہ کا دورہ کیا۔ بمبئی میں عشرہ محرم کی مجالس پڑھیں۔ مختلف مقامات پر تقریر کا موقع ملا۔ مسٹر Nariman جو مشہور پارسی کانگریسی لیڈر تھے انہوں نے ایک جلسہ میں صدارت منظور کی اور مجھ سے تقریر کا ایک بڑے ہال میں وعدہ لیا گیا جو چوپاٹی پر تھا۔

مسٹر نریمان جلسہ کے روز صبح کو آئے اور مجھے اپنے ہمراہ جلسہ گاہ تک اپنی موٹر میں لے گئے۔ تقریر انگریزی میں ہونے والی تھی۔ اسی دن تلک مہاراج سرگباش ہو گئے تھے اس لئے ہندوؤں کی شرکت کی امید کم تھی۔ مسٹر نریمان نے مجھ سے خواہش کی کہ آپ آج تقریر نہ کریں اور یہ کہہ کر جلسہ

برخاست کر دوں کہ چونکہ آج ہمارے ہندو بھائیوں کے ایک لیڈر کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ شرکت نہیں کر سکتے ہیں ان کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے میں بھی تقریر کو ملتوی کرتا ہوں پھر کسی دوسرے موقع پر حاضر ہوں گا میرے اس بیان کے بعد مسٹر زیبان نے کھڑے ہو کر کہا۔ صاحبو مولانا نے بڑے ایثار سے کام لیا اور ہم اس کی بے حد قدر کرتے ہیں انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر آپ کو مسٹر حیدری کی تقریر سننے کا موقع دیں گے۔ جلسہ برخاست ہوا اور سب لوگ بے حد خوش گئے۔ بمبئی سے مدراس آیا۔

مدراس کے قیام کے زمانہ میں روزانہ شب میں اور اکثر دن کے اوقات میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندو اور عیسائی حضرات آتے رہتے اور مختلف مسائل پر گفتگو رہتی جو ابات جو ان کو برجستہ دیئے گئے وہ بے حد اطمینان بخش تسلیم کئے گئے۔

ان حضرات کے ساتھ ہمارے مدراس کے بزرگوار آقای محمد خلیل شیرازی، آقای سید مصطفےٰ اصفہانی، میر قاسم علی جلدی، میر مرتضیٰ رضا علی صاحب متولی امامباڑہ بابجان حسو میاں صاحب، مولوی بھائی، آقای محمد مہدی قاضی مدراس، سید اسمٰعیل اصفہانی مع برادر خورد اور دوسرے بعض اشخاص نصف شب تک قیام کرتے تھے۔

یوگی سندر لنا رائم ریٹائرڈ انجینیر۔ مسٹر آر ایس کرشنا سوامی جی B.A.

عالیجناب مولوی سید جعفر مہدی صاحب رزم
تعلقہ دار ردولی

ٹریفک آفیسر [illegible] ریلوے ہیں؟ تھے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر سندرراجم نے اپنے مسلم ہو جانے کا اقرار حاضرین کے روبرو کیا اور دوسرے لوگوں نے بھی عیسائی حضرات میں Rev. H. Ajeeriam B.D. (Copenhagen) کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے موصوف نے ہمارے تمام دلائل کو سن کر ہر جلسے میں تعریف کی اور بے حد درجہ کی پسندیدگی کا اظہار کیا۔

۱۰ر نومبر کو بنگلور کے واسطے روانہ ہوا اور یہاں ۱۲ر دسمبر [illegible] تک قیام کیا۔ اس عرصہ میں متعدد لیکچر مختلف مقامات پر ہوئے۔ سب سے پہلے "دیندار انجمن بنگلور" نے دو تقریروں کا بندوبست بمکان محمد علی ہال میں کیا۔ پہلی تقریر "تعلیم قرآن مجید" اور دوسری "اسلام کوئی جدید مذہب نہیں ہے" ان موضوعات پر ہوئیں۔

ان جلسوں کا یہ اثر ہوا کہ "اہلسنت والجماعت" کی طرف سے ایک تیسری تقریر کا اسی ہال میں اعلان کیا گیا۔ اس جلسے میں شریک ہونے والے معززین میں جناب جلالتمآب سر مرزا اسمٰعیل شیرازی دیوان بہادر آف میسور اور ان کے لائق فرزند مسٹر ہمایوں مرزا تھے جو آج انڈین یونین میں (اکتوبر ۱۹۴۸ء) کسی وزارت کے عہدہ پر فائز ہیں اور مسٹر ہمایوں مرزا کے ددھیال جو میرے میزبان کے فرزند مسٹر مرزا ہاشم شوستری زاد شوکتہ کے نام آئے تھے وہ اس سلسلہ

یہ قابل ذکر ہیں اور وہ حسب ذیل ہیں ۔

(1) Carlton House
Bangalore

My dear Al Mirza Hashim Sahib

My father will be very glad to see your guest tomorrow morning at 7.30 a.m. I liked him immensely.

Yours sincerely

1.12.38. Humayun Mirza.

(2) My dear Al Mirza Hashim Sb.

The Dewan Sb will be coming. Your letter did much in the matter. I hope I am not violating your invitation if I accompany him. I am madly in love with the sermons.

Yours sincerely

2.12.1939 Humayun Mirza

سیٹھ غلام حسین قاسم مرحوم
جو ستائیس سال سے زیادہ مسلسل کراچی میونسپل کارپوریشن کے ممبر رہے

اس تقریر کے بعد اب حضرات اہل اسلام میں ایک غیر معمولی جوش
پیدا ہوا اور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ "سوری مسجد" میں جو اہلحدیث حضرات
کی مشہور مسجد ہے اس میں وعظ کی بنا ہوئی اس کے اشتہار سے اہل جماعت
کے جوش اور خلوص کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اشتہار حسب ذیل ہے یہ یاد ہے
کہ ہر جلسے کے واسطے ہزاروں کی تعداد میں اشتہار اور پوسٹر شائع ہوتے تھے
اور مخصوص حضرات کے پاس دعوتی کارڈ خصوصیت کے ساتھ بھیجے جاتے تھے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نستعینہ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

نوید موعظت آمود

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر میخواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

بحمداللہ تعالیٰ شانہ' ان دنوں خوبیٔ قسمت سے مدرسۃ الواعظین
لکھنؤ کے مشہور واعظ فصیح اللسان مقرر آتش بیان عالم بے بدل فاضل
اجل نامور یگانہ مشہور زمانہ مبلغ اسلام مناظر بے نظیر متبحر دلپذیر عالیجناب
فیض مآب مستغنی عن الاوصاف والالقاب جلالت انتساب مولانا وبالفضل
اولٰنا مولوی علامہ فہامہ نقار علی صاحب قبلہ حیدری کا زالت شموس
فیوضاتھم بازغۃ کی تشریف آوری سے دردل کے مواعظ حسنہ سے

برصغیر وکبیر برنا و پیر مستفیض ہوئے۔ لہذا آج بعد نماز جمعہ مبارک موودی مسجد معہ کمر بنگلور میں علامہ ممدوح الصدر کا نہایت ہی فصیح و بلیغ وعظ دلپذیر حُسن استقرار پایا ہے۔ امید کہ عاشقان مواعظِ حسنہ مصطفویؐ و جان نثاران نصائح مبارکہ مرتضویؑ تشریف ارزانی فرماکر گوہر آرزو سے دامن مُراد کو پُر کرلیں گے۔۔۔ اور اہل جماعت و ملتمسین کو شکریہ کا موقع عنایت فرمادیں گے۔

بنگلور کے قیام کے زمانہ میں سابق میں ذکر کیا جاچکا کہ پہلے دو جلسے دیندار انجمن کی طرف سے ہوئے تھے جس کے ذمہ دار اور سکریٹری مسٹر عبدالجبار خلیل ایڈوکیٹ بنگلور تھے۔ دیندار انجمن ایک خود ساختہ نبی مسٹر صدیق حسن کی بنائی ہوئی تھی۔ یہ جناب کسی اسپتال میں کمپونڈر تھے وہاں آپ کو یہ مرض لاحق ہوا کہ آپ اپنے آپ کو مامور من اللہ سمجھنے لگے۔ ان کا تذکرہ اگرچہ طوالت کا باعث ضرور ہوگا لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے حالات کا مطالعہ کرنے والے حضرات کو صحیح اندازہ ہوسکے گا کہ کہاں کہاں اور کس کس قسم کے لوگوں سے سابقہ رہا ہے۔

ان صدیق صاحب کے چند عدد مرید آج بھی کراچی میں سائیکل پر گشت کرتے نظر آتے ہیں۔ ان کی تعداد کراچی میں مشکل سے دو درجن (مرد و زن) ہوگی لیکن ہیں سب میاں صدیق کے متوالے۔ ان کی علامت شناخت

مولوی صدیق حسنین المعروف بہ صدیق دیندار
چن بسویشور آپ "یوسف ایہا الصدیق"
کا اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے تھے

پہ ہے ۔ سبز عمامہ سر پر ہے ۔ داڑھی لمبی ۔ اور کاکل دراز ۔ لباس مناسب حال شلوار قمیص وغیرہ ۔ ان پیر گرد یا پیر مرشد کا دعویٰ تھا کہ وہ "یوسف" ہیں اور قرآن مجید میں اپنا نام "یوسف ایہا الصدیق" جو سورۃ یوسف کی آیت ۴۶ میں درج ہے بتاتے تھے ۔ اب تو آنجہانی ہو گئے لیکن تھے معجون مرکب (یہ باعتبار کمپونڈر ہونے کے کہا گیا ہے) آپ نے اشتہار بازی خوب کی اور پیراں نمی پرند مریداں می پرانند کے مصداق تھے ۔ اس وقت ہمارے پاس ان کے مرحمت کئے ہوئے چند کاغذات ہیں (۱) اس میں آپ کا فوٹو ہے ۔ اُلٹے ہاتھ میں چھڑی ہے سیدھے ہاتھ میں قرآن مجید ہے عمامہ سر پر ہے ۔ عبا بر دوش اور شیروانی ۔ پاجامہ ۔ بوٹ وغیرہ سب کچھ ہے اس تصویر کے سر پر ایک خود ساختہ حدیث بھی درج ہے جس کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ دنیا کے پردہ پر کوئی شخص اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ اُن کتابوں سے پیش نہیں کر سکتا جن کے حوالہ سے درج کی گئی ہے ۔

"یوسف ایہا الصدیق"

بائیں طرف ترجمہ بزبان کنٹری	جناب کا فوٹو	سیدھی طرف ترجمہ حدیث اردو زبان میں

تصویر کے اوپر کچھ عبارت کنٹری زبان میں لکھی ہے اور اس طرح

پاکٹ میں تو کچھ عبارت کنڑی زبان میں درج ہے۔
ان تصویر اور "یوسف بہا التصدیق" کے اوپر عربی عبارت حدیث کی
ملاحظہ ہو۔

ستكون بينكم وبين الروم اربعة هدن يوم الرابعة على يد رجل سبع سنين يخرج ... من ولد ... ابن اربعين سنة كان وجهه كوكب دري في خده الايمن خال اسود عليه عباءتان قطوانيتان كانه من رجال بني اسرائيل الخ الاذاعة ص ... مشكوة ص ... اور
کنز العمال۔

(۲) ... وقت ... اکتوبر ۱۹۴۱ء ۵ بجے شام ہمارے دورہ
ہے اس میں جو حدیثیں درج ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) عن عبد الله بن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتي يواطئ اسمه اسمي رواه الترمذي وابو داود وفي رواية له قال لو لم يبق من الدنيا الا يوم لطول الله ذلك اليوم حتى يبعث الله فيه رجلا مني او من اهل بيتي يواطئ اسمه اسمي واسم ابيه اسم ابي يملأ الارض قسطا وعدلا كما ملئت ظلما وجورا۔ وعن ام سلمة قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول المهدي من

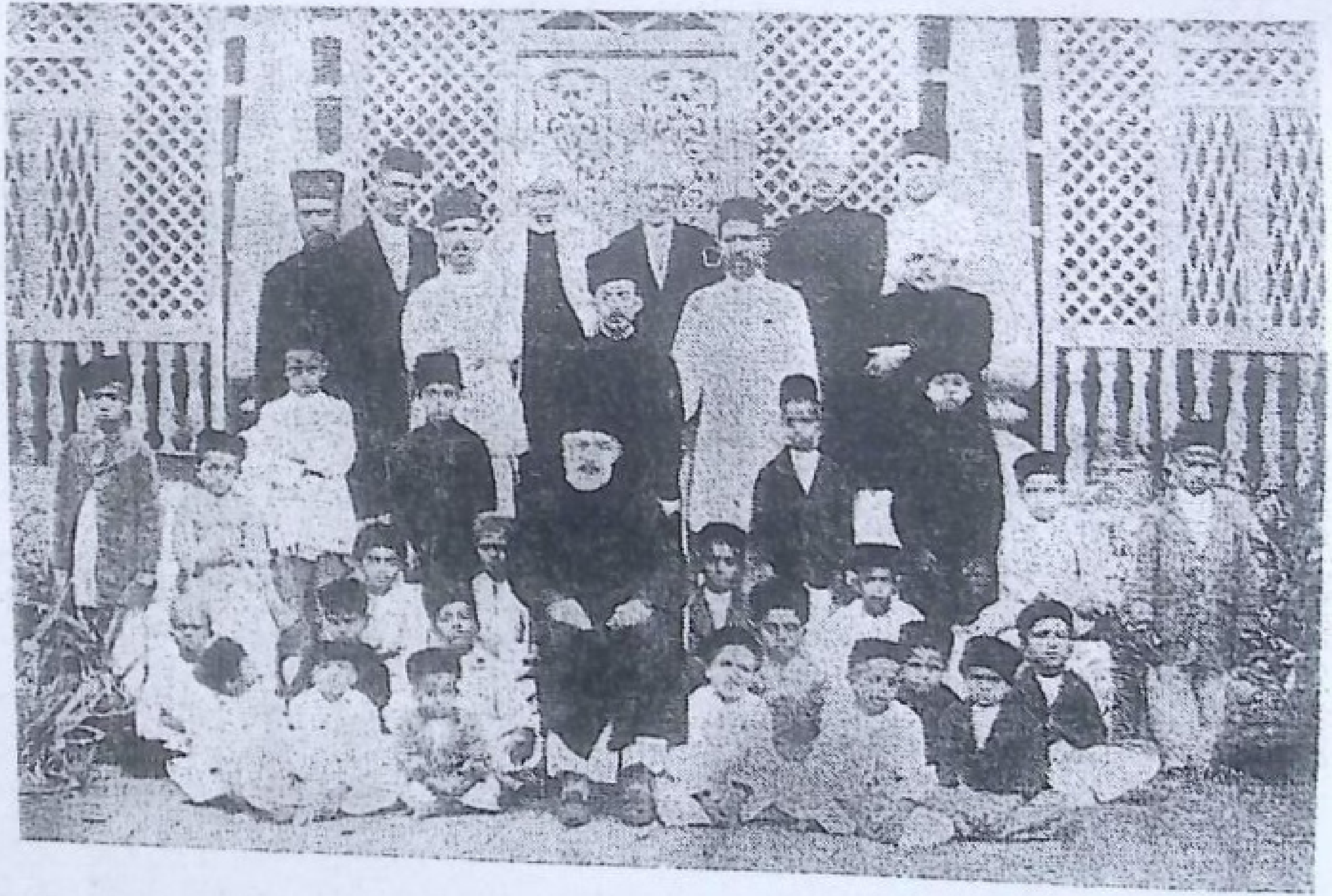

گروپ مسجد اثنا عشریہ میسور جس میں مولانا آقاء علی حیدری کی پشت پر
میر قاسم علی تبریزی بیٹھے ہیں

عِتْرَتِي مِنْ أَوْلَادِ فَاطِمَةَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَهْدِيُّ مِنِّي أَجْلَى الْجَبْهَةِ أَقْنَى الْأَنْفِ يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِنِينَ رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ۔ (صفحہ ۴۷۰ ختم ہوا) ان احادیث کا حاصل ترجمہ یہ ہے۔

عبد اللہ ابن مسعود کی روایت ہے کہ حضور انورؐ کی ذریت یا اہلبیت میں سے ایک بزرگ دنیا کے ختم ہونے سے پہلے پیدا ہوگا جو سارے ملک عرب پر حکومت کرے گا۔ اور وہ حضور انور کا ہمنام (یعنی محمدؐ) ہوگا۔ یہ روایت ترمذی اور ابوداؤد میں ہے۔

دوسری روایت میں یہ درج ہے کہ اگر دنیا کی عمر سے صرف ایک دن ہی باقی رہے گا تو اللہ تعالے مجھ سے یا میرے اہل بیت سے ایک شخص کو اٹھائے گا جو میرا ہمنام ہوگا اور جس کے پدر بزرگوار کا نام بھی میرے والد کا نام ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے ایسا بھر دے گا جیسا اس کے ظاہر ہونے سے قبل ظلم و جور سے بھری ہوئی تھی۔ اور حضرت ام سلمہ کی روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے آنحضرتؐ سے سنا کہ حضور نے فرمایا۔ مہدیؑ میری عترت سے اور میری بیٹی فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔ یہ روایت بھی ابوداؤد کی ہے۔ اور حضرت ابو سعید خدریؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد

فرمایا کہ مہدی مجھ سے ہوگا۔ اس کی پیشانی روشن (چمکدار ہوگی) اور وہ بلند
بینی ہوگا۔ وہ دنیا کو عدل و انصاف سے ویسا ہی بھر دے گا جیسا کہ وہ اس
سے قبل ظلم اور جور سے بھری ہوئی تھی۔ وہ سات برس تک سلطنت کرے
اس حدیث کو بھی ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

لیجئے مشکوۃ اور ابو داؤد میں تو آپ کی تصنیف کردہ حدیث ملی نہیں اور
کنز العمال کا آپ نے صرف صفحہ ۱۰۸ لکھا ہے معلوم نہیں کس جلد کا یہ صفحہ
ہوگا۔ لیکن ہم کو یقین ہے کہ اس جھوٹے مدعی مہدیت نے وہ بھی اسی طرح
تصنیف کر دیا۔ سوچا ہوگا کہ کون کمبخت علماء میں کس کو پڑی ہے جو کتابوں کی
چھان بین کرے گا۔ انگریزی داں کوئی پھنس گیا تو اس کو اپنی چکنی چپڑی
باتوں سے مرعوب کر لوں گا۔ یہ کیا خبر تھی کہ ان کی زندگی ہی میں ان کے
اکاذیب کا تجزیہ کر دیا جائے گا اور آنجہانی ہونے کے بعد ایک کتاب [illegible]
ان کے ہذیان کی پول کھول کر ہمیشہ کے لئے باقی رکھی جائے گی۔ چار صفحہ پر
تصویریں ہیں۔ پہلے صفحہ پر یہ ہے جو اوپر ذکر کیا جا چکا۔ دوسرے اور تیسرے
صفحہ پر دونوں ہاتھوں کا فوٹو ہے اور چاروں طرف کنڑی زبان میں کچھ لکھا
ہے۔ چوتھے صفحہ پر آپ کی تصویر کا پچھلا رخ ہے یعنی لنگی باندھے۔ اور چادر
اوڑھے بیٹھے ہیں اور پیٹھ کھلی ہے جس پر کوئی نشان ہے۔ ہاتھوں کے نشانوں
اور منہ کے نشان کو بتایا کرتے تھے کہ یہ ہندوؤں کی پرانی کتابوں میں جن [illegible]

کی علامات ہوں گی۔ اس لئے آپ نے اپنا نام صادق دیندار چن بسویشور رکھ لیا تاکہ مسلم اور غیر مسلم سب کو دھوکہ دیا جا سکے۔

آپ کی ساری روداد تو بہت وقت اور صفحات چاہتی ہے۔ لیکن ناظرین کی دلچسپی کے لئے صرف چند جملے لکھ کر اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔ جن حاشیوں کا آپ نے حوالہ دیا اور اصل عبارت نقل کی ہے اس میں "کان وجہہ کوکب دری" اس کا چہرہ ستارہ صبح کے مانند روشن ہوگا اور "فی خدہ الایمن خال اسود" اور اس کے سیدھے رخسار پر سیاہ تل ہوگا۔ میں اپنے ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ اس دروغ گو کے سیدھے رخسار پر سرخ تل تھا اور وہ ناک کے قریب لٹکا سا تھا۔ سیاہ ہرگز نہ تھا۔ ممکن ہے میرے اس بیان سے ناظرین کا اطمینان نہ ہو تو اب آپ کا ایک ایسا بیان پیش کرتا ہوں جس میں ایک حصہ حدیث کا تو قطعی غلط ثابت ہو جائے گا۔ اور دوسرا اس کے ساتھ ہی خود بخود غلط ثابت ہوگا۔ خدا کے فضل سے آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرح شاعر بھی تھے۔ چنانچہ آپ کی کتاب "خاتم النبیین" میں "اظہار انسان کامل" کی سرخی کے تحت ص۵ تا ص۶ بہت سے اشعار درج ہیں جس میں آپ نے اپنے انسان کامل ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے ارشاد فرماتے ہیں۔ ص۶ کے شعر والے درج ذیل ہیں جن سے آپ کی ہرزہ سرائی کا نمائش ثابت ہوگا۔

راز دانوں کے لئے جنت عرفاں ہوگئیں — اس کا اظہار کروں کس طرح حیراں ہوگئیں

کوئی شے ایسی نہیں جو نہ تجھ میں ظاہر — مظہر عالمیاں ہے تو یزداں ہوں میں

میرے مائدے پہ مری رہتی ہیں تنہا کو غذا — علم ہر جنس کا ہے سب پہ حکمراں ہوں میں

یہ وہ شے ہے جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی — گرچہ ذات میں احد سب پہ نمایاں ہوں میں

کوئی پارہ فلک کا نہیں تجھ سے باہر — ہر فلک سا مجھ میں ہے افلاک میں ذرہ ذراں ہوگئیں

جتنے دنیا کے ہیں سب پہاڑ ہیں مجھ میں موجود — گرچہ میں رکتا ہوں ہے مرا جلوہ دامن جولاں ہوں میں

یہ نظر استغفار صرف یہی چند شعر درج کرتا ہوں آخر زبردستی سے صدیق کا گھونٹ گھول دیا۔ گرچہ میں نے کہا اگر دعویٰ کیا جو دری ہو سکتا ہے تو بے شک یہ صدیق اور ان کے پدر بزرگوار کی سیرت نہیں اگر یہ غلط ثابت ہو گیا تو ناظرین کہیں لعنت اللہ علی الکاذبین۔

مسٹر عبدالجبار خیری نے ان کو تار دیے اور میری ملاقات کے واسطے راچور سے طلب کیا تھا۔ اور پہلی ہی ملاقات میں آپ کی ساری باطنی زندگی معلوم ہو گئی آغا مرزا علی رضا صاحب شوستری مرحوم کے یہاں ایک صبح کو ناشتہ پر آپ بلائے گئے مجھ سے فرمانے لگے "حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے متعلق آپ کا کیا عقیدہ ہے؟" میں نے کہا "افسوس ہے مجھے ان بزرگوار سے شرف نیاز حاصل نہیں ہوا" کہنے لگے "تمہارے علی ہرگز بخشے نہ جائیں گے جب تک ان کا قدم مبارک اپنے سر پہ نہ رکھیں گے" میں نے گھبرا کر پوچھا۔ یہ

لیوں۔ ان حضرت کا کوئی قرضہ حضرت علی کے ذمہ تھا جو وہ ادا نہ کر سکے ان کی زمینداری میں رہتے تھے اور لگان ادا نہیں کیا۔ آخر اس کا سبب کیا ہے۔ فرمانے لگے تم کو معلوم نہیں آنحضرت نے فرمایا ہے" قدمی ھٰذہ علی رقبۃ کل و قدمک علی رقبت کل اولیاء" میرا قدم تیری گردن پر ہے اور تیرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہوگا۔ میں نے کہا جناب والا یہ بخاری شریف کی حدیث ہے یا صحیح مسلم کی۔ کہنے لگے میں آدمی کا بیڑا غرق کر دیتا ہوں۔ میں نے خیال کیا کہ یہ جوان ہے مجھے پیر ضعیف سمجھ کر دھونس دینا چاہتا ہے۔ پہلو میں کرسی پر بیٹھے تھے میں نے گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا "تو نے مجھے ضعیف سمجھا ہے۔ میں علیؑ کا نام لیکر ابھی تیری گردن توڑ دوں گا۔" لوگ درمیان میں آ گئے اور بات رفع دفع ہو گئی۔

دوسرے دن میں ان کی جھونپڑی پر گیا جو شہر سے ۴ میل کے فاصلہ پر تھی وہاں ان کے گرد چند عوام کا مجمع تھا۔ ایک شیر کی کھال کسی مرید نے پیش کی تھی وہ رکھی تھی۔ اب کل والی بات ان کو یاد نہ رہی خوب اچھی طرح سے بات چیت کرنے لگے گویا کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ میں نے کہا "یار یہ شیر کی کھال ہم کو دیدو۔ تم تو اللہ والے ہو تم کو اس کی کیا پرواہ ہے۔" فوراً کھال کو پشت پر رکھ کر کہنے لگے۔ تمہارے جاننے والے حیدرآباد میں بہت ہیں۔ سالار جنگ سے کہو گے وہ تم کو چار (شیر کی) کھالیں منگوا دینگے

اُن کی نبوت کا جائزہ لے کر یہ چلا میرے ساتھ ایک شخص اور اٹھا جو ان کی بیعت کر چکا تھا وہ لعنت کرتا ہوا اٹھا اور کہنے لگا یہ تو پکا دنیادار ہے اس نے اپنا نام دیندار رکھا ہے۔ میں نے توبہ کی اب اس کے پاس نہ جاؤں گا۔ اسی "یوسف ایہا الصدیق" نے بڑی تقطیع کے دس صفحہ پر۔

ایک لاکھ روپیہ کی تحریک

کی سرخی سے ایک مضمون چھاپا ہے۔ جس کی اردو بالکل کنٹری زبان کی اُردو ہے۔ اس کی غلطیوں کی طرف توجہ دلانا مقصود نہیں ہے صرف یہ بتانا ہے کہ ان ذات شریف نے اوس زمانہ کے تمام مسلم نوابین راجاؤں۔ مشاہیر اور قومی لیڈروں سے اپیل کی کہ یہ رقم جمع کرا دیں اور اس کا حساب خرچ کا حسب ذیل شائع کیا ہے۔

صدر انجمن یعنی ذات شریف کی رائے سے یہ رقم خرچ کی جائے گی جس روز بنک میں جمع رہے گی۔ دو مرکز ہوں گے ایک بنگلور دوسرا رائچور۔ ان دو مرکزوں میں ایک ایک کارخانہ رہے گا جس میں مختلف صنعت و حرفت کے آلے مثلاً لوہاری۔ نجاری۔ خیاطی۔ جولاہی وغیرہ کے آلات رہیں گے۔ ان کارخانوں کا ابتدائی خرچ کا اندازہ صہ ۵۰ ہزار روپیہ لگایا گیا ہے۔ رائچور میں ایک ٹریننگ کالج رہے گا۔ جہاں مبلغین تیار کیے جائیں۔

گے۔ اس کالج کا کورس تین سال کا ہوگا۔ عربی۔ اردو۔ گنٹری۔ سنسکرت۔
اور تلنگی کے پروفیسر رہیں گے یہ ہندوستان کی مذہبی علم والا ہوگا۔ اعلیٰ علماء۔ لیکن
کا ہوگا۔ اور متعدد اسکولز رہیں گے جن میں بچوں کو تعلیم دی جائے گی۔ کالج اور
اسکولوں کے خرچ کا اندازہ ۲۵۰۰۰ روپیہ لگایا گیا ہے۔ ایک پریس
اور دو رہے گا جس کا اندازہ ۱۰۰۰۰ روپیہ لگایا گیا ہے۔

قرآن مجید کا ترجمہ بزبان گنٹری مع متن عربی چھپوانے کے لیے
بلاکس بنانے کے واسطے لندن درخواست بھیجی ہے اس کام کا ابتدائی
خرچ ۵۰۰۰ روپیہ لگایا گیا ہے۔

لٹریچر کی اشاعت کے لیے ۵۰۰۰ روپیہ کا اندازہ لگایا گیا ہے

صاحبانِ فہم بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ ۱۰۵۰۰۰ روپیہ کی رقم
اگر ایک دفعہ سب صرف کر دی گئی تو یہ کام ہوگا اور نہ دام باقی رہیں گے
اور اگر یہ رقم بینک میں جمع کر دی گئی تو اس کا منافع زیادہ سے زیادہ
۲۵۰؍ روپیہ ماہوار رہا تو پھر ایک کالج اور متعدد اسکول۔ کارخانے
اور آلات یہ سب کس طرح سے فراہم ہوں گے اللہ ہی جانے۔ اس نقل کے
انسان کے بھی صدہا ماننے والے پیدا ہو گئے تھے۔ اپنی ولادت کے متعلق مرزا
صاحب قادیانی کا ایک شعر اپنی کتاب کے صفحہ ۸۵ پر لکھا ہے جس میں آپ
کے یوسف ہونے کی سند ہے مرزا صاحب فرماتے ہیں ۔

گو کہو دیوانہ پر کرتا ہوں اس کا انتظار   آ رہی ہے ابتو خوشبو اپنے یوسف کی مجھے

یہ شعر یوسف بہا الصدیق کے بیان کے بموجب مرزا صاحب نے سنہ ۱۸۸۶ء
میں تصنیف فرمایا تھا۔ سنہ ۱۹۲۱ء میں یہ بزرگوار مدعی صدیقیت ہوئے تو اس
حساب سے آپ کا سن ۱۳۳۲ھ میں ۳۴ سال کا ہوتا ہے اور حدیث جو تصنیف کی
ہے اس میں ''اِبْنُ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً'' چالیس سال عمر درج ہے۔ لہذا مرزا
صاحب کے شعر سے نہ آپ یوسف ثابت ہوئے نہ صدیقیت دیندار۔ خدا کا شکر
ہے کہ بہت جلد آپ کے مریدوں نے تائب ہونا شروع کر دیا اور دوسری
مرتبہ جب میں بنگلور گیا ہوں جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ تو مسٹر عبدالجبار
خلیل جو آپ کی انجمن کے سکریٹری اور روح رواں تھے مع اور بہت سے پڑھے
لکھے آدمیوں کے تائب ہو چکے تھے۔ مدراس سے آغا میرزا اسمٰعیل اصفہانی زاد فضلہ
نے لکھنؤ کو ایک خط انگریزی میں بھیجا تھا جو درج ذیل ہے۔

153. Broadway Madras.
28.11.1927.

H. H. M. S. Najm-ul Hasan Sb

Managing Trustee, Madrasatul-
Waizin Lucknow.

Your Holiness!

I beg to enclose D/D on the P. & O Bank for Rs 1380/9/-. Another will be sent for

over - 100/- by Agha Mohd Khaleel Shirazi;
This will be a donation from Mr J. Mohd.
Bauchu a wealthy (Sunni) merchant
of the City. Maulana Haidari arrived
here on the 16th instant and delivered
9 lectures which were so much appre-
ciated by audience of different views
that several persons requested Maulana
to stay a week more and continue his
valuable lectures; but as his programme
had already been made, he [illegible] not
stay longer. About half a dozen Hindus
of High Education used to come to Maulana
Sb, and put many questions, the replies were
so convincing and satisfactory, that some
openly declared that they were Muslims.
Every night after the lecture was over the

during the greater part of the day. Many people assembled around the Maulana Sb, and questioned on different subjects. Without the least sign of disgust or temper the Maulana Sb answered one & all to their satisfaction and sent them away quite happy & overjoyed. Apart from his propagation work the Revd. Maulana tried his level best to collect funds for the Madrasa, and because he did not require anything for himself, everybody showed his willingness for helping the institution. Because Maulana Hyderi pro-claimed that he did [illegible] require

anything for himself and that the money collected should be sent direct to Lucknow a great impression was made on the minds of the Muslims here. His lectures were very much appreciated and his manners so nice that he was requested to come down again during Ramzan & Moharram but he refused. We hope that he will come here again & again to propagate Islam.

Yours obedly
S. Ismail Isfahani.

بنگلور میں اس مرتبہ چند روز اور قیام کرنا پڑا۔ ۲ر دسمبر کو جو جلسہ ہونے والا تھا اس کے متعلق ایک صاحب عبدالعلی نامی نے جنرل بازار بنگلور سے ایک خط بھیجا تھا جو بیحد دلچسپ تھا اس کی نقل درج ہے :-

"جناب مولانا و بالفضل اولانا مولوی لقار علی صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم۔ دو روز کے وعظ سے آپ کے جو اثر عوام پر ہوا ہے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ماشاء اللہ۔ یہ خدا صاحب کا دین ہے کہ وہ آپ کو ایسی خوش بیانی کی

نعمت عطا فرمایا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں یہاں اچھے اچھے واعظین آئے مگر ہم نے آپ جیسے خوش بیان عالم و واعظ کو نہیں دیکھا۔ مگر اس وقت ہم کو اس بات کا اشتیاق ہے کہ خلفاء راشدین کے بارہ میں کچھ بیان فرما دیں جنہوں نے اپنے آقا و نعمت خواجہ دو سرا سرکار عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس درجہ غلامی و تابعداری کی ہے جس کی مثال نہیں مل سکتی۔ لہٰذا ضروری ہے کہ خلفاء راشدین کی بھی تعریف بیان کی جاوے۔ نیز مرزا قادیان اور قادیانیوں کے بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے۔ ارشاد فرمائیں تو ہمارے اطمینان کا موجب ہوگا۔"

ہم نے حضرات شیخین کرام کے فضائل بیان کئے اور مجمع نے بیحد پسند کیا چودھری دلو رام کوثری کی وہ نظم جو حیدر آباد دکن کے مشہور روزنامہ "صبح دکن" میں شائع ہوئی تھی پڑھی۔ اس نظم میں موصوف نے درج کیا تھا کہ جب بیت المقدس فتح نہ ہوتا تھا۔ تو اسلامی فوج کے کمانڈر نے حضرت عمر فاروق کو عریضہ لکھا کہ حضور بہ نفس نفیس تشریف لائیں۔ آپ آمادہ ہوئے۔ آپ کا ایک باوفا غلام افلح نامی آپ کے ساتھ تھا اور یہ طے ہوا تھا کہ ایک دن خود حضور سوار ہوں گے اور ایک دن افلح سوار ہوگا۔ نظم کے چند شعر یاد ہیں جو اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔

یوروشلم کی راہ کو اب تک یہ یاد ہے ۔۔۔ یعنی کیا سفر جو سپاہ تہام نے

(حضرت اپنے غلام کے ہمراہ سفر کر رہے تھے)

یوں چڑھتے اور اترتے کیا طے سفر تمام
حتیٰ کہ آپہنچے بیت مقدس کے سامنے

چڑھنے کی باری اس گھڑی آقا کی تھی مگر
مضطر عمر تھے۔ ناز کیا گردگام نے

مضطر عمر تھے اور تھا آقا چڑھا ہوا
اس حال میں حضور کو دیکھا عوام نے

میں نے عرض کیا۔ برادران عزیز آپ کی تمام کتابیں ان بزرگوں کے فضائل سے بھری پڑی ہیں۔ ملا علی متقی نے کنز العمال میں تحریر کیا ہے کہ جناب ابوبکر صدیق کی مالی حالت کمزور تھی۔ تجارت کپڑے کی کیا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ کے شفیق چچا حضرت ابو طالبؑ اور آپ کی رفیقہ حیات ام المومنین جناب خدیجہ کا انتقال ہو گیا تو حضورؐ نے اس سال کا نام عام الحزن رکھا۔ اور بے حد مغموم و حزین رہنے لگے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے جب یہ حال دیکھا تو بہت متردد ہوئے اور خدمت مبارک میں عرض کی حضور جی چاہتا ہے کہ اپنا جان و مال حضور پر نثار کر دوں۔ معلوم نہیں جان نثاری کا موقعہ زمانہ دے یا نہ دے میں اپنی پیاری کمسن بیٹی کو حضور پر قربان کرتا ہوں اس کو اپنی کنیزی میں قبول فرمائیے۔ حضورؐ نے اپنے رفیق کے اس ایثار اور قربانی کو بنظر استحسان دیکھا۔

آج کا جلسہ بے حد شاندار اور کامیاب رہا۔ نمبر سے ذیل میں میسور کے واسطے روانہ ہوا۔ جہاں سے دعوت آئی تھی۔

۶ ر دسمبر کو ٹاؤن ہال میسور میں میر قاسم علی تبریزی نے جلسہ وعظ کی بنا کرائی۔ یہاں میں صرف ۳-۴ دن کے واسطے آیا تھا۔ ایک تقریر مسجد اثنا عشریہ میں ہوئی۔ دونوں جلسے ہر اعتبار سے کامیاب ہوئے۔ ارکان انجمن نے ایک فوٹو مسجد کے صحن میں بنا کھنچوایا جس نے وسط میں مجھے بٹھایا اور دونوں طرف اور پشت پر ارکان انجمن بیٹھے سامنے وہ اطفال بیٹھے جو اس انجمن کے مدرسہ میں زیر تعلیم ہیں۔

میسور سے میں پھر بنگلور واپس آیا اور یہاں چند دن اور قیام کرنے اور تقریر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ ۱۰ دسمبر کو سید باقر ہینڈ سنز کی طرف سے مہمان محمد علی ہال میں وعظ کرایا گیا اور ۱۲ اور ۱۳ دسمبر کو "اہل جماعت" یعنی اہل جماعت اہلحدیث کی طرف سے مودی مسجد میں جو اہلحدیث کی سب سے بڑی مسجد ہے وعظ کی بنا ہوئی۔ یہ مسجد مولوی محمد عبدالغفور صاحب رئیس اعظم مودی محلہ کی بنا کردہ ہے۔ یہ دونوں تقریبیں بے حد کامیاب ہوئیں۔ مجمع بھی کافی تھا اور اہل شہر کسی طرح راضی نہ ہوتے کہ میں جلد واپس جاؤں۔

چنانچہ ۱۴ دسمبر کی شب میں پھر مہمان محمد علی ہال میں سید باقر ہینڈ سنز کی طرف سے جلسہ کی بنا ہوئی۔ یہ بنگلور میں اس سفر میں آخری تقریر تھی۔ مجمع کی حد نہ تھی۔ ہال اور گیلریز سب بھری ہوئی تھیں۔ اسی جلسہ کے ختم پر اردو انگریزی میں مجھے الوداع کہا گیا اور مختصر سا بیان

انجمن اسلامیہ کے صدر نے پیش کیا جو درج ذیل ہے۔ اس کثرت سے ہار پہنائے گئے کہ میں ڈھک گیا۔ یجبان محمد علی نے ایک شال تحفہ کے طور پہ پیش کی اور فرمایا کہ میری یادگار آپ کے پاس رہے۔

معزز حضرات :-

جناب مولینا مولوی لقار علی صاحب مدظلہ العالی کی تشریف آوری اور ان کے سراپا ہدایت مواعظ حسنہ کا ہم تمام تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔ عالیجناب مولانا نے جن عنوانات پر اپنی زبان معجز بیان سے وعظ فرمائے وہ بلحاظ ضرورت وقت بالکل اہم اور مفید ثابت ہوئے آپ کا طرز بیان اور استدلال اسقدر عام فہم ہے کہ معمولی استعداد والے بھی بخوبی سمجھ لیا کرتے ہیں۔ ساتھ ہی عام فہم زبان میں مشکل مسئلوں کا بخوبی ادا کرنا آپ جیسے فاضل ادیب ہی کا حصہ تھا۔ اگر ہندوستان بھر کے مولوی صاحبان اسی انداز زبان کو ملحوظ رکھ کر وعظ کیا کریں جیسا کہ حضرت مولینا صاحب کا خاص طرز بیان رہا تو ہمارے قومی اختلافات اور تنازعات یک لخت دور ہو کر پھر اسلامی اتفاق و اتحاد کا پرچم ہندوستان پہ لہرانے لگے گا۔

چونکہ یہ مولینا صاحب قبلہ کا بنگلور میں اس وقت پر آخری وعظ ہے ہم تمام آپ کو خدا حافظ کہتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ آپ کا سایہ قائم سلامت رہے آمین ثم آمین۔

The Address presented to Mr Liqai Ali Haidari by Messrs Syed Baqir & Sons on 13.12.27

Gentlemen!

It is very great pleasure that I convey our heartfelt thanks to our Maulana Sahib for the series of lectures that he delivered in Bangalore. We are grateful to him for the very homely advice that he has given us. We promise to abide by it.

Let me once more thank the Maulana Sahab for the honour he has given us in Bangalore by his visit. Maulana Haidari Zindabad - M. H. Zindabad.

دسمبر سنہ ۲۷ء کی ۲۵، ۲۶، ۲۷ تاریخوں میں شیعہ مشن کا نمود کے اجلاس ہونے والے تھے اور مدرسۃ الواعظین کی نمائندگی میرے سپرد تھی۔ اس جلسہ میں شمس العلماء علامہ سید علی حائری اعلی اللہ مقامہ بھی مدعو تھے۔ مولانا سید محمد سبطین صاحب صدر جلسہ مقرر ہو چکے تھے۔ خواجہ غلام الحسنین صاحب اعلی اللہ مقامہ بانی تھے۔ آقا سید علی شاہ صاحب قبلہ پشاوری بھی مقررین میں تھے۔ سید وحید الحسن صاحب ایڈوکیٹ صدر استقبالیہ تھے۔ اسٹیج پر صدر کے واسطے کرسی تھی اور علماء کے واسطے قالین کا فرش تھا۔ پنڈال میں نشست فرش پر تھی۔ مجمع ہزاروں کی تعداد میں تھا۔ علامہ حائری اعلی اللہ مقامہ نے فرمایا کہ اسلامی جلسے میں کرسی پر نشست مناسب نہیں ہے اگر صدر جلسہ کرسی پر بیٹھے تو میں شرکت نہ کروں گا۔

اب اراکین مشن کو تشویش پیدا ہوئی۔ میں نے مولانا سید محمد سبطین صاحب اعلی اللہ مقامہ سے مشورہ کر کے طے کیا کہ صدر بھی قالین ہی کے فرش پر بیٹھے گا۔ علامہ تشریف لائے اور جلسہ کے شروع ہونے سے قبل ہی یہ شعر کھڑے ہو کر کہا۔

مرتضیٰ سید والا قدر است   فاتح جنگ حنین و بدر است
زان سبب گرچہ فروتر بنشست   صدر ہر جا کہ نشیند صدر است

۱۰ بجے دن جلسہ شروع ہوا۔ صدر استقبالیہ کے خطبہ کے بعد مولانا سید

محمد سبطین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے وہ خطبہ ارشاد فرمایا جو کانپور کی تاریخ
میں یادگار ہے۔ سارا مجمع درود کے نعروں سے گونج رہا تھا۔ صدر کے خطبہ کے
بعد حضرت فخر الحاج والمعتمرین جناب خواجہ غلام الحسنین صاحب طاب ثراہ
نے اپنے مخصوص انداز میں اسلام کا اکمل الادیان ہونا ثابت کیا۔ سارا مجمع
محو تھا اور تقریر نہایت کامیاب ہوئی غیر مسلم حضرات بھی اچھا اثر لے کر گئے

شب کے جلسہ میں آقا سید علی شاہ صاحب آف پشاور نے نہایت پر
مغز تقریر کی - ۲۶ر دسمبر سنہ ۲۷ء کو ۱۰ بجے سے ۱۱½ تک میں نے "صراط
مستقیم کیا ہے" اس موضوع پر تقریر کی جو بے حد پسند کی گئی۔ میرے بعد علامہ
سید محمد سبطین صاحب اعلی اللہ مقامہ نے "قرآن مجید الہامی کتاب اور
سرچشمہ ہدایت ہے" اس موضوع پر ایک گھنٹے تک فاضلانہ تقریر کی
جو بے حد مقبول ہوئی۔ شب میں خواجہ صاحب اعلی اللہ مقامہ نے "معاد"
کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا۔

۲۷ر دسمبر کو ۱۰ بجے دن کے سکریٹری شعبہ مشن نے اپنی رپورٹ سنائی
اس کے بعد حضرت علامہ حائری اعلی اللہ مقامہ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے
اور مجھے سیالکوٹ جانا ضروری تھا جناب مولوی سید عنایت علی شاہ صاحب
مدیر "درنجف" نے بے حد اصرار کے ساتھ اپنے سالانہ اجلاس کے
واسطے مجھے مدعو کیا اور لکھا کہ گذشتہ کی طرح پنجاب کو سیراب کیجئے۔ اس

طرح اصرار کیا تھا کہ میں کانپور کے جلسے کی آخری تقریر جو میرے لئے خاص طور پہ رکھی گئی چھوڑ کر چلا۔ علامہ اعلیٰ اللہ مقامہ سے اجازت لی کہ وہ بددل نہ ہوں میں ان کی تقریر بغیر سنے جا رہا ہوں۔ اسٹیشن گیا گاڑی چھوٹ گئی سیالکوٹ تار دیدیا کہ دوسری گاڑی سے روانہ ہوں گا اور جلسہ گاہ میں آ گیا۔ مجھے دیکھتے ہی علامہ فرمانے لگے "وہ آ گیا نقار علی آ گیا"۔ سارا مجمع میری طرف متوجہ ہوا۔

علامہ کے بیان کے بعد اعلان کیا گیا کہ شب کے جلسے میں مولانا حیدری صاحب کا وعظ ہوگا اور موضوع "فرق اسلامیہ میں اتحاد کی ضرورت ہے" ہوگا۔ آج شب کا جلسہ دن کے جلسے سے زیادہ بڑا تھا۔ مجمع کی یہ کثرت تھی کہ پنڈال کے باہر دور تک لوگ کھڑے تھے۔ خداوند عالم کے فضل و کرم سے ایسی کامیاب تقریر ہوئی کہ صدر مسلم لیگ کانپور نے اپنے یہاں مارچ میں تقریر کا وعدہ لیا۔ میں ۱۲ بجے شب کے پھر اسٹیشن آیا اور دوسرا دن سفر میں گزرا۔ تیسرے دن صبح کو براہ وزیرآباد سیالکوٹ پہونچا۔ خوش قسمتی سے میں نے واپسی کا سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ لے لیا تھا سیالکوٹ میں اسٹیشن پر کوئی والنٹیر نہ تھا میں راہ سے نابلد۔

ارادہ کیا کسی ہوٹل میں قیام کروں اور دوسری گاڑی سے واپس چلا جاؤں استخارہ منع آیا۔ ایک تانگہ میں اسباب رکھ کر چلا جس سے پوچھتا

ہوں انجمن امامیہ کا اجلاس کس جگہ ہے۔ کسی کو معلوم ہو تو بتائے۔ بدقت تمام اس جگہ پہونچا جہاں جلسہ تھا۔ حکیم مصطفےٰ حسین صاحب برادر حکیم مرتضےٰ حسین صاحب مرحوم ایک دالان میں کھڑے ہوئے تقریر کر رہے تھے مشکل سے سو ڈیڑھ سو آدمی ہوں گے۔ میں ایک پہلو کے حجرہ میں بیٹھا تھا جس میں سامان تعمیر کا ڈھیر تھا۔ مولوی سید عنایت علی شاہ صاحب کو اطلاع کرائی موصوف نے فوراً اعلان کیا کہ شام کو جلسے میں مدرسۃ الواعظین کے مایہ ناز واعظ بیان فرمائیں گے سب حضرات جلد تشریف لائیں۔

بارش بشدت ہوئی اور جلسہ صرف ملتانی ذاکروں کی خوش الحانی پر ختم ہوا فوراً اعلان کیا گیا کہ صبح کو ۱۰ بجے حضرت علامہ حیدری کا وعظ ہوگا تمام اہالیان شہر شرکت کریں۔ بارش کی شدت پھر دن بھر رہی۔ کوئی جلسہ نہ ہو سکا اور میں جس جگہ ٹھہرا تھا وہاں سے باہر نکلنے کا بھی موقع نہ ملا۔ میں نے واپسی کا مصمم ارادہ کیا۔ تانگہ منگایا۔ اور اسٹیشن آیا۔ مولوی سید عنایت علی شاہ صاحب اس وقت تشریف لائے جب گاڑی حرکت میں تھی۔ مصافحہ کر کے واپس گئے اور فرماتے گئے زادراہ انشاء اللہ عنقریب مدرسہ کو بھیجدوں گا۔

سیالکوٹ سے لکھنؤ واپس ہوا۔ یہاں مجھے مئو ناتھ بھنجن کے انجمن اسلامیہ کے جلسوں میں بلایا گیا تھا۔ ان جلسوں میں مولانا سید محمد سجاد صاحب

قبلہ بنارسی۔ مولوی سید ظہیر صاحب دہلوی۔ مولوی سید ابن حسن صاحب نونہروی
مولوی محمد صالح صاحب عرشی بنارسی۔ اور حکیم مرتضیٰ حسین صاحب الہ آبادی
مدعو تھے۔ ان سب حضرات کو بھی خاص طور پر بلایا گیا تھا۔
بعض حضرات تشریف نہ لاسکے اور سب کی جگہ مجھی کو تقریر کرنا پڑی۔
مولوی سید محمد صاحب کچھوچھوی بھی تار پر بلائے گئے تھے موصوف نے میرے
بیانات کی حرف بحرف تائید کی اور بے حد پسند کیا۔

وسط جنوری ۲۸ء میں مدرسۃ الواعظین کے سالانہ اجلاس کی
بنا تھی۔ اعلیٰ حضرت جنت مکان نواب سید محمد حامد علی خاں صاحب بہادر
والی رامپور صدر تھے مجھے بلایا گیا تھا۔ لکھنؤ پہنچا۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا
کہ انجمن اسلامیہ سیوان ضلع سیتاپور کی طرف سے مجھے سالانہ جلسوں میں تقریر
کے واسطے بلایا گیا ہے۔ ۲۲ جنوری کو روانہ ہوا۔ وہاں میری تقریر کا موقع
ملا۔ جناب شیخ بادشاہ حسین صاحب مرحوم جناب علامہ شیخ فدا حسین صاحب
مرحوم اور جناب شیخ تجمل حسین صاحب مرحوم سے ملاقات کا موقع ملا۔ ان
تینوں حضرات نے میرے بیانات کو بے حد پسند کیا۔ ادھر عوام کا تو یہ حال
تھا کہ کسی طرح جانے نہ دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ دو تین دن اور قیام
کروں لیکن مجھے پٹنہ۔ گیا کے جلسے میں شرکت کے لئے جانا ضروری
تھا۔ لکھنؤ آیا اور ... روانہ ہو گیا
پٹنہ پہنچا ...

واسطے درخواست دیدی گئی۔ شفیقی سید محمد زاہد صاحب مرحوم لکھنؤ کے سٹی
مجسٹریٹ تھے۔ منٹوں میں درخواست مکمل کر کے دفتر میں بھجوا دی۔

پرتاب گڑھ جاتے ہوئے ریل میں پنڈت واسدیو شاستری سکریٹری
سٹی آریہ سماج لکھنؤ کا ساتھ ہوا۔ دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ وہ پرتاب
گڑھ ان جلسوں میں شرکت کے واسطے جا رہے ہیں۔ انہوں نے از خود بیان
کیا کہ مسلمانوں کے تمام اعتراضات کا جواب ہم نے دیدیا ہے اور ہر کتاب
کے جواب میں کتاب لکھدی ہے لیکن "ابطال التناسخ" کی رد ابتک نہیں
ہو سکی ہے۔ (یہ کتاب حضرت علامہ سید محمد ہارون صاحب زنگی پوری اعلی
اللہ مقامہ کا قلمی شاہکار ہے اور مدرسۃ الواعظین کی جانب سے شائع ہوئی
تھی) پرتاب گڑھ پہونچے۔ شیخ الملت شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری نے
اپنے پاس ہمارے قیام کا انتظام کیا تھا کیونکہ ان کو اندیشہ تھا کہ دوسرے
مقام پر طہارت کا انتظام نہ ہو سکے گا۔ دوسرے دن جلسہ تھا۔ جناب خواجہ
غلام الحسنین صاحب پانی پتی اعلی اللہ مقامہ کو تار دیدیا تھا کہ موصوف بھی
جلسے میں پہونچیں وہ اس وقت میرٹھ گئے ہوئے تھے۔ میں چاہتا تھا کہ
جناب خواجہ صاحب کے تشریف لانے سے قبل ہی میں میدان سر کر لوں
سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس نے ایک پیغام جلسہ کے منتظمین کے پاس بھیجا کہ
ڈپٹی کمشنر صاحب کی رائے ہے کہ مناظرہ اگر نہ ہو تو بہتر ہے کیونکہ اس

بی فساد کا اندیشہ ہے یوں قانوناً اس کو روکا نہیں جا سکتا۔ اب ہندو اور مسلم دونوں فریق متردد تھے کہ یہ اعلان کس طرح سے ہو کیوں کہ دونوں کو خیال تھا کہ جو اعلان کرے گا عوام سمجھیں گے کہ یہی مناظرہ سے بھاگ گیا۔ میں نے عبد العزیز صاحب سیکرٹری انجمن اسلامیہ سے کہا کہ اگر آپ کو مجھ پر بھروسہ ہو تو میں اس مسئلہ کا حل پیش کر دوں۔ انہوں نے بخوشی منظور کیا۔ میں اسٹیج پر آیا اور حاضرین بزم سے مخاطب ہو کر کہا۔

دوستو! جناب ڈپٹی کمشنر صاحب اور کپتان صاحب پولیس کی رائے ہے کہ مناظرہ نہ کیا جائے کیونکہ اس میں اندیشہ کا احتمال ہے۔ اس لئے میری رائے ہے کہ مناظرہ نہ ہو لیکن مناظرہ ہو۔ یہ کیسے دونوں فریق موضوع معین کر کے اپنے موضوع پر تقریر کریں۔ فریق ثانی کو اس پر اعتراض کا موقع دیا جائے پھر مقرر اول اس اعتراض کی رد کر دے۔ حاضرین خود فیصلہ کر لیں۔ اس کو سب نے پسند کیا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر ہمارے آریہ دوستوں کو مناظرہ کا ہی شوق ہے تو بسم اللہ میں اپنی جیب سے کرایہ دینے کو آمادہ ہوں۔ چند حضرات لکھنؤ چلیں مدرسۃ الواعظین کی عمارت میں جلسہ ہو اور فریقین کے مقررہ کردہ حضرات ثالث مقرر کئے جائیں۔ یہ کہہ کر میں نے سو روپیہ کا ایک نوٹ اپنی جیب سے نکال کر پیش کیا کہ یہ کرایہ آمد و رفت اور دو تین دن کے مصارف کے لئے کافی ہوگا اور جو

کچھ کمی ہوگی وہ اور حاضر کردوں گا۔

اس پر تو کوئی آمادہ نہ ہوا۔ البتہ یہ طے ہوا کہ اہلِ اسلام یہ ثابت کریں کہ قرآن مجید الہامی کتاب ہے اور حضرت محمد مصطفےٰ ؐ پیغمبر برحق تھے۔ اور آریہ مناظر یہ ثابت کریں کہ وید مقدس الہامی کتابیں ہیں اور قدیم ہیں۔ فریقین میں سے ہر ایک نے یہ منظور کر لیا۔ مسلمانوں کی طرف سے مجھے تقریر کے واسطے منتخب کیا گیا اور پہلے میری ہی تقریر ہونے کو تھی۔ کہ پنڈت واسدیو شاستری جو ہمارے ڈائس کے قریب فرش پر بیٹھے تھے کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ مسلمانوں کے اخلاق کا تو ہم کو پتہ چل گیا۔ اپنے علماء کو ڈائس پر بٹھالا ہے اور ہم کو نہ کوئی اسٹیشن پر لینے گیا نہ کسی نے جلسہ میں ایسے مقام پر بیٹھنے کے واسطے فرمائش کی جہاں دوسرے مقررین بیٹھے ہیں۔

میں نے کہا پنڈت جی مہاراج آپ نے اسلام اور اہلِ اسلام پر بداخلاقی کا الزام لگانے میں جلدی کی۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ انجمن اسلامیہ پرتاب گڑھ نے آپ کو کوئی دعوت نامہ بھیجا تھا۔ جواب دیا نہیں۔ میں نے پوچھا آپ نے اپنے آنے کی اطلاع بذریعہ تار یا خط سیکرٹری انجمن اسلامیہ کو دی تھی اور مطلع کیا تھا کہ فلاں دن فلاں وقت پرتاب گڑھ اسٹیشن پر پہونچیں گے اس کا جواب بھی نفی میں تھا۔ پھر میں نے پوچھا آپ کے چہرے پر لباس پر کوئی ایسی علامت تھی جس سے اندازہ کیا جا سکتا کہ آپ کوئی جلیل القدر

ہستی اور صاحب علم و فضل ہیں۔ اس کا بھی جواب نفی میں ملا۔ تب میں نے کہا بندہ پرور اس وقت ہال میں ہزار ہا کی تعداد میں حضرات موجود ہیں اگر ان سب کو ڈائس پر جگہ دی جائے تو پھر سامعین کے واسطے کیا بندوبست ہوگا۔ اس کے علاوہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہال میں نصف حصہ مسلمانوں کے واسطے مخصوص ہے جو اس جلسے کے بانی ہیں اور نصف حصہ آریہ اور دوسرے ہندو بھائیوں کے لئے مخصوص ہے۔ ان کا ڈائس وسط میں ہے اور مہاشہ ست دیو آریہ مناظر آپ کے سامنے کرسی پر بیٹھے ہیں اور ان کے گرد پیش کچھ لوگ ڈائس پر اور باقی سب فرش پر ہیں۔ مناسب تو یہ تھا کہ آپ متعلق آریہ سماج کے سکرٹیری صاحب کو الزام دیتے ان کو بداخلاق بتاتے کہ ان کے مذہب کا آپ جیسا عالم ہے بدل آیا اور انہوں نے نہ اسٹیشن پر آپ کا استقبال کیا اور نہ جلسہ گاہ میں آپ کو ڈائس پر جگہ دی۔ اس پر سارا مجمع بے ساختہ ہنس پڑا اور پنڈت جی شرمندہ ہو کر بیٹھ گئے۔

اب میں نے "قرآن مجید الہامی کتاب ہے۔ اور حضور پر نور نبی برحق ہیں" اس موضوع پر ایک گھنٹہ تک تقریر کی۔ مہاشہ ست دیو برابر نوٹ کرتے گئے میری تقریر کے بعد مہاشہ کھڑے ہوئے اور قرآن مجید پر چند اعتراض میرے بیان کے سلسلہ میں کئے۔ اور نبوت حضرت ختمی مرتبتؐ کے متعلق ایک حرف بھی نہ کہا۔ ان کے بعد میں پھر کھڑا ہوا۔ قرآن مجید پر جو اعتراض کئے تھے ان

کے جوابات ایسی اچھی طرح دیئے کہ خود آریہ حضرات اس پر جھوم جھوم گئے۔
میں نے کہا۔ مہاشہ نے حضور سرورِ عالم کی مبارک زندگی اور رسول برحق ہونے کے متعلق جو میرا بیان تھا اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا لہذا وہ اپنے مقام پر سب صحیح ثابت ہوا۔ قرآن مجید کے متعلق جو شبہات تھے ان کی ردپیش کر دی گئی اب مہاشہ وید مقدس کو الہامی ثابت کریں اور میں اس کا جواب دوں گا۔

وقت زیادہ ہو گیا تھا۔ جلسہ کھانے کے واسطے برخاست کیا گیا۔ اور ۳ بجے دن کے دوسرے اجلاس کا اعلان ہوا۔ اس عرصہ میں حضرت خواجہ صاحب (اعلی اللہ مقامہ) تشریف لے آئے اور وید مقدس کا کھنڈن انہوں نے اس صورت سے کیا کہ مہاشہ کو بھاگنے کا راستہ نہ مل سکا۔ دوسرے دن خواجہ صاحب کی تقریر آریہ مندر میں کرائی گئی جو بیحد مقبول ہوئی اور ایک تقریر "اسلام عالمگیر مذہب ہے" اس موضوع پر اور ہوئی۔

مہاشہ ستدیو چند دن کے بعد ناصر الدین نام رکھ کر مدرسۃ الواعظین آئے اور پھر دو ایک سال کے بعد جہاں سے آئے تھے وہاں پھر چلے گئے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

جنوری ۳۱ء میں مختلف مقامات پر گیا۔ سرکار نجم العلماء طاب ثراہ کے حکم

سید علی شبیر سلمہ ابن مکرمی سید غلام شبیر صاحب مرحوم
تحصیلدار حیدرآباد دکن (ص - ۸۷)

۴۷

سے دنیا کے مختلف ملکوں میں دورہ کرنے کے لئے پاسپورٹ حاصل کرنے کی درخواست دی۔ پاسپورٹ کے سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ میری درخواست پیش ہونے پر ۲ ر فروری ۱۹۲۸ء کو مسٹر مشرا D.C. لکھنؤ نے مجھے ایک خط بھیجا کہ میں اُن سے بمقام لکھنؤ ان کے بنگلہ پر ۲۹ ر فروری ۱۹۲۸ء صبح ۹ بجے ملاقات کر دں۔ میں نے جواب میں لکھ بھیجا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں ہو سکتا۔ البتہ میں لکھنؤ آ رہا ہوں اور دوشنبہ کے دن ۹ بجے ان کے بنگلہ پر حاضر ہوں گا اگر ان کو ملاقات کی فرصت ہو تو بہتر ہے ورنہ پھر کسی دوسرے دن حاضر ہوں گا۔

میں دوشنبہ کو گیا۔ اطلاع کرائی وہ معروف بہت تھے لیکن مجھے ٹھہرنے کو کہا۔ چند منٹ کے بعد بلایا اور نہایت اچھی طرح بہ اخلاق پیش آئے اور فرمایا کہ آپ دنیا بھر کی سیاحت کو کیوں جا رہے ہیں۔

میں نے کہا جناب والا میں اسلامی تبلیغ کے واسطے جا رہا ہوں اور میرا نصب العین صرف [illegible] for others lives ہے۔ اور میں مذہباً شیعہ اثنا عشری ہوں۔

بیساختہ فرمایا آپ کو کب تک پاسپورٹ درکار ہے میں نے کہا ہفتہ عشرہ میں مل جائے تو بہتر ہے۔ فرمایا Oh yes! you will get it within a week. دروازہ تک رخصت کرنے آئے ہاتھ ملایا

اور خدا حافظ کہا۔ D.C کا خط قابل ملاحظہ ہے:۔

D.O. 672 C.R.

Deputy Commr's Office.
Lucknow.
20th Feb. 1928.

M. Lijai Ali Haidari Sahib.
Madrasatulwaizin Lucknow.

Dear Sir,
Could you kindly come to see me on Wednesday the 29th Feb. at 11. a.m. in connection with an application for a Passport.

Yours faithfully
Sd/ C.R. Guizna Dy Commr.

اس پاسپورٹ کے حاصل کرنے میں سب سے زیادہ مدد سید محمد زاہد صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر نے کی تھی۔ کہ

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مجھے ایک ہفتہ کے اندر پاسپورٹ مل گیا۔ میں نے جانے کا تہیہ کیا۔ میری اہلیہ سخت بیمار تھیں اور حالت نہایت نازک تھی ایک لڑکی ۳ سال کی تھی جو اب بحمد اللہ تعالیٰ MA. P.h.D ہے اور دس بچوں کی ماں بھی ہے اور اس کے شوہر مسٹر ابراہیم حسن بی اے ایل ایل بی حیدرآباد سندھ میں لیکچرر

مسٹر نواب حسن ایف ایس سی
میڈیکل کالج لاہور
(ص ۱۰۱۰)

پروفیسر ابراہیم حسن ایڈوکیٹ
حیدرآباد سندھ ی پروفیسر
لا کالج حیدرآباد (ص ۱۰۱۰)

ایڈوکیٹ اور لانکچر رہیں۔ بدایوں میں بھی وکیل سرکار کی حیثیت سے کام کیا ہے۔ ان دونوں کو خدا کے سپرد کر کے لکھنؤ میں چھوڑا والد ماجد سے رخصت ہوتے بدایوں گیا اور متوکلاً علے اللہ ۵ ار رمضان المبارک کو روانہ ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ سرکار باقرالعلوم کی خدمت میں حاضر ہوا مجھے اس مقدس ہستی سے بے حد عقیدت تھی اور اپنے جانے کے قصد سے اطلاع دی۔ اپنی پریشانی کا حال بیان کیا فرمایا آپ جائیں انشاء اللہ سب طرح خیریت رہے گی۔ خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جب میں سات ماہ کے بعد واپس آیا تو اپنی جان بلب اہلیہ کو صحیح و سالم پایا۔

ڈاکٹر سید اشتیاق حسین صاحب مرحوم سول سرجن کا ذکر بھی خاص طور پر کرنا چاہتا ہوں موصوف نے ذمہ داری لی تھی کہ وہ روزانہ میرے بیمار کو دیکھیں گے اس زمانہ میں مناسب تدارک کرتے رہے لیکن کہتے لگے کہ میں نے ایسے آدمی بہت کم دیکھے جو اپنی سخت علیل بیوی اور چھوٹے بچے کو چھوڑ کر ممالک غیر میں تبلیغ مذہب کی خاطر جائیں۔

سرکار نجم العلماء نے صرف -/300 زادراہ کے واسطے دیا تھا۔ اور پاسپورٹ میں دنیا کے ہر ملک میں جانے کی اجازت تھی۔ میں نے فوراً ضروری سامان سفر بالکل ہی مختصر ہمراہ لیا اور کلکتہ پہونچا۔ -/100 روپیہ کلکتہ پہونچنے اور جہاز پر سوار ہونے تک صرف ہوئے۔ -/188 کا سیکنڈ کلاس

کا ٹکٹ سنگاپور کا خریدا۔ اور یقین کامل تھا کہ آقای خلیل شیرازی کا خط جو
آقای نمازی صاحب کے نام ہے ضرور راستہ کی سہولت پیدا کرے گا۔
کلکتہ سے ۱۱ رمضان المبارک کو روانہ ہوا۔ ۲۴ کو رنگون پہونچا۔ دو دن
جہاز رنگون ٹھہرا۔ اب میرے پاس صرف ۱۲ روپیہ نقد اور سنگاپور کا جہاز
کا ٹکٹ تھا اور بس۔ میں نے آقای سید ابوالفتح شوشتری دام ظلہ العالی
مجتہد رنگون سے ... روپیہ قرض لیا۔ اور سیٹھ رجب علی مہر علی ساجن
(بادشاہ بخش) سے وعدہ لیا کہ اگر مجھے کسی مقام پر ضرورت ہو تو وہ کچھ
روپیہ جو میں طلب کروں تار سے بھیج دیں گے اور میں واپس آ کر ادا کر دوں
گا۔ موصوف نے وعدہ کیا کہ جس قدر رقم درکار ہوگی آپ اطمینان رکھیں کہ
آپ کا تار آتے ہی پہونچے گی۔ شفیقی سید محمد صادق صاحب شیرازی
اعلی اللہ مقامہ سے جو میرے مخلص دوست تھے اور رنگون کے چند بار
آنے میں میرے ساتھ بے حد مانوس ہو گئے تھے ملاقات کی موصوف نے
فرمایا کہ ان کے فرزند سید عبدالحسین شیرازی (جو اب کراچی میں چند ماہ کا عرصہ
ہوا راہی جنت ہو گئے) سنگاپور جا رہے ہیں۔ وہ ان سے میری ملاقات
کرا دیں گے اور یقین ہے کہ سنگاپور پہونچنے تک جہاز پر کوئی دقت نہ
ہوگی۔ سید عبدالحسین صاحب شیرازی مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ نئی روشنی
کے نوجوان تھے۔ اور فرسٹ کلاس کے مسافر لیکن اپنے والد کے حکم کی تعمیل

عالی جناب ڈاکٹر سید اشتیاق حسین
صاحب رضوی مرحوم سول سرجن سلطان پور
(ص - ۱۰۲)

نیز اپنے وسیع اخلاق کی بنا پر انہوں نے میرا چھ دن کا جہاز کا سفر نہایت آسانی سے گزرنے کا موقع دیا۔ جہاز کا کھانا میں قطعی نہیں کھاتا تھا۔ شیرازی صاحب مرحوم کے ہمراہ باورچی تھا وہ عمدہ کھانا تیار کرتا تھا اور میں شیرازی صاحب کے ساتھ کھانا کھاتا رہا۔ راستہ میں کوالالمپور میں جہاز چند گھنٹہ ٹھہرا Snake Temple اور گرم پانی کا چشمہ دنیز بت پرستوں کے خداؤں کا دربار دیکھا Snake Temple میں سبز رنگ کے لاکھوں چھوٹے بڑے سانپ تھے دن بھر سوتے رہتے تھے رات کو چلتے پھرتے تھے اور صرف انڈے کھاتے تھے۔ ہر آنے والا رجسٹر میں اپنے قلم سے اپنا نام اور آگے جانے کا پتہ لکھتا تھا اور جو رقم وہ دے سکتا دیتا تھا۔ ہمارے پاس تو دینے کو کچھ نہ تھا۔ شیرازی صاحب مرحوم نے دس ڈالر میری طرف سے اور دس ڈالر اپنی طرف سے دئے۔

گرم پانی کا چشمہ بھی عجیب و غریب تھا۔ زمین سے ایک چھوٹی سی دھار پانی کی نکلتی تھی ..... لیکن ایسا گرم پانی ہوتا تھا کہ چائے دم ہو سکے۔ بتوں کا مندر بھی عجیب و غریب تھا۔ ایک بڑا بت سب کا سردار وسط میں تخت پر بیٹھا نہایت ڈراؤنی شکل کا اور اس کے ارد گرد سیکڑوں بدشکل ڈراؤنے بت تھے اور ہر ایک کے سپرد ایک ایک خدمت تھی۔ شیرازی صاحب مرحوم نے سنگاپور کو تار دیدیا اور ہماری آمد سے نمازی صاحب اعلی اللہ مقام

کو اطلاع کر دیا۔ جہاز چھٹے روز ۲۸ رمضان المبارک کو ۱۰ بجے دن سے سنگاپور پہونچا ہم نے روزے کی نیت کر لی تھی کیوں کہ یہاں اقامہ عشرہ کا قصد تھا۔ نمازی صاحب مع چند اعزا اور موٹر لئے ہوئے پہونچے۔ ہم کو اپنے مکان پر لے گئے۔ اور اسی روز افطار صوم کے واسطے حافظ غلام سرور صاحب ایم اے۔ ایم سی ایس۔ ڈسٹرکٹ وسشن جج سنگاپور کو بھی مدعو کیا۔

افطار صوم کے بعد کھانا کھایا نماز سے فارغ ہو کر میز پر بیٹھے نمازی صاحب نے حافظ صاحب کا تعارف کرایا اور کہا آپ نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ لکھا ہے۔ میں نے اس اطلاع پر اپنی مسرت کا اظہار کیا اور حافظ صاحب سے بعض آیات قرآن مجید کے متعلق ان کا تفسیری نوٹ معلوم کرنا چاہا ہر سوال کے جواب میں موصوف نے یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ میں نے اختلافی امور کی طرف بالکل توجہ نہیں کی ہے۔ ۹ بجے کے قریب وہ گئے۔ اور اب دوسرے دن سید قدرت شاہ صاحب (پنجابی) تشریف لائے اور انہوں نے اپنی کتاب The Holy Quran on the Death of Jesus مجھے دے کر اس پر میری رائے طلب کی اور کہا اس کو پڑھ کر آپ اپنی زریں رائے سے مجھے شکر گزاری کا موقع دیں۔ حافظ صاحب قادیانی تھے اور سید قدرت شاہ بھی۔ ان کے علاوہ دو شخص اور تھے مسٹر بشیر اے ملّال اور نظیر اے ملّال۔ ان میں سے آخر الذکر بیرسٹر تھے اور اول الذکر پہلے

عالی جناب ملک التجار فخر الحاج والمعتمرین
آقا میرزا محمد علی نمازی اعلی الله مقامه (سنگاپور)
(ص - ۱۰۵)

ایک نامی بیرسٹر کے محرر تھے اور اب اپنے بھائی کے ساتھ تھے۔ ممکن ہے ایک دو قادیانی اور بھی ہوں لیکن مجھے صرف ان ہی دو اشخاص سے ملاقات کا موقع نصیب ہوا۔

سید قدرت شاہ نے خواہش کی کہ وہ میرے پیچھے نماز باجماعت ادا کریں لیکن میں حمام میں چلا گیا اور جب آیا تو وہ نماز پڑھ چکے تھے۔ میں نے وعدہ کیا کہ ضرور ان کی کتاب بغور پڑھوں گا۔ اور اپنی رائے سے مطلع کروں گا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ حافظ غلام سرور صاحب نے ان قادیانی حضرات کو بتایا تھا کہ ایک بلائے بے درماں کا ورود ہوا ہے اس کے پاس نہ جانا اور جانا تو احتیاط سے جانا۔ لیکن شدنی بات کو کون روک سکتا ہے۔ سید قدرت شاہ کو دعویٰ تھا کہ انہوں نے بے مثل کتاب لکھی ہے اور وہ ضرور مجھے ضعیف اور بوڑھے انسان کو قادیانی بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

تین چار دن کے بعد جب وہ تشریف لائے تو میں نے کہا جناب والا میں نے آپ کی کتاب بغور پڑھی اور اس کا جواب ریویو کی صورت میں لکھ دیا ہے مسٹر رجب علی جمعہ بھائی (ریاض شہر نجفر) ایک باہمت نوجوان خوجہ اثنا عشری اس زمانہ میں سنگاپور تھے انہوں نے بشیر احمد لال صاحب کی کتاب مقدمہ ازالہ حیثیت عرفی کے چھپانے میں بڑی مدد کی تھی اور اب وہ میری اس کتاب کے

چھاپنے کے واسطے آمادہ ہو گئے۔ کتاب ایک ماہ کے عرصہ میں چھپ کر تیار ہو گئی
سنگاپور میں تقسیم کی گئی اور اس کے بعد چین و جاپان میں اس کی اشاعت
ہوئی۔ خدا کے فضل و کرم سے دنیائے انسانیت میں اس کا اچھا اثر ہوا جو
اپنے مقام پہ درج کیا جائے گا۔ یہ کتاب یورپ کے اکثر مقامات پر گئی۔
کولمبو میں مجھ سے منگوائی گئی۔ اس کتاب کا جو اثر غیر ممالک پر ہوا ہے وہ
مختلف تحریروں سے ظاہر ہوگا جو آئندہ درج کی جائیں گی۔

سنگاپور سے میں نے ہانگ کانگ جانے کا ارادہ کیا تھا میرے
بیس روپیہ جو آقای سید فتح اللہ شیرازی سے رنگون میں قرض لئے تھے چور لے
گئے پھر اسی چور نے میری West End گھڑی چرائی۔ آقای مرزا ابراہیم
[illegible] مدراس اور آقای مرزا ابوالحسن نمازی کے داماد آغا جونی صاحب نے
کوشش کر کے چور کو پکڑ لیا گھڑی مل گئی لیکن روپیہ وہ خرچ کر چکا تھا۔
یہ شخص مدراس کے ممبر کا فرزند مسٹر حفیظ نامی ہے۔ نمازی صاحب نے اس
کو زبردستی ٹکٹ دلا کر مدراس بھیج دیا۔ ابھی چند روز ہوئے ۱۹۶۱ء میں
میرے پاس کراچی میرے مکان پر آیا تھا۔ دونوں پیر پھرے ہیں
سنگاپور میں اُس نے مذہب اثنا عشری قبول کیا تھا تحریر میرے پاس
ہے۔ اب ہانگ کانگ کیسے جاؤں میں نے سیٹھ رجب علی مہر علی صاحب کو تار
دیا اور موصوف نے ۲۰۰ ڈالر بذریعہ نیدرلینڈ بنک تار پر بھیج دیئے اور میں

نے سنگا پور سے ہانگ کانگ کا ارادہ کیا۔ آقای مرزا محمد علی صاحب نمازی مرحوم نے ایک خط ہانگ کانگ کے واسطے حاجی مرزا محمد حسن صاحب نمازی اعلی اللہ مقامہ کو لکھ دیا۔ اور موصوف کو میں نے اپنی آمد کی اطلاع بذریعہ تار دخط دیدی۔

ہانگ کانگ میں قیام کے لئے مسٹر جمعہ بھائی نے اپنے آفس میں انتظام کیا جہاں مسٹر عبد علی منیجر تھے۔ یہ بوہرہ جماعت سے تعلق رکھتے تھے اور نہایت معقول اور سنجیدہ انسان تھے۔ لیکن ٹھہرنے کا انتظام سر کریم بھائی فاضل بھائی بمبئی والے کے آفس میں کیا گیا۔ جہاں ایک خوجہ منیجر تھے ان کا نام ہاشم بھائی ہے نہایت معقول، اور با اخلاق انسان ہیں۔ سنی خوجہ ہیں ہانگ کانگ پہونچ کر نمازی صاحب کو میں نے اپنے آنے کی اطلاع دی اور وہ ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ روزانہ اپنے ہمراہ لے جاتے تھے دوپہر بھر ان کے پاس رہتا تھا بعد نماز ظہرین سے فارغ ہو کر پھر پہاڑ سے اترنا تھا اور قیام گاہ پر آنا تھا۔ آقای مرزا محمد حسن نمازی شیرازی مرحوم نے فرمایا۔ مولانا مجھے صدمہ ہے کہ آپ ایسے وقت تشریف لائے کہ میں کسی قابل نہ رہا۔ ورنہ آپ کے مدرسہ کو ایسی مدد دیتا جو قابل ذکر ہوتی۔

بہر حال اگرچہ کوئی مالی امداد مدرسہ کو ان سے نہیں ملی لیکن پھر بھی وہ ہر طرح کی ہمدردی کا اظہار کرتے رہے۔ میں نے مختلف مقامات پر

تقریر کرنے کا بندوبست خود کرلیا۔ چینی مسلم قبرستان میں ہر پنجشنبہ کو تقریر کرتا اور اچھا اثر ہوتا۔ ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ عام کی بنا ہوئی۔ موضوع تقریر

تھا Islam is the religion of humanity

سرہنری پالک Sir Henry Pollock گورنر کانگ ہانگ بھی

تشریف لائے اور لیڈی پالک بھی ہمراہ تھیں میں نے فوراً تقریر کا رخ بدل کے کہا کہ لیڈی پالک کا سرہنری کے ہمراہ مردوں کے مجمع میں آنا دوش بدوش بیٹھنا انسانیت کے خلاف ہے۔

دوسرے دن صبح کو China Morning Post میں نکلا

The arguments were clever and clearly put up, though not very convincing except to his own co-religionists.

دوسرے موقع پر سرہنری سے جب ملاقات ہوئی تو میں نے کہا آپ کسی جلسہ کی صدارت کریں اور میں آپ کے اطمینان کے قابل بیان پیش کروں گا۔ لیکن آپ کے بیان کے بموجب میری تقریر میرے ہم عقیدہ حضرات کے لئے بہت زیادہ اطمینان بخش تھی اور آپ کے واسطے اطمینان بخش...... تھی۔ سرہنری نے ۳ جون ۱۹۲۰ء کو جلسہ کی صدارت کا وعدہ کیا لیکن وہ ملک معظم کی سالگرہ کی تقریب کی وجہ سے پریڈ پر گئے تھے اور معذرت کا خط

لکھا اور حاجی مرزا محمد حسن صاحب نمازی مرحوم کے فرزند سے خواہش کی کہ وہ ان کے بجائے صدارت سے فرائض انجام دیں۔

دوران قیام ہانگ کانگ میں شیلی اسٹریٹ کی مسجد میں نماز کیواسطے جاتا تھا۔ عیدالضحٰے کی نماز بھی وہاں پڑھی اور میری خاموش تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ امام جماعت نے مجھ سے وضو کرنا سیکھا اور مجھ سے خواہش کی کہ میں اسکو اپنے ہمراہ لے جاؤں۔ لیکن اس بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ میں کن حالات میں سفر کر رہا ہوں اور کسی ایسے شخص کو جو دو سو ڈالر ماہانہ تنخواہ پاتا ہو میں کس طرح اپنے ہمراہ رکھ سکتا ہوں۔ مدرسہ کو حالات سے مطلع کیا اور جوائنٹ سیکرٹری مولوی سید اکبر حسین صاحب کا خط مورخہ ۲۹ مئی کو ملا جس میں لکھا تھا۔ "آپ کے مخلصانہ خدمات اب اس منزل پر پہونچے ہیں کہ ان پر خاک ڈالنا ناممکن اور نہایت بد اخلاقی ہے۔"

عیدالضحٰے کے بعد محمد صادق ہیڈ وارڈر وکٹوریہ جیل ہانگ کانگ نے مناظرہ طے ہوا وہ مسجد میں آیا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت پر تقریر کرتا تھا۔ قادیانی تھا اور دوسرے ملازمان جیل پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا جو شخص اپنی تنخواہ سے ایک مناسب رقم جب بخوشی محمد صادق کو نہ دیتا تو وہ مصیبت میں مبتلا کیا جاتا۔ مسٹر شیخ عبداللہ (نومسلم) جو پہلے سکھ تھے ہماری اس تقریر کے موقعہ پر موجود تھے۔ موصوف نے مدرسۃ الواعظین کو

لکھا تھا کہ ” واللہ اگر محمد صادق منبر پر تکیہ لگائے نہ کھڑا ہوتا تو مولانا حیدری کے مجبوب کرنے سے وہ غش کھا کر گر پڑتا۔ محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ترجمہ قرآن سے اس کے تمام دعاوی باطل کر دیئے گئے اور مشاہیر علماء اسلام کے حوالہ جات سے اس کو بند کر دیا۔ تیس چالیس مسلمان جو محمد صادق کے پھندے میں آ چکے تھے تائب ہوتے۔ اور ہم نے ہانگ کانگ کے زنانہ بی کینٹن۔ کولون۔ مکاؤ۔۔۔ وغیرہ مقامات پر تبلیغی تقریریں کیں جو بے حد پسند کی گئیں۔

ہانگ کانگ کے مسلم جماعت کے صدر مسٹر حق نواز جہال نے مدیر الواعظین کو ایک آٹھ صفحہ کا خط لکھا تھا جس نے میرے آنے اور موصوف سے جہاز پر ملاقات ہونے اور تبلیغی تقاریر کا بندوبست کرنے کا ذکر کیا تھا۔ اس کا ایک حصہ درج ذیل ہے کل خط مسلم ریویو ستمبر ۱۹۲۸ء میں شائع ہو چکا ہے میرے پاس اصل خط بھی موجود ہے۔

"Maulana L. A. Haidari is the first muslim missionary ever in this part of the world, and although, as it is stated, he had not had a chance to deliver lectures in English previously except at Singapore, he has improved ad-

-mirably and spoken in English with-out any marked deficiency. Possessed with a vast knowledge of the different faiths and an unshakeable determination to deliver his message undauntedly as he is, this white bearded old man has in fact during his short stay in Hong Kong achieved that success and done such a useful service to Islam which the young men's Islamic Society in spite of its high ideals and noble undertakings was unable to do."

ان دل کہ رم نمودے باخوبرو جواناں — دیرینہ سال پیرے بردوش یک نگاہے

ہانگ کانگ سے نمازی صاحب مرحوم نے شنگھائی کا ٹکٹ خرید دیا اور اپنے فرزند آقای مرزا محمد نمازی کو میری آمد سے بذریعہ تار اطلاع دیدی۔ جہاز پر خود خدا حافظ کہنے تشریف لائے اور ہم نے کچھ لیمو اور شکر اور ڈبل روٹی اپنے ہمراہ لے لی۔ ہانگ کانگ کے قیام میں میں نے روٹی کھانے سے قطعی عہد کر لیا اور گوشت قطعی اپنے اوپر حرام کر لیا تھا کیوں کہ

اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ جس دکان سے بکری کا گوشت ملتا ہے اسی دکان پر سور۔ مینڈک۔ کچھوا۔ چھپکلی اور دوسرے حشرات الارض کا بھی گوشت ملتا تھا۔ جہاز ذی الحجہ کی ۱۴ کو روانہ ہوا چھ دن کا راستہ شنگھائی تک تھا۔ ہم فرسٹ کلاس کے پسنجر تھے ۱۶ روپیہ روز کھانے کا جبراً لیا جاچکا تھا۔ لیکن ہم صرف شربت میں ڈبل روٹی سوکھی بھگو کر کھاتے اور خدا کا شکر کرتے تھے۔ کبھی کیلہ۔ سیب وغیرہ آتا وہ کھا لیتے کبھی منیلا کا آم مل جاتا۔ فرسٹ کلاس ڈیک پر روزانہ صبح شام بیٹھتے لیکن کوئی شخص نہ ہم سے بات کرتا نہ متوجہ ہوتا۔ ہمارے سوا اس English Mail پر کوئی شخص مسلم نہ تھا۔

پانچویں روز ہم نے ایک شخص کو دیکھا جو ڈیک پر آیا اور ہم نے اندازہ کیا کہ یہ ضرور ہندوستانی ہے۔ اب اُس سے گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔

حیدری:۔ آپ مجھے ہندوستانی معلوم ہوتے ہیں۔ کیا میں غلطی پر ہوں؟

اجنبی شخص:۔ بے شک جناب! آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ میرا مکان لاہور ہے۔

حیدری:۔ براہ کرم آپ مجھے اپنا نام بتادیں۔

اجنبی شخص:۔ میرا نام ہزارا سنگھ ہے۔

حیدری:۔ لیکن آپ مجھے سکھ تو نہیں معلوم ہوتے۔

ہزارا سنگھ:۔ درست ہے۔ میرے دادا سکھ تھے۔ پھر انہوں نے

عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا اور اس وقت سے ہم لوگ عیسائی ہیں۔

حیدری:۔ جناب کو مذہب اسلام کے متعلق کچھ معلوم ہے؟

ہزارا سنگھ:۔ جی نہیں۔ میں طالب العلم ہوں اور ابھی میں نے مذہب کے متعلق کچھ معلومات حاصل نہیں کی ہیں۔

حیدری: لیکن عیسائی مذہب سے تو آپ بخوبی واقف ہوں گے۔

ہزارا سنگھ:۔ جی نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں طالب العلم ہوں۔ ارادہ ہے کہ تعلیم سے فارغ ہو کر میں مذہبی معلومات حاصل کروں گا۔ اگر آپ کو مذہب عیسوی کے متعلق کچھ معلوم کرنا ہے تو ہمارے ایک مشنری اسی جہاز میں امریکہ جا رہے ہیں وہ آپ کو بتا سکیں گے۔

حیدری:۔ میں بڑا شکر گزار ہوں گا اگر آپ میری اُن سے ملاقات کرا دیں۔ میں عیسائی مذہب کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا بڑا مشتاق ہوں۔

ہزارا سنگھ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گئے اور کہنے لگے کہ ان کو فرصت نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ وہ آپ کو اس وقت کچھ نہیں بتا سکتے۔

ہماری اس گفتگو کے دوران میں Phillippines [illegible] کے رہنے والے ایک اور صاحب مسٹر Guzman [illegible] تھے۔ وہ بھی عیسائی تھے ان کو بہت

غصہ آیا اور کہنے لگے کس قدر افسوس ہے ایک سن رسیدہ آدمی عیسائی مذہب سیکھنا چاہتا ہے اور اس بدبخت کو فرصت نہیں ہے میں جاتا ہوں اور اس کو پکڑ کر لاتا ہوں۔

مسٹر [illegible] گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آکر کہا کہ کل صبح ۱۰ بجے وہ آپ سے ملاقات کریں گے۔ میں اس خبر کو سنکر بہت خوش ہوا۔ دونوں کا شکریہ ادا کیا۔ یہ ملحوظ رہے کہ کل ساڑھے دس بجے کے بعد جہاز شنگھائی لنگر کرنے والا ہے۔ اور مشنری صاحب نے ۱۰ بجے ملاقات کا وقت دیا ہے۔

خدا خدا کر کے رات کاٹی۔ علی الصباح بستر باندھ کر کمرہ میں رکھا سامان تیار کیا۔ شربت بنا کر پیا اور اوپر ڈیک پر آگیا۔ ہزارا سنگھ۔ گرنتھی اور چند اور عیسائی مرد اور عورتیں جمع ہو گئے تاکہ دیکھیں کہ ان بڑے میاں کو کس طرح عیسائی بنایا جائے گا۔

۱۰ بجے۔ عیسائی مشنری اوپر تشریف لائے۔ میں ان کو دیکھتے ہی اپنی کرسی پر سے کھڑا ہو گیا۔ اور سلام و دعا کے بعد میں نے کہا۔

جناب والا مجھے یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ آپ مذہب عیسوی کی تبلیغ کرتے ہیں اور مشنری ہیں۔ اور میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں بھی ایک مسلم مشنری ہوں اور دین اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں۔

انہوں نے ہاتھ ملایا اور فرمایا۔ میں خوش ہوں کہ آپ مسلم مشنری ہیں۔

حیدری:۔ جناب والا کو اسلام کے متعلق کچھ اطلاع ہے؟

عیسائی مشنری:۔ نہیں۔ نہیں۔ میں بالکل نہیں جانتا اور یہ اس طرح سے منہ بنا کر کہا گویا اسلام اس قابل نہیں ہے کہ اس کی طرف التفات کیا جائے۔

حیدری:۔ لیکن جناب والا کو عیسائی مذہب سے تو کافی واقفیت ہوگی

عیسائی مشنری:۔ بیشک۔ بے شک!!!

حیدری:۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالےٰ کے اکلوتے بیٹے ہیں اور خدا کے کامل اور انسان کامل ہیں۔

عیسائی مشنری:۔ بے شک۔

حیدری:۔ آپ کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ جناب مریم کے رحم میں تھوڑی دیر کے واسطے ہی سہی۔ رہے۔

عیسائی مشنری:۔ بے شک۔

حیدری۔ جناب والا آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ جو چیز کسی دوسری چیز سے گھری ہوئی ہو (محاط) وہ خدا نہیں ہو سکتا لہذا حضرت عیسیٰؑ خدا نہیں ہو سکتے۔

عیسائی مشنری۔ تم ہندوستانی لوگ بڑے فلسفی ہوتے ہو۔ میں نے فلسفہ نہیں

پڑھا ہے۔

یہ سنتے ہی مجمع نے تالی پیٹ دی اور سب نے تسلیم کیا کہ عیسائی مشنری بھاگ گیا۔ وہ اٹھ کر چلے گئے۔ اور ایک خوبصورت کمسن لڑکی [illegible] Lilly Lee آگے بڑھی اور کہنے لگی۔

مس للی لی:۔ فادر۔ آپ مجھے اسلام کے اصول بتائیں میں مسلم ہونے کو تیار ہوں۔ مسٹر ریچرڈس ایک نوجوان عیسائی بڑھا اور اس نے بھی یہی کہا۔ مسٹر گزمین نے کہا کہ وہ بھی مسلم ہونے کو آمادہ ہے۔

میں نے کھڑے ہو کر چند منٹ میں اسلام کے اصول بیان کئے۔ اور ان تینوں نے سچے دل سے قبول اسلام کیا۔ جہاز نے لنگر ڈالا۔ مسافر اترنا شروع ہوئے وقت بالکل نہ تھا کہ ان لوگوں کو زیادہ سکھایا جاتا۔ ان سب کا پتہ لکھ لیا۔ اپنا پتہ لکھنؤ (ہندوستان) کا دیدیا۔ اور ہم لوگ جہاز سے اترے ہمارے لینے کے واسطے آغا مرزا احمد نمازی شیرازی خلف الصدق آغا مرزا محمد حسن نمازی شیرازی مع دو تین اشخاص کے آئے تھے۔ وہ اپنے موٹر میں لے کر ہم کو روانہ ہوئے مس للی لی اور مسٹر ریچرڈس کا پتہ Gengia 45th Street New York تھا اور مسٹر گزمین کا Sugar Refinery works تھا۔

جاتے جاتے مس للی نے مجھ سے کہا۔ فادر کیا آپ ہمارے ساتھ

Gardens تک آپ نہیں چل سکتے ہیں۔ وہاں آپ کو بہت سے Common مل جائیں گے۔

اس بیچارے کو کیا خبر تھی کہ نادر بیچارے یہاں تک کس طرح پہونچے ہیں امریکہ جانے کے لئے رقم کہاں سے آئے گی۔

اب ہم آغا مرزا احمد نمازی کے ہمراہ ان کے موٹر میں ان کی کوٹھی پر پہونچے۔ فوراً حمام کر کے ناشتہ پر بیٹھے اور آج پھر ہمارے سامنے ایک ران بکرے کی انگریزی طرز پر پکائی ہوئی پیش ہوئی ہم نے تکلف کیا اور نہ کھایا صرف چائے پی اور ٹوسٹ پر اکتفا کیا۔ ہمارا بستر نہیں کھولا گیا۔ تھا بھی مختصر اور جس کمرہ میں ہم ٹھہرائے گئے تھے اس میں ہیٹر بھی لگا تھا اور وہ بہت بھاری عمدہ قسم کے بالوں والے کمبل اور بہت بھاری لحاف اور بستر تیار تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ جون کا مہینہ ہے گرمی کی شدت ہے دن میں بجلی کا پنکھا چل رہا تھا۔ برف کے پانی سے کام تھا پھر یہ اس قدر کمبل اور لحاف کا کیا مطلب ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ رات آنے دیجئے پھر اگر آپ سب کمبل اور لحاف استعمال نہ کریں تو بات نہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ہم نے فوراً اپنی عادت کے مطابق اخبارات میں اپنی آمد کی اطلاع دی

دوسرے دن حاجی ہلال ابن رجب امام جامعہ China mosque تشریف لائے اور اپنی مسجد میں وعظ کا وعدہ لیا۔ ایک قادیانی مبلغ میاں محمد

دین جو ہفت زبان تھے اور سرکاری ترجمان کی حیثیت سے کام کرتے تھے ملاقات کو آتے۔ اکثر اور حضرات بھی آتے۔ آقائے نمازی کے یہاں مرزا ابراہیم ایک بابی مقیم تھے وہ اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرتے تھے لیکن ہر فرصت کے وقت شیعیت کے خلاف بحث کرتے تھے۔

جب مجھے اندازہ ہوگیا تو ان کا دماغ صحیح کر دیا۔ فرمانے لگے کہ میں تو آزمائش کرتا تھا میں بابی نہیں ہوں شیعہ ہوں اور آپ کو میں نے تمام تر کامل پایا۔

مسجد کے وعظ میں ایک انٹرپریٹر کی ضرورت پڑی کیوں کہ اکثریت عربی یا انگریزی زبان سے واقف نہ تھی۔ ترجمان نے نہایت نیک نیتی کے ساتھ میرے بیان کا ترجمہ کیا اور مجمع نے بے حد اچھا اثر لیا۔ پشاور کے تین چمڑے کے تاجر یہاں موجود ہیں انہوں نے لاکھوں روپیہ صرف کرکے ایک مسجد بنائی ہے اس مسجد کی وسعت دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کیوں کہ اس قدر ہندوستانی کیسے آئیں گے۔ صحن مسجد میں میری رائے میں ۲۵، ۳۰ ہزار آدمی بہ آسانی نماز پڑھ سکتے تھے۔

شنگھائی میں مختلف سٹلمنٹس تھے۔ برٹش، امریکی، چینی، اور ہندوستانی سب کے ہائیکورٹ اور عدالتیں جدا جدا تھیں۔ چائنا سٹی مسجد میں ادائے عشا کے بعد مجھے نہایت احترام وعزت کے ساتھ لائبریری میں لایا گیا

پر چائے پیش کی گئی۔ چائے کے ساتھ مختلف قسم کی چینی اشیاء خوردنی تھیں۔ جن کے
انے کی مجھے ہمت نہ ہوئی اور ایک چیز کو منہ میں رکھ کر ایسا منقلب ہوا
حواس جاتے رہے۔ اب بھی جب اس کا تصور ہوتا ہے رونگٹے کھڑے ہو
اتے ہیں۔ حاجی ہلال ابن رجب سے جو گفتگو اس موقع پر ہوئی وہ قابل ذکر
ہے۔

حاجی ہلال:۔ انت قلت انی شیعہ۔ ما الفرق بین الشیعہ والسنی
انی اعلم ان الرافضی کافر۔

حیدری:۔ لا فرق بینہما۔ کلاھما اخوان۔ انی اعلم انت الشافعی

حاجی ہلال:۔ نعم کلنا شافعیون

حیدری:۔ اما تری ما قال امامکم محمد ادریس الشافعی۔ انہ
نفث تلت کلا۔ ما الرفض دینی ولا اعتقادی۔ ولکن تولیت
غیر شک خیر امام و خیر ھادی ان کان حب الولی رفضاً فانی
ارفض العبادی۔ وایضاً ان کان رفضاً حب آل محمدؐ۔ فلیشھد الثقلان
انی رافضی۔

حاجی ہلال:۔ فی ای کتاب۔

حیدری:۔ فی الصواعق المحرقہ

ایک شخص دوڑتا گیا۔ الصواعق المحرقہ ابن حجر مکی کی کتاب خانہ میں سے

لایا اور جو میں نے کہا تھا وہ صحیح نکلا جس کا سب نے اچھا اثر لیا۔

حاجی ہلال:۔ انت قلت لا فرق بینہما ولکن بینہما فرق ظاھر

حیدری:۔ الشیعہ والسنی کلاھما یعتقدون ان الخلافۃ بعد النبیؐ منحصر فی اثنا عشر کلھم من قریش ولکن الشیعہ یعتقدون ان نصب الامام او الخلیفہ فی یدی اللہ تعالٰے۔ الناس لیس لھم الخیرۃ۔ واھل السنہ یعتقدون ان نصب الامام واجب علی امت رسول اللہ ونصبہ عندھم اھم الواجبات۔

حاجی ہلال:۔ فی ایی کتاب۔

حیدری:۔ فی الصحیح المسلم المجلد الثانی۔ وفی رد المختار الحاشیۃ للدر المختار المجلد الثانی۔

ایک شخص دوڑ کر گیا دونوں کتابیں لے آیا۔ اور میں نے خلفاء ائمہ اثنا عشر کی حدیث صحیح مسلم سے ۹ طریق سے دکھا دی اور ردالمحتار کی جلد ۲ صفحہ ۲۵۴ پر نصب الامام کا عنوان بتایا۔

حیدری:۔ الشیعہ یعتقدون ان الامام لزم ان یکون معصوماً منصوصاً من اللہ تعالٰے واھل السنۃ یعتقدون ان الامام لا ینعزل بالفسق۔ والفسق ای الانحراف عن طاعۃ اللہ والجور علے عباد اللہ۔

حاجی ہلال نے اپنی کتاب حیدری فی شرح العقائد النسفی وفی ازالۃ الخفا۔
ایک شخص دوڑ کر کتابیں نکال لایا اور اس کے بعد ۲۶ آدمی اسی وقت امامیہ بن گئے۔ فالحمد للہ علی ذالک

حاجی ہلال ابن رجب نے مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے کتب حدیث علم کلام۔ فقہ۔ اصول وغیرہ عربی میں طلب کیں فوراً خط لکھا گیا اور میں نے اس پر ساری روداد لکھدی۔ حاجی ہلال نے جو خط مدرسۃ الواعظین کو بھیجا ہے وہ الواعظ میں شائع ہو چکا ہے (ماہ ستمبر ۲۸ء میں) اس کا ایک فقرہ جو میری ذات سے متعلق ہے وہ یہ ہے "فارتفع منار الاسلام ونور فاویذ المسلمین ھنا لک فنشکر اللہ کثیراً ونذعوا لمولانا القاری علی حیدری سلمہ بالمجد والاقبال"

ٹنگنگھائی میں مجھے صرف ایک قادیانی نظر آئے۔ ان کا نام میاں محمد دین تھا میاں محمد دین کی ملاقات بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ میرے پاس اس مسجد کے جلسے کے بعد آئے اور دریافت کیا کہ آپ کے ماہوار مصارف خانہ کس قدر ہوں گے۔ میں نے ان کو اندازاً بتایا۔ انہوں نے فرمایا آپ یہاں ۵ سال قیام کا وعدہ کریں ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو آپ کے مکان پر اس قدر رقم بھیجدی جائے گی۔ آپ یہاں انگریزی میں تقریر کریں۔ کتابیں لکھیں اور میں ان کو شائع کردوں گا۔ میں ان کا مطلب سمجھ گیا میں نے کہا آپ کوئی ماہوار

رقم نہ دیں بلکہ ایک تحریری معاہدہ ہو جائے کہ جو کچھ آمدنی ہوگی وہ ہم اور آپ نصف نصف بانٹ لیا کریں گے میرے قیام و طعام کے آپ ذمہ دار ہوں گے۔ وہ اس تحریری معاہدے پر راضی نہ ہوئے۔

ناظرین کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ شنگھائی میں صرف میاں محمد دین قادیانی مبلغ تھے لیکن یہ ہر شے تھے۔ صدر انجمن یہ تھے سیکرٹری یہ تھے لائبریرین یہ تھے۔ مبلغ یہ تھے غرضکہ سب کچھ تھے اور دنیا میں اشتہار ہو رہا تھا کہ شنگھائی سے صدر جلسہ نے یہ اطلاع دی سیکرٹری صاحب نے اس ماہ میں یہ کارگزاری کی۔ لائبریرین نے اس قدر کتابیں جمع کیں وغیرہ وغیرہ۔ اسی نمونہ کا کام ہر جگہ ہو رہا ہے اور خوب ہو رہا ہے۔

ہانگ کانگ میں محمد صادق ہیڈ وارڈر وکٹوریہ جیل سب کچھ تھے اور سنگاپور میں سید قدرت شاہ، حافظ غلام سرور، شبیر احمد طلال و نذیر احمد طلال اپنے آپ کو پردے میں رکھے ہوئے تھے ۹ دن کے قیام میں یہ کامیابی اللہ تعالےٰ کا فضل ہی تھا۔ یہاں زیادہ کام کا موقعہ نہ تھا اور قیام بھی دشوار تھا اس لئے پھر سنگاپور واپس آیا۔ ہانگ کانگ نہ ٹھہرا۔

حاجی مرزا محمد حسن نمازی مرحوم نے ایک بید کا بکس بھر کر متعدد کتابیں مجھے نذر کیں۔ اگر میں لا سکتا تو سارا کتاب خانہ لا سکتا تھا لیکن بے زری کو عو بما انچہ بقا در دن در کرد۔ ہانگ کانگ سے میں نے مولوی فیض محمد یامڈوالا

کو بنگ کاک خط لکھا کہ میں بغرض تبلیغ و اشاعت اسلام آنا چاہتا ہوں موصوف نے لکھا آپ ضرور تشریف لائیں لیکن یہاں سے مدرسہ کو کوئی مالی امداد نہیں مل سکتی ہے۔ میں صرف آپ کی مہمانی کا انتظام کر دوں گا کرایہ کا بھی خود بندوبست کرنا ہوگا۔ مجھے اپنی ہمت پر ناز ہے۔ میں نے منظور کر لیا۔ سنگاپور میں عشرہ محرم کے واسطے آقای نمازی نے مدعو کیا تھا۔ اور میں نے خیال کیا کہ نمازی صاحب سے اگر کوئی رقم مدرسہ کے واسطے نہ ملی تو محرم کی مجالس کے سلسلہ میں ضرور کچھ نذر کریں گے۔ وہ مصارف سفر اور مسٹر رجب علی مہر علی کاجن کے ۲۰۰ ڈالر کے قرضہ ادا کرنے کو کافی ہوں گے۔ عشرہ محرم میں ۳ جگہ مجلس ہوا کرتی تھی ایک منشی محمد حامد صاحب لکھنوی کے یہاں ۷ بجے شب کے اس کے بعد نمازی صاحب کی کوٹھی پر جو دس گیارہ بجے شب تک ہوتی تھی اور ایک صبح ۸ بجے مسٹر آر جمعہ بھائی کے لیکن ان مجالس میں آنے والوں کی تعداد بہت کم ہوتی تھی۔ منشی محمد حامد اور نمازی صاحب کے یہاں زیادہ سے زیادہ ۲۰ آدمی اور صبح کو جمعہ بھائی کے یہاں دس پندرہ۔ جمعہ بھائی کے یہاں قادیانی حضرات ملال آتے تھے لیکن حافظ غلام سرور کبھی نہ آتے اور نہ دو ڈیڑھ ماہ کے قیام میں پھر کبھی ان کی صورت نظر آئی۔

جمعہ بھائی کی مجلس میں ایک دن جبکہ میں نے شاہزادہ علی اکبر کی شہادت

اور حضور سرور عالم کی نبوت پر تقریر کی تھی مسٹر بشیر احمد ملال قادیانی پر ایسا اثر ہوا کہ وہ مثل ماہی بے آب تڑپ رہے تھے اور ختم مجلس کے بعد انہوں نے کہا کہ زندگی بھر میں آج پہلا موقعہ ہے جو میں ایسا متاثر ہوا ہوں اور رو دیا ہوں واقعی بے حد دلدوز واقعہ ہے۔

۵ محرم کو ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ کی بنا کی گئی جہاں میں نے اسلام کے حقائق اور واقعہ کربلا پر روشنی ڈالی۔ مسٹر ولیم ولیس ایک کناڈا کا رہنے والا شخص جو ہاربر افسر تھا کھڑا ہوا اور اس نے چند سوالات کئے جن کے اطمینان بخش جواب پانے پر اس نے اعلان کیا کہ مولانا حیدری نے اسلام کے حقائق اسکو منوا دیئے اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر وہ میرے پاس آیا اور اب روزانہ آنا شروع کیا میں نے اس عرصہ میں اسکو واقعہ کربلا ذرا تفصیل کے ساتھ سمجھایا اور شب عاشور اس نے ایک نوحہ بزبان انگریزی پڑھا جس کا میں نے فارسی میں ترجمہ کیا۔ نمازی صاحب کے بنگلہ پر ۱۵-۲۰ مرد اور پس پردہ دس پندرہ مستورات تھیں۔ اس مجلس کا یہ اثر ہوا کہ حاضرین پر غشی طاری ہو گئی اور مستورات کو تو دیر تک ہوش نہ آیا۔ پھر نہایت جوش کے ساتھ ماتم ہوا۔ مسٹر ولیم ولیس کا نام میں نے حسین ولیس رکھا اور وہ اس نام سے بے حد خوش تھا جیسا کہ اس کے بعد کے خطوط سے جو مختلف مقامات سے آئے واضح ہوتا ہے۔ اس نے اسپتال جا کر ختنہ کرایا۔ اور شراب و

کباب سب ترک کر دیا۔ نماز میں نے یاد کرا دی تھی پابندی کے ساتھ پڑھنے لگا
مسٹر ونیم ڈیلیس کا نوحہ مسلم ریویو میں ستمبر ۱۹۲۸ء میں چھپ چکا ہے لیکن اصل
میرے پاس سے ضائع ہو گئی جس کا صرف ایک شعر درج ذیل کیا جاتا ہے۔

"Pitched upon the scorching
deserts the tents of Husain lay
Encompassed with Satans
hounds upon their black saddles."

صبح کو عاشورہ محرم تھا۔ پشت پر کوٹھی کے مختصر سرسبز میدان میں خانوادہ اعمال
عاشورہ بجا لایا۔ حسین ویلز بھی ہمراہ تھے۔ نمازی صاحب اور دوسرے گھر
والے بھی شریک تھے۔ نمازی صاحب کے یہاں عاشورہ محرم کو بریانی پر نذر
ہوا کرتی ہے۔ کچھ فوجی سپاہی مع ایک افسر اور ایک جمعدار میجر جو حافظ قرآن
بھی تھا بریانی کھانے آئے یہ ساری جماعت سنی تھی۔

میں اعمال سے فارغ ہوا تو نمازی صاحب نے مجھے بلایا اور فوج والوں
سے میرا تعارف کرایا اور فوج والوں کو مجھ سے ملایا۔ پھر مجھ سے خواہش کی
کہ میں واقعہ کربلا کی اہمیت ان لوگوں کو سمجھا دوں سب کے سب پنجابی
تھے۔ میں نے حافظ قرآن سے کہا کہ میں قرآن پڑھتا ہوں اگر غلط پڑھوں تو
ٹوک دینا اور صحیح پڑھوں تو تصدیق کرنا قرآن مجید کے مختلف مقامات سے

آیات پیش کرکے ایمان۔ ہجرت اور جان و مال کی قربانی سے کمال عظمت انسانی ثابت کی سورہ برارة کی آیات بھی تلاوت کیں سارا مجمع متاثر تھا پھر شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی کی سرالشہادتین سے جو اُس وقت میرے ہاتھ میں تھی واقعہ کربلا کی تفصیل سنائی سارا مجمع رو دیا اور اہلبیت عصمت و طہارت کی عظمت کا اقرار کیا اور وعدہ کیا کہ آئندہ سے محرم کی مجالس پر اعتراض نہ کریں گے بلکہ شریک ہوں گے اور خود بھی مجالس کا انعقاد کریں گے۔ بعض مسائل کا حل آیات کلام پاک سے کیا اور حافظ صاحب نے تائید کی پھر صاحب نے اقرار کیا کہ آئندہ وضو اسی طرح کیا کریں گے اور نمازی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔

ٹاؤن ہال کے جلسہ میں ایچ محمد یونس صدر تھے انہوں نے بھی بے حد تعریف کی۔ ایک مسجد میں وعظ کیا۔ ڈاکٹر منشی ترجمان تھے جو ملایا کی زبان میں ترجمانی کرتے تھے مجھ سے دریافت کرنے لگے "Which of Them who was elder. Hasan or Hosain." مسلمانوں کی ناواقفیت کی یہ حد تھی۔ ایک عرب یہاں نمازی صاحب سے بھی زیادہ دولتمند تھے وہ متعصب بھی تھے اور تعصب کا پتہ حیدرآباد پہونچ کر معلوم ہوا۔ ان کا نام سید عبدالرحمٰن السقاف تھا جن کو السگاف کہا جاتا تھا۔ شاہ معظلا کے فرزند سے ہماری ملاقات حیدرآباد دکن میں ہوئی انہوں نے بتایا کہ وہ

عرب جن کا نام سید عبدالرحمٰن تھا کہتے تھے کہ مولوی لقا علی صاحب سنگاپور آئے تھے اور انہوں نے نادیانیوں کی رد کی تھی لیکن ان کے چلے جانے کے بعد لوگ پھر اپنے پچھلے عقیدے پر لوٹ گئے۔

میں نے کہا قطعی غلط ہے مسٹر حسین دلیز کا خط دکھایا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ وہ کیوں مسلم ہو گئے۔ ان کا نوحہ جو شب عاشور پڑھا تھا دکھایا۔

سنگاپور سے میں سیام کے واسطے روانہ ہوا .... پنانگ سے .... بینگ کاک تک ۱۵۰۰ سو میل کا فاصلہ ہے ایک ٹرین روزانہ روانہ ہوتی ہے جو تین دن میں پہونچتی ہے۔ ساری گاڑی میں صرف داخلہ کا ایک ہی دروازہ ہے اور باہر جانے کا بھی ایک ہی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ یہاں کسٹم کے افسر بڑی سخت جانچ کرتے ہیں۔ چلتی گاڑی میں سوار ہو جاتے ہیں اور کل سامان الٹ پلٹ کر کے دیکھتے ہیں۔

ہمارے پاس پاسپورٹ میں سیام بھی شامل تھا لیکن یہاں کے قاعدے کے بموجب سیام کی حکومت سے پاسپورٹ حاصل کرنا لازمی تھا۔ ہم نے اپنا پاسپورٹ دیدیا اور بنگ کاک پہونچ کر تصویر کھچوائی اور پاسپورٹ کے دفتر بھیجدی دو چار دن کے بعد پاسپورٹ آگیا جو اس وقت بھی ہمارے پاس موجود ہے۔

ہماری گاڑی میں یوکوہاما کے رہنے والے ایک صاحب ڈاکٹر سوآتاڈا

جغرافیہ کی تفتیش اور تحقیق کے لئے جا رہے تھے۔ بیٹھتے ہی ہم نے سلسلہ گفتگو جاری کیا بے حد روشن خیال انسان تھے تین دن کے عرصہ میں اُن کو نماز سکھا دی جو انگریزی لفظوں میں انہوں نے لکھ لی اور پڑھنے کا وعدہ کیا۔ چلتی ریل میں مناظر قدرت کے فوٹو لیتے جاتے تھے۔ بنگ کاک کا اسٹیشن آیا مولوی فیض محمد سیام والا مع چند دیگر احباب کے موجود تھے ان کے ہمراہ اسٹیشن کے بالائی حصہ پہ ٹھہرایا گیا مولوی سیام والا نے کہا کہ ان کا مکان بہت دور ہے اور ملاقات کے واسطے آنے والوں کو زحمت ہوگی اس لئے ہوٹل میں ٹھہرایا ہے۔ ہم نے فوراً اخبارات میں اپنی آمد کی اطلاع دی۔ ایک کے بعد دوسرا اخبار ... کا نمائندہ آتا رہا اور میرا فوٹو لیا گیا اخبارات میں شائع کیا اور لکھا :-

"Teacher explains faith of Islam.

میجر بہوئیان ایک سیامی فوجی افسر آتے اور دو دن برابر وجود باری تعالےٰ پر بحث ہوتی رہی بالآخر انہوں نے اسلام قبول کیا ایک دوسرے فوجی افسر نے ان کا ساتھ دیا۔ بنگ کاک کے دو حصے ہیں دریا بیچ میں حائل ہے دوسری طرف شیعہ حضرات کی آبادی ہے ایک عمارت ہے جو امام باڑہ مسجد غرض سب کچھ ہے۔ محمد باقر ایک صاحب روزانہ میرے پاس آیا کرتے تھے یہ سنار کا کام کرتے ہیں اور ہاتھ سے ایسا عمدہ کام بناتے ہیں جو ان کے کاریگر ہونے کا بہترین ثبوت ہے۔

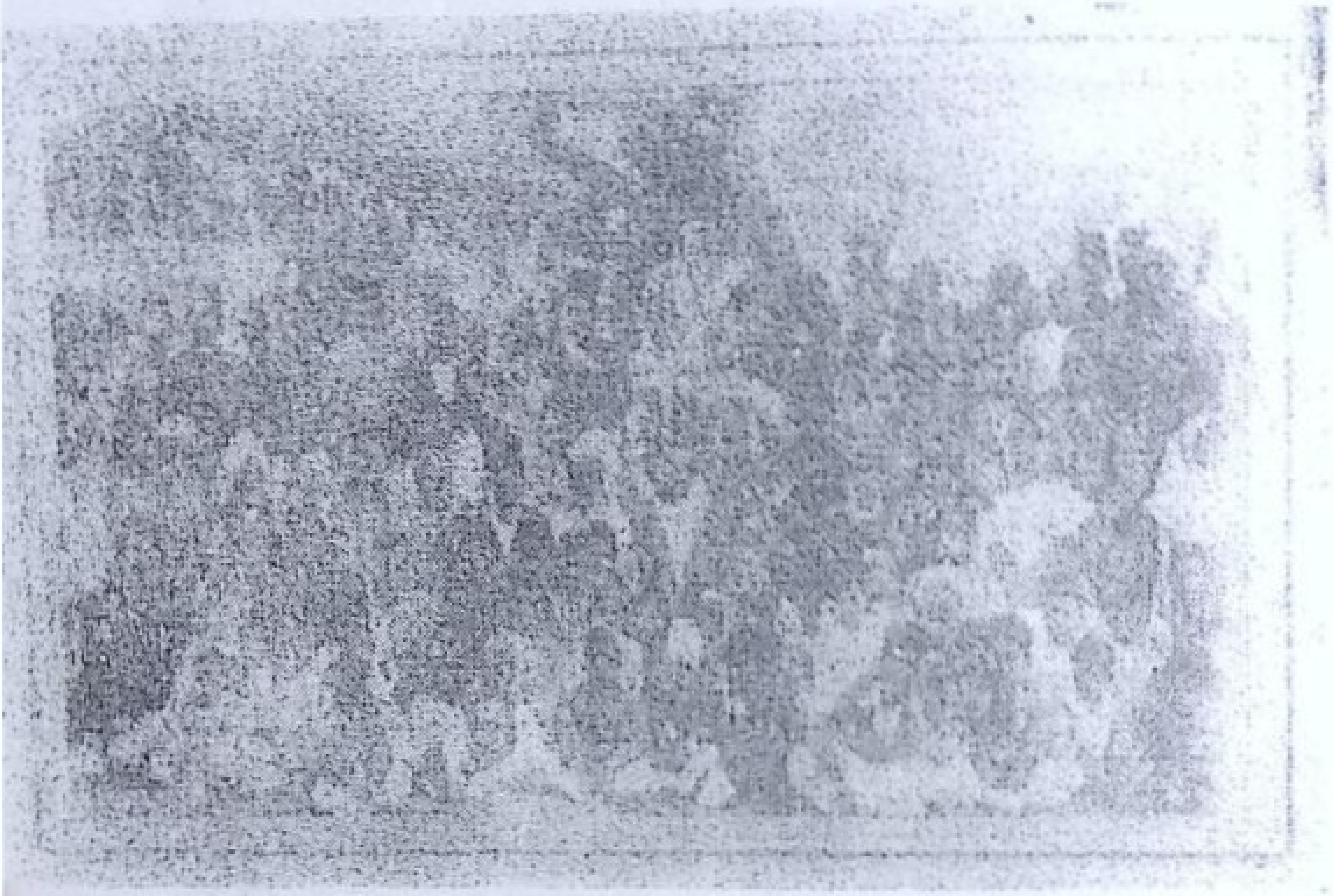

گروپ نماز عیدالفطر بہ اقتداء حضرت مستند العلما مولانا الحاج
محمد اعجاز حسن صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ (ص - ۱۰۵)

دریا کے اس طرف جو حصہ شہر کا ہے اس میں جنوبی ہند کے مسلمان بھی آباد ہیں جو سب متعصب سنی ہیں۔ ان لوگوں نے یہ معلوم کر کے کہ میں مولوی سیام والا کا مہمان ہوں اعلان کیا کہ ایک رافضی عالم آیا ہے اس کے جلسہ میں کوئی شخص نہ جائے اور نہ اسکو اپنے یہاں دعوت وعظ دے۔ پھر کون آتا اور ہم کو بلاتا۔

مولوی فیض محمد سیام والا کے ایک دوست نے جو مدراس کے علاقہ کے رہنے والے تھے انہوں نے ہمت کر کے اپنی مسجد میں ہمارا وعظ کرایا۔ ہم سے پہلے صرف چند روز کے فصل سے ہر مقام پر مولانا عبدالعلیم صدیقی قادری صاحب وعظ کرتے ہوئے گزر گئے تھے لیکن اب تک سنگاپور کے لوگوں نے ہمارے وعظ کو ان کے مقابل زیادہ پسند کیا۔۔۔ یہاں بھی وہ وعظ فرما چکے تھے لیکن ہانگ کانگ وہ نہیں گئے تھے۔

ہماری تقریر کے بعد بغیر کسی تحریک کے دوسری مسجد میں خود متولی مسجد نے وعظ کا اعلان کر دیا اب وہ تعصب کی دیوار گر گئی اور لوگ گرویدہ ہونے لگے۔ ہفتہ میں ایک دن شہر کے دوسرے حصہ میں بھی جاتا تھا۔ وہ سیام کا صدر مقام تھا۔ بادشاہ بھی اسی حصہ میں رہتا تھا۔ یہاں گوتم بدھ کے بت ہر قدم پر چھوٹے بڑے موجود تھے جن کی تعداد اس شہر میں کروڑوں تک پہونچتی تھی۔ سب سے بڑا بت رنگون میں ہے۔

سوئن کارب کالج میں حاضرین کا ایک گوشہ کا فوٹو
جو مولانا حیدری کے لکچر کو ہمہ تن گوش ہو کر
سن رہے ہیں۔ (ص ۔ ۱۳۱)

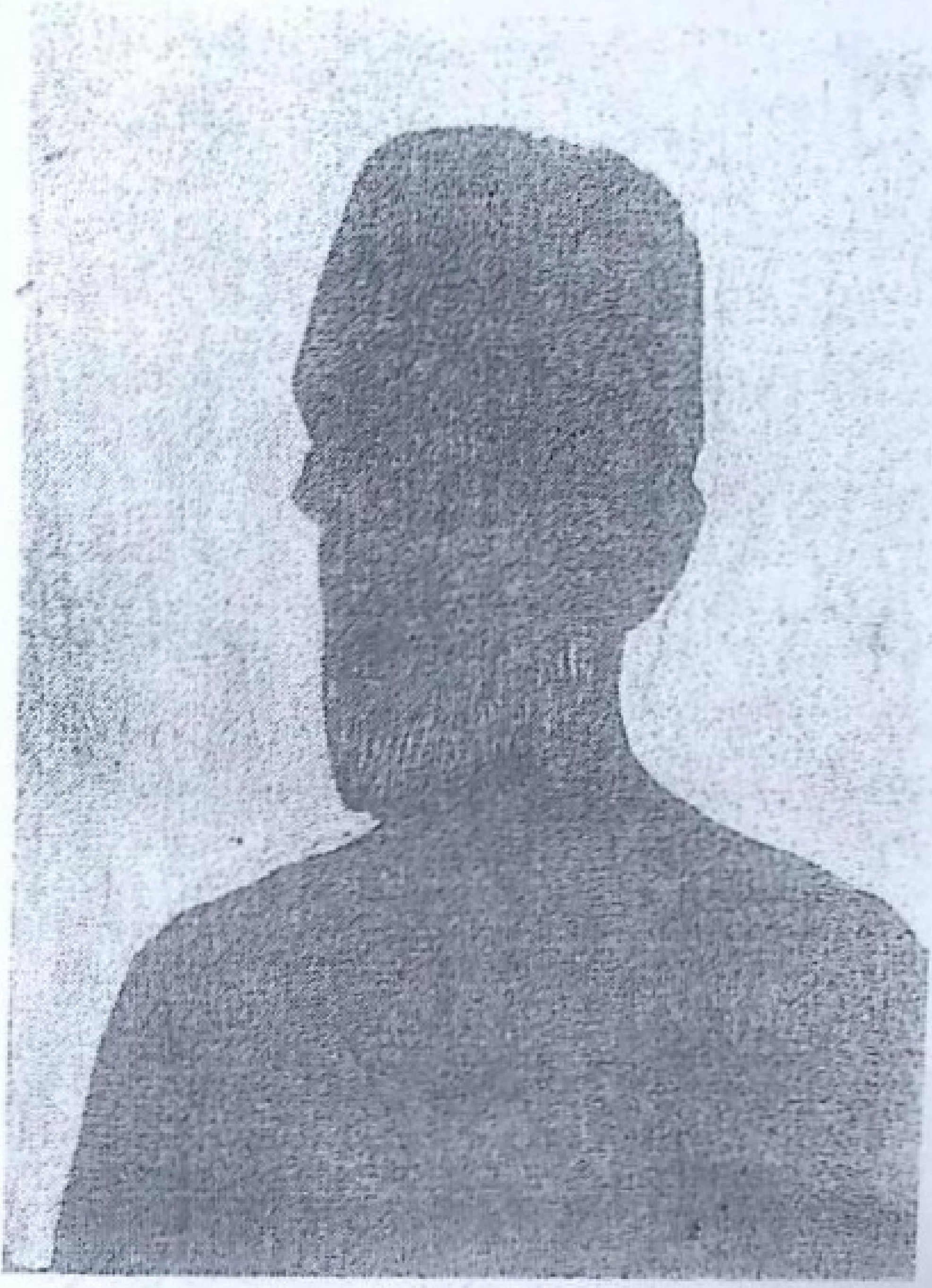

مولوی لقاء علی حیدری سوئنز کروب کالج بنگ کاک
ملک سیام میں لکچر دے رہے ہیں۔ مولانا کے لکچر
کا ترجمہ سیامی زبان میں شائع ہوا ہے جس کے
سرورق پر یہ فوٹو ہے (ص۔ ۱۳۱)

مسجدوں کے وعظ میں جب ہر دلعزیزی پیدا ہوگئی تو یہ طے ہوا کہ Suan
Kularb College میں ایک سلسلہ وعظ کا جاری ہو
جو چند روز تک رہے۔ اخبارات میں اعلان ہوگیا۔ ہینڈ بلس شائع ہوئے اور
۵-۶ دن تک روزانہ "Islam is the religion
of the universe" موضوع پر تقریریں ہوئیں۔ میری تقریریں
شارٹ ہینڈ میں لکھی گئیں اور بعد کو سیامی زبان میں کتاب کی صورت میں شائع
ہوئیں اس کتاب کے سرورق پر میرا فوٹو ہے اور پشت پر میرے سامعین کا
ایک گوشہ سے فوٹو درج ہے۔ اگر مبالغہ نہیں سمجھا جائے تو بلا تکلف کہا
جا سکتا ہے کہ دنیا کے کسی مشنری کو یہ کامیابی کبھی نصیب نہیں ہوئی کہ ایک
مشنری کے بیانات کو دوسرے مذہب والے اپنی زبان میں ترجمہ کر کے اس
کے فوٹو کے ساتھ کتابی صورت میں شائع کریں اور ہر کتاب کے ساتھ ایک
علیحدہ فوٹو مقرر کا فریم میں لگانے کے واسطے کتاب کے ساتھ علیحدہ رکھا جائے
اس وقت بنگ کاک میں آٹھ ہزار مکانوں میں میرا فوٹو فریم میں لگا ہوا موجود
ہے۔ فالحمد للہ علی ذلک۔ یہ کتاب سیامی زبان میں میرے پاس موجود
ہے لیکن یہاں اس زبان کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

مسٹر William Hewatt جو شاہ سیام کے مشیر قانون اور
اعلیٰ تعلیم پائے ہوئے بیرسٹر ایٹ لا بھی تھے ختم جلسہ پر مع اپنی بی بی بچوں کے

خان بہادر فخر الحاج نواب سید
مظفر علی خاں صاحب بہادر مرحوم
رئیس و اسپیشل مجسٹریٹ جائسٹھ

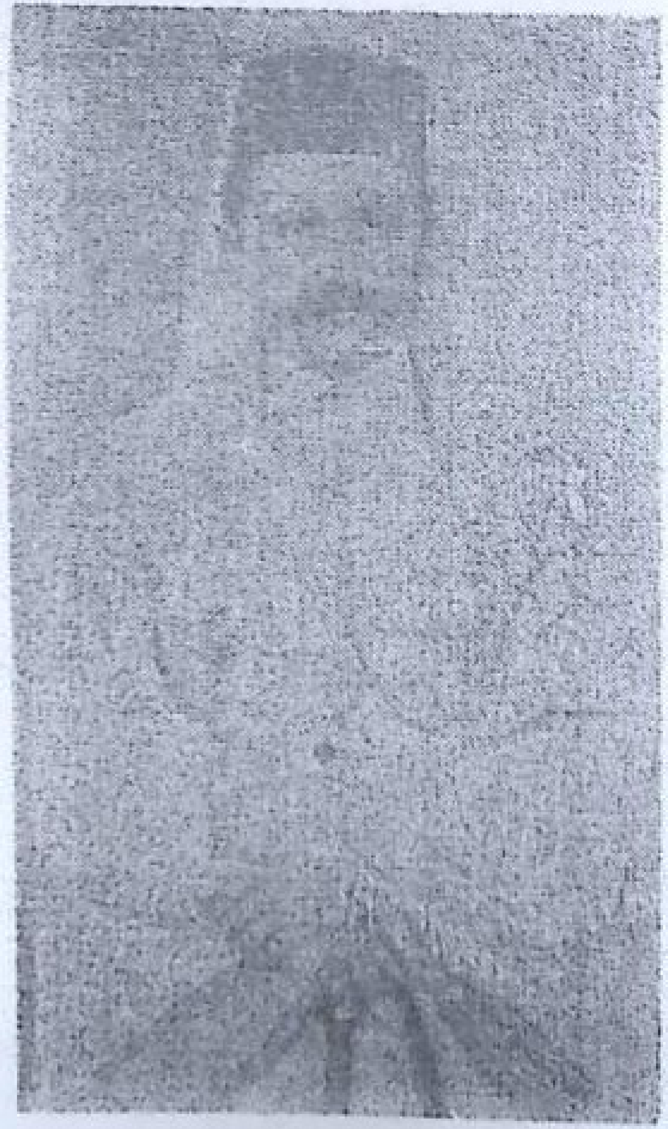

عالی جناب مولوی سید اعجاز حسین
صاحب گھبر گوی مرحوم
ایڈوکیٹ ہائی کورٹ
حیدرآباد دکن (ص - ۱۷۶)

آنریبل سر مہاراجہ محمد علی محمد خاں صاحب
بہادر باالقابہ والئی ریاست عالیہ
محمودآباد بانی مدرستہ الواعظین لکھنؤ .

جلالتمآب عزیزی جناب مرزا عابد حسین
صاحب دام عزہ جنرل سکریٹری مدرسۃ
الواعظین معہ برادر نسبتی نواب زادہ
محسن علی خاں صاحب .

سلطان ہوگئے۔ اور مدرسۃ الواعظین کو تحریر بھیجی کہ موصوف اپنے معلم اور روحانی باپ مولانا لقار علی حیدری سے تعلیم حاصل کر کے اب ادشنیا تبلیغ کے واسطے جائیں گے اور ملازمت ترک کردیں گے۔

عالیجناب مہاراجہ سر محمد علی محمد خاں صاحب بہادر اعلی اللہ مقامہ بانی مدرسۃ الواعظین نے اس خط کے آنے پر موصوف کے قیام کا انتظام Butler Palace میں کیا اور حکم دیا کہ جب وہ آئیں تو ان کے قیام وطعام کا کل انتظام ریاست عالیہ محمود آباد کی طرف سے ہو اور مولانا لقار علی حیدری کو اُن کے ہمراہ رہنے کے واسطے موقع دیا جائے افسوس کہ زمانہ کے حالات نے اجازت نہ دی۔ اور آں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔

سیامی زبان میں میرے لیکچر جن کا ذکر ابھی ہوا میرے پاس کتاب کی صورت میں موجود ہیں۔ افسوس ہے کہ اس ملک میں کوئی اس زبان کا جاننے والا نہیں ہے۔ اس کتاب کے سرورق اور آخری صفحہ کا فوٹو اس جگہ درج کیا جارہا ہے۔

اس جلسہ کے ختم پر مجھے مولوی فیض محمد صاحب سیام والا نے بتایا کہ ایک ایرانی لڑکی بھی حاضرین میں تھی اور وہ امیدوار تھی کہ مولوی صاحب اُس کی طرف خاص توجہ فرمائیں گے لیکن مولوی صاحب نے اُس سے

بات تک نہ کی اس نے اپنے صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے خواہش کی کہ ایک دن مولوی صاحب اس کی دعوت منظور کریں۔

میں نے دعوت اس شرط پر منظور کی کہ وہ پردہ کے باہر نہ آئیں اور میرے ساتھ کھانے پر صرف مرد ہی ہوں۔ بادل ناخواستہ اس نے منظور کیا اس لڑکی نے ایک داؤدی بوہرے سے عقد کر لیا ہے۔ اس شہر میں تقریباً ۱۲ سو شیعہ ہیں لیکن وہ صرف شیعہ برائے نام ہیں۔ اصول و فروع سے قطعی ناواقف ہیں اور عمل بھی کچھ نہیں ہے۔ صرف محرم کے دس دن اس عمارت میں جس کو پچھلی سطروں میں میں نے مسجد اما مباڑہ وغیرہ لکھا ہے۔ شمعیں روشن کرتے ہیں اور عاشورے کے دن قمع زنی کرتے ہیں جس میں ۷ دن کے بچے سے لے کر سو برس کا بوڑھا تک شریک ہوتا ہے۔ یہ قمع زنی صرف مرد کرتے ہیں۔ اور کفنی پہن کر۔ جب تک ان کی سفید کفنی خون میں تر نہ ہو جائے سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پھر عصر عاشور کو دریا میں داخل ہوتے ہیں خون دھو کر اپنے گھر جا کر لباس پہنتے ہیں کھانا کھاتے ہیں۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آج تک کوئی شخص قمع زنی میں مرا نہیں ہے اس سے ان کا عقیدہ اور بھی مضبوط اور مستحکم ہوتا جاتا ہے۔ میں جب کبھی اس عمارت میں گیا محمد باقر میرے پاس برابر رہا۔ یہ شخص نماز کا پابند ہے اور دس بارہ آدمی اور نماز پڑھنے والے ہیں جن کو میں نے نماز

مولوی ابو الحسنین محمد رضا مرحوم رئیس بدایوں
جانشین جناب مفتی فضل امام صاحب مرحوم
رئیس اعظم بدایوں

باجماعت پڑھائی۔

ایک دن میں نے دیکھا کہ ایک شخص سیاہ عبا۔ قبا اور عمامہ پہنے عصا ہاتھ میں لئے ہوئے آیا۔ میں نے دریافت کیا یہ کون صاحب ہیں بتایا گیا یہ ہمارا مجتہد ہے۔ میں نے خیال کیا عراق یا ایران سے علم حاصل کر کے آیا ہوگا۔ اس شخص نے ایک درخت کا سہارا لے کر پشت بہ قبلہ ہو کر اذان دینا شروع کی جو سب کی سب غلط تھی۔ میں نے سمجھ لیا کہ صرف بڑے علما ہی ہیں۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابھی زیارت کربلائے معلیٰ سے مشرف ہو کر آئے ہیں۔ اور صرف اذان دیا کرتے ہیں وہ بھی ایک وقت اور مجتہد اعظم ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جہالت کی بھی حد ہوتی ہے۔

یہاں کے لوگ امیر اور غریب میں بڑا فرق کرتے ہیں اور امیر آدمی غریبوں کو اپنا جلیس نہیں بناتے۔ اور قمع زنی میں بڑی کفنی پہنتے ہیں۔ غربا اور کم درجہ کے لوگ چھوٹی کفنی پہن کر قمع زنی کرتے ہیں۔ محمد باقر چھوٹے درجہ کے لوگوں میں سے تھا۔ ان لوگوں کا کام یہ ہے کہ سال بھر محنت کر کے گزربسر کرتے ہیں اور جو رقم بچتی ہے اس کا ایک سونے کا علم اس امامباڑہ میں چڑھاتے ہیں۔ ہزارہا علم سونے کے موجود ہیں۔ جو عشرہ محرم میں اس امامباڑہ میں سجائے جاتے ہیں۔ اور عاشورہ کے بعد شاہ سیام کے خزانہ

میں جمع کردیئے جاتے ہیں۔ شاہ سیام کے یہاں سے عاشورہ کے صرف کے واسطے ۲۰۰ پونڈ کی شمعیں جلانے کے واسطے بھیجی جاتی ہیں جو سب جلائی جاتی ہیں اور اس کا روغن پانی کی طرح صحن میں بہتا ہے۔ فوج کا پہرہ امام باڑہ کے چاروں طرف دس دن رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب شاہ سیام کو چودہویں صدی میں انگریزوں سے جنگ کا موقع ملا۔ ایک ایرانی آغا محمد علی نامی آئے تھے انہوں نے فوج کی کمان کی اور انگریزی فوج کو ہزیمت نصیب ہوئی۔ شاہ سیام کے ساتھ انہوں نے اپنی بہن کا عقد کر دیا اور خود عہدہ وزارت عظمیٰ پر فائز ہوئے اور شاہ سیام سے فرمان لکھوالیا کہ ان کی نسل میں ہمیشہ عہدہ وزارت رہے گا۔ اس عہدہ کا نام پہیا چولا تھا۔ ۵۰۰ سو سال تک یہ عہدہ اس گھر میں رہا لیکن جب اس گھر والوں نے بے علمی اور غلط کاری کی حد کر دی تو یہ عہدہ جاتا رہا۔ اب صرف برائے نام رہ گیا ہے اور کچھ پنشن ملتی ہے۔

اس لڑکی نے جو ہماری میزبان تھی خواہش کی کہ اس کو فارسی زبان میں جس کا ساتھ ترجمہ انگریزی میں بھی ہو مذہبی عقائد کی کتابیں منگوا دی جائیں اور اس نے پردہ میں رہنے کا وعدہ کیا۔ مجھے چند تحائف پیش کیے جو سیام کی بہترین دستکاری کا نمونہ تھے۔

بنگ کاک سے جب میں رخصت ہوا ہوں تو اہل شہر نے خدا حافظ

کہنے کے لئے بڑا انتظام کیا تھا۔ سینکڑوں آدمی گلدستے اور پھولوں کا ہار لے کر آئے۔ میں جس فرسٹ کلاس میں تھا اس میں کوئی دوسرا مسافر نہ تھا۔ لیکن سارا کمرہ پھولوں سے بھر گیا تھا۔ مجھے ذاتی صدمہ ہوا کہ اگر یہ رقم جو پھولوں پر صرف کی گئی مدرسۃ الواعظین کو اعانت کے طور پر دیدی جاتی تو مدرسے کے بہت سے مشکلات کا حل ہو جاتا۔ بلا مبالغہ ہزاروں روپیہ کے پھول تھے اور جو نچھاور کئے گئے اُن کی مقدار بھی کثیر تھی۔ اسٹیشن پھولوں سے لدا ہوا تھا۔

سارے سفر کے لئے یہ اہتمام تھا کہ چار ناشتہ کھانا دوپہر کا یا شام کا جس جگہ وقت ہوتا اور گاڑی ٹھہرتی اسٹیشن پر صدہا اشخاص پھول لئے ہوئے ناشتہ چار اور کھانا لئے حاضر آتے تھے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ مقام جہاں یہ اعلان ہوا تھا کہ ایک رافضی آیا ہے اس کے جلسے میں جانا کفر ہے۔ اس کو وعظ کی دعوت نہ دی جائے آج اس شان کے ساتھ رخصت کیا جاتا ہے۔ یہ حضرات معصومینؑ کے صدقہ میں جناب رب العزت نے مجھے عزت عطا فرمائی تھی۔ زبان میں طاقت نہیں جو اس کا شکر ادا کر سکوں۔

سیام سے واپس آن کر چند دن سنگاپور ٹھہرا۔ رخصت کے وقت نمازی صاحب مرحوم نے فرمایا مولانا آپ کی آمد کا تار جب آیا تھا ہم نے خیال کیا

تھا کہ ایک بلا آرہی ہے کیوں کہ ہم مُلا لوگوں سے عاجز ہیں لیکن آج آپ جارہے ہیں ہمارے گھر کی برکت جارہی ہے۔ پھر بھی ضرور تشریف لائیں۔ نہایت عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

مسٹر آر جمعہ بھائی نے میرے ساتھ غیر معمولی محبت کا برتاؤ کیا اور آج بھی ۴۳ سال کے بعد میں ان کو یاد کرتا ہوں موصوف مجھے کوئی بڑی رقم نذر کرنے لیکن نمازی صاحب سے بڑھنا نہیں چاہتے تھے۔ اسلئے میں خسارہ میں رہا۔ آج ۱۱ رمئی ۱۹۸۱ء کو مسٹر کالی شیرازی سے ملاقات کے سلسلہ میں معلوم ہوا کہ مسٹر جمعہ بھائی سنگاپور میں بہت بڑی دولت کے مالک ہیں خداوند عالم کا شکر ادا کیا اور ان کے حق میں دعا کی۔

میں رنگون کے واسطے جہاز میں سوار ہوا۔ آنے کی اطلاع پہلے سے دیدی تھی احباب جہاز پر موجود تھے۔ اور ہم کو قاسم میاں علی بھائی (خوجہ) کے مکان پر ٹھہرایا گیا۔ اربعین کی مجالس بے حد شاندار ہوئیں اور ہر شخص بے حد مداح نظر آتا تھا۔ چند دن کے واسطے برما کے مختلف مقامات پر گیا۔ جن میں میمیو۔ مانڈلے اور جو بنگو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آخرالذکر مقام پر ایک بہائی صاحب سے چند روز کے قیام میں گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ اور جب وہ عاجز آگئے تو کہنے لگے میں بہائی نہیں ہوں میں تو شیعہ ہوں۔

مانڈلے میں میرے ۱۹۳۸ء کے رفیق سفر سید علی میہانی اور مرزا احمد

اصفہانی سے ملاقات ہوئی۔ میں یہاں آقا مرزا محمود شیرازی فرزند سفیر کبیر ایران کا مہمان رہا۔ یہاں سید زین العابدین صاحب اور الحاج مرزا علی جان شیرازی سے ملاقات ہوئی۔

ایک دن مرزا محمود اور شیرازی صاحب کے ہمراہ ممبیو گیا۔ مجھے ایک ہوٹل میں ٹھہرا کر یہ لوگ شہر کو گئے۔ مالک ہوٹل غالباً قادیانی تھے صبح سے شام تک مجھ سے بحث کرتے رہے اور کھانے اور نماز کے وقت کے علاوہ جو وقت تھا اس میں گفتگو کا سلسلہ جاری رہا۔ ۵ بجے شام کے جب آقا مرزا محمود شیرازی آئے تو یہ مالک ہوٹل شیعہ ہو چکے تھے اور اپنے عقائد سے تائب ہو گئے۔ حافظ لطافت علی بدایونی نے ہماری دعوت کی اور ایک تھیٹر ہال میں تقریر کی بنا ہوئی جہاں ایک سکھ افسر محکمہ پیمائش صدر تھے۔ صدر جلسہ نے میری تقریر کے بعد کہا کہ اسلام اگر یہی ہے جو مولانا حیدری نے بیان کیا ہے تو مجھے اپنے آپ کو مسلم کہنے میں کوئی تامل نہیں ہے۔

وہاں سے پھر مانڈلے آئے۔ مرزا محمود ایک Saw Mill کے مالک ہیں اور ان کے دل میں جذبہ ہے کہ یہ اگر طاقت حاصل کر لیں تو ایران کے بادشاہ بن جائیں۔ آدمی بے حد سمجھدار ہیں۔ مانڈلے میں متعدد جلسوں میں تقریریں کیں جو بے حد مقبول ہوئیں لیکن مدرسہ کو کوئی مالی امداد نہ مل سکی۔ ایک بار ہم جنگل میں ۲ بجے رات کے شیرازی صاحب کے کارخانہ

کے دفتر میں گئے۔ ایک لکھنوی کا مرتفع مکان ہے پہلے وہاں حدیث کساء پڑھی گئی پھر یہ عہد کیا کہ نماز صبح قضا نہ ہوگی پھر کافی پی کر آرام کیا۔ کھانا ٹھازی میں آغا زین العابدین کے ایک دوست کے یہاں کھایا تھا جس نے دوسرے دن وعظ کا وعدہ لیا تھا۔

غرض ہم اوّل وقت اٹھے سب نے نماز پڑھی۔ ہلکی بارش ہو رہی تھی ہم کو ایک اسٹیشن تک جو اسی جنگل کے قریب تھا پہونچایا گیا اور ہم ٹھازی پہونچے یہاں وعظ کا بندوبست تھا آنے والوں کے لئے بریانی کا انتظام تھا۔ مجمع اچھا خاصہ ہو گیا۔ دراہل حدیث حضرات کے بعض شبہات کا جواب اس صورت سے دیا کہ سارا مجمع بے حد خوش ہوا اور خود اہل حدیث نے تعریف کی۔ مانڈلے میں دو شخص دیکھے جو Twins تھے اور بہن بھائی لیکن صورت شکل بول چال تحریر تقریر میں مطلق فرق نہ تھا۔ ایک بنک میں روپیہ جمع کراتا دوسرا جاکر دستخط کرکے لے آیا اور کوئی نہ پہچان سکتا کہ آنے والا مرد تھا یا جانے والا عورت تھی۔ ایک دن ایک جلسہ میں تقریر کے دوران میں آسمان سے گولوں کی بارش ہوئی۔ نہ بادل تھا نہ پانی برسا لیکن تمام اہل جلسہ بھاگ کھڑے ہوئے، درمدرسہ کی عمارت میں پناہ لی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ کچھ کیڑے گول گول کبھی کبھی گرتے ہیں جو لاکھوں نہیں کروروں کی تعداد میں ہوتے ہیں اگر سر پر پڑے تو پھٹ

جائے صبح کو برمالوگ ٹوکروں میں بھر کر اٹھالے جاتے ہیں اور ان کو پکا کر کھاتے ہیں۔ یہ ایک قسم کے پردار جانور ہوتے ہیں۔ سرخ رنگ ہوتا ہے پر بالکل چھوٹے۔ گرنے کے بعد حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتے۔

تھازی سے زنگون ریل میں آئے آقا محمد صادق اصفہانی کی تحریک پر ایک جلسہ ہوا۔ اس میں میں نے مدرسہ کے واسطے امداد دیئے جانے کی تحریک کی۔ آقائے محمد صادق نے تائید کی اور حاضرین بزم نے تائید مزید کی۔ آقا محمد صادق اصفہانی نے تحریک کی کہ مدرسۃ الواعظین کی جانب سے مولانا لقا علی صاحب حیدری مع ایک دو اور اشخاص کے جو فارسی بدرجہ کمال جانتے ہوں ایران جائیں اور تبلیغات مدرسۃ الواعظین کا مظاہرہ کریں اور دولت ایران کو متوجہ کریں۔ اعلیحضرت رضا شاہ پہلوی ایران کے بادشاہ تسلیم کر لیے گئے تھے۔ دولت ایران سے بھی امداد کی خواہش کرنے کا مشورہ دیا گیا اسی جلسے واسطے تین ہزار کے قریب روپیہ فوراً نقد جمع ہوگیا۔ اور مدرسہ کی امداد خاص کے لئے علیحدہ رقوم جمع ہوئیں۔ جن کی مجموعی تعداد ۱۰۰۰۰/ کے قریب تھی جس کا ڈرافٹ مع ضروری خطوط کے لے کر ہم زنگون سے روانہ ہوئے۔

مدیر حبل المتین کلکتہ کی تحریر شمارہ نمبر ۳۲ - ۴۲ - ۴۴ صفحہ ۱۷-۱۸ اور آقای مرزا محمد صادق اصفہانی کے خطوط اس سلسلہ میں قابل توجہ ہیں جو اخبار

حبل المتین کلکتہ میں شائع ہو چکے ہیں جن کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل تحریر مرزا محمد صادق اصفہانی۔

"امروزہ بر ہر فردے از افراد مسلمین عموماً و بر شیعیان دنیا خصوصاً لازم و واجب است کہ انچہ از دست شان بر میاید در راہ ترقی دین حقہ اسلام و مذہب جعفری دریغ ندارند۔ با موسسات اسلامی کمال ہمراہی را داشتہ باشند و در تر تیید و توسیع دامنہ ان بکوشند۔ مدرسۃ الواعظین لکھنو یکے از موسسات اسلامی است کہ مشغول توسعہ دائرۂ اسلامیت است۔ درایں روزہا جناب صدر الواعظین آقائے سید لقا علی کہ یکے از نتائج ان مدرسہ می باشند بہ رنگون آمدہ و از تقریرات فاضلانہ و مواعظ حسنہ کہ تمام با دلہ و براہین از قرآن مجید بود۔ جذب قلوب ایران و ہندوستانی را بخود نمودند۔ شیعیان رنگون از استماع مجالس ایشان حظے بافر بردند بعض از ایرانیان ہم افسوس میخوردند کہ چرا در ایران نباید ہیچ موسسہ باشد تا ہمہ سالہ مبلغین و وعاظ باطراف بفرستند و مردم را بوظائف دینی آشنا تر نمایند۔ و دین حقہ اسلام را بہتر بجوانان فہمانیدہ و اعتقادات آنان را محکم تر نمایند۔ بارے روز یکشنبہ ۲۸ ماہ اگست ۱۹۲۸ء جناب مستطاب عمدۃ التجار آقا محمد [illegible] از معارف پروران رنگون می باشند [illegible] از بزرگان قوم بود [illegible] صرف تہا [illegible] بودند۔ از

آقایان ایرانی که در آن مجلس حضور داشتند موقع را مغتنم شمرده از
آقایان شریعتمداران آقا میرزا محمد کابلی و آقای حاج سید ابوالفتح شوشتری
دامت تائیداتهم خواهش نمودند که زمینه ترتیب دهند و اعانه جمع نمایند
تا آقای سید لقار علی با یک دو نفر دیگر که فارسی را کاملاً بدانند بصواب
دید حضرت مستطاب حجة الاسلام آقای سید نجم الحسن دامت توفیقاته
عازم ایران شده از طریق دزداب به مشهد و طهران و اصفهان و قم
بروند و به مدد علمای اعلام و حجج اسلام و تجار تشکیل هیئه موسسه را دهند
و اصول تبلیغاتی را که تحصیل نموده اند بنمایانند و نیز چند نفر از طلاب نمرهٔ
اول مدارس ایران را با خود به هندوستان بیاورند تا در مدرسة الواعظین
مشغول تحصیل شده و ترتیب وعظ جدید و تبلیغ امروزه را یاد گرفته
با ایران مراجعت نمایند و همین ترتیب را دامنه پیدا بکنند تا به مدد خدا
وندباری صاحب شریعت محمدی در سایهٔ سعی و کوشش علمای اسلام
و تمام جوانان اسلام و اسلامیان دست مبلغین دین مسیح از ممالک
اسلامی کوتاه و جوانان ما تماماً حقیقتاً مسلمان و بهتر پی به حقیقت
دین خود ببرند. پس آقایان میرزا محمد کابلی و حاج سید ابوالفتح شوشتری
دامت افاضاتهم از میزبان محترم اذن گرفته تقریراتی فرموده و حضار
را ترغیب و تحریض به همراهی و مساعدت با این موضوع نموده و بعد آقای

سید لقار علی ہم شرحے راجع بہ تفصیلات و مصارف و ترتیبات و خدمات مدرسۃ الواعظین را ایراد نمودند۔ اسامی آقایانیکہ ہمراہی نمودند از قرار ذیل است:۔

(۱) آقا مرزا محمد رفیع اصفہانی -/200 (۲) مرزا محمد جواد بارابیٹ لا -/200 (۳) محمد ہاشم اصفہانی -/200 (۴) علی اکبر شیرازی -/200 (۵) احمد شیرازی -/200 (۶) حاجی احمد چاندرد -/200 (۷) علی رضا شوستری -/200 (۸) شہریار جوانبخش تفقی -/200 (۹) مرزا محمد صادق اصفہانی -/100 (۱۰) محمد باقر بن دہ نیم -/50 (۱۱) حسین ہمدانی -/100 (۱۲) حاجی سید رضا اصفہانی -/100 دیگر ایرانیان حاضرین جلسہ -/200 - مومنین مقیم رنگون -/675 جملہ -/2850 ———

ایرانیان رنگون بہ تمام برادران دینی و وطنی سلام غائبانہ میرسانند و آنان را نیز بہ ہمراہی و مساعدت با این موسسہ دعوت و توصیہ نمودہ توفیقات آنانرا طالب اند۔ (ندائے ایران)"

نقل اداریہ آقای سید جلال شیرازی مدیر محترم اخبار حبل المتین کلکتہ۔ مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۲۸ء شمارہ ۳۳ سال سی و ہشتم صفحہ ۱۵:

"(حبل المتین) جناب مستطاب مولوی لقار علی حیدری یک از مبلغین فاضل و داعیان ماہر مدرسۃ الواعظین لکھنو اند۔ تحت تعلیم و سرپرستی حضرت حجۃ الاسلام شمس العلما مولانا مولوی سید نجم الحسن مدظلہم می باشند

کہ محرر شرح خدمات مدرسۃ الواعظین را ایں عالم باعمل ربانی را نگاشتہ ایم۔ سال گزشتہ مولوی نثار علی زنگون دمدرس مدراس در کلکتہ آمدہ بودند و اینک بہ سنگاپور رفتہ اند۔ درجہ لیاقت و مہارت در نطق و تبلیغ ایشان بہ اندازہ است کہ ہر جا رفتہ انقلاب اخلاقی در مردم پدید آوردہ است۔ محرر نگاشتہ ایم اگر علماء ایران از روئے حقیقت می خواہند ترویج اسلام و خدمت دیانت حقہ نمایند خوب است مسلک تحمیق عوام را ترک کردہ اصل تبلیغ را از مدرسۃ الواعظین لکھنؤ تقلید و از محراب و منبر و عوام فریبی تر رسے ہم پا بیرون گزاردہ از اوضاع عالم مطلع گردند ما از آقای حجۃ الاسلام حاجی سید محمد علی اصفہانی مبارکہ کہ گویا خود شان ہم مدرسۃ الواعظین را دیدہ باشند خواہشمندیم کہ در ایران نیز بتاسیس یک موسسہ تبلیغی را نمایند و رابطہ آن با مدرسۃ الواعظین لکھنؤ مورث تکمیل دانشمندان تواند گردید۔"

سفر چین سے واپس آن کر مجھے حیدرآباد جانے کے واسطے حکم دیا تھا مولوی اکبر حسین صاحب مرحوم نے اپنے عم محترم جناب مولوی سید اعجاز حسین صاحب وکیل مرحوم کو تعارفی خط لکھا اور مجھ سے خواہش کی کہ ان کے پاس قیام کروں پہلے ... عشرہ محرم کے واسطے ۲۸ نومبر [illegible]ء بمبئی گیا۔ وہاں سے مولوی اکبر حسین صاحب کا خط لے کر مولوی سید اعجاز حسین صاحب کے یہاں حیدرآباد پہنچے

خط کے ساتھ بھیج دیا اور موصوف کو اپنے آنے کے قصد سے مطلع کیا۔ میرے خط کے جواب میں مولوی سید اعجاز حسین صاحب کا خط قابل ملاحظہ ہے۔

موصوف کا خط میرے پاس بمبئی پہونچا جو درج ذیل ہے۔ اس کے ملاحظہ سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اگر میں عزم راسخ نہ رکھتا ہوتا تو ہرگز حیدر آباد کا رخ نہ کرتا۔ یہ خط بے حد ہمت شکن تھا لیکن ہم خدا جانے کس مٹی کے بنے ہوئے ہیں کہ اس قسم کے حوادث سے دوچار ہو کر ہمت شکستہ نہیں ہوتے۔

نقل خط مرسلہ مولوی سید اعجاز حسین صاحب مرحوم ایڈوکیٹ۔ اسٹیشن روڈ نام پلی حیدر آباد دکن۔

موسومہ مولوی محمد لقا علی حیدری مبلغ مدرسۃ الواعظین مقیم بمبئی

جناب عالی دامت معالیکم۔ تسلیم بصد تعظیم

عنایت نامہ مورخہ ۱۶ نومبر ۲۸ء مجھ کو پہونچا۔ اس کو میں نے پڑھا اس عنایت نامہ کے ہمراہ عزیزی سید اکبر حسین صاحب سلمہ کا خط بھی میری نظر سے گزرا جو آپ کے خط کے ہمراہ تھا۔ مجھے آپ کی تشریف آوری کی خبر سنکر خوشی ہوئی۔ جب چاہے آپ تشریف لائیں۔ خانہ خانۂ شماست۔ لیکن جناب عالی آپ معاف فرمائیں اگر میں عرض کروں کہ مجھے ابلاغ و تبلیغ سے دلچسپی نہیں ہے اور نہ یہ ملک اور ملک کے حالات اس کے مقتضی

ہیں کہ یہاں تبلیغ کا کام شروع کیا جائے۔ نہ یہاں چندہ جمع ہو سکتا ہے نہ اس طریقہ اور خیال کو عین الرضا سے لوگ دیکھتے ہیں۔ یہاں عجیب حالت ہے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے خفیہ پولیس ہو جاتی ہے۔ ایک شریف آدمی کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں کے حالات ایسے نہیں کہ سنی شیعہ ہوں یا شیعہ سنی ہوں یا ہندو شیعہ یا سنی ہوں۔ مہذب سوسائٹی میں اس قسم کی تحریک معقول نہیں خیال کی جاتی ہے۔ وعظ اور تبلیغ نصیحت اور مذہبی خیالات کی قدر و قیمت کم ہے بلکہ نہیں ہے۔ آپ معاف فرمائیں میں نے جو اصل حالات اور واقعات تھے وہ عرض کئے ہیں۔ فقط

آپ کی تشریف آوری کا مشتاق

سید اعجاز حسین وکیل

حیدرآباد مولوی صاحب موصوف کو تار دیدیا تھا۔ سوار کی اسٹیشن پر موجود تھی اور ہم مولوی صاحب کے مکان پر نام بلی اسٹیشن کے قریب لائے گئے۔ مولوی صاحب ہائیکورٹ کے نامی وکیل۔ اور علم دوست اور بحث کے بڑے شائق بلکہ بحث کرنا ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی اور ایک زبردست کتابخانہ کے مالک نظر آئے۔

حیدرآباد پہونچ کر سب سے پہلے سیٹھ عنایت اللہ دادا بھائی سے ملاقات کی۔ موصوف کے نام ایک خط خان بہادر حاجی احمد چاند و مرحوم نے

دیا تھا۔ خود بھی بذریعہ ڈاک ایک خط علیحدہ بھیجدیا تھا۔ ہمراہ سید محمد حسن صاحب بلگرامی چیف جسٹس بارگاہ سرخورشید جاہ وظیفہ یاب صدر محاسب سے ملاقات کے واسطے گیا۔ مرحوم دراصل ایک مجسمۂ اخلاق بزرگ تھے۔ اعلےٰ تعلیمیافتہ ہونے کے ساتھ مذہبی دیوانے تھے۔ کوئی مذہبی مجلس یا نماز جماعت ناغہ نہیں کرتے تھے۔ اور جہاں کہیں میری تقریر ہوتی ضرور شرکت کرتے۔

ایک اور بزرگ سے ملاقات کرائی جو ولایت کی اعلےٰ تعلیم پانے کے باوجود ایسی سادہ زندگی بسر کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو کبھی شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ انگریزی تعلیم پائے ہوئے ہیں۔ ان کا نام ہے مسٹر علی محمد چینائی ایگزیکٹو انجنیر حیدرآباد۔ اوّل الذکر دو بزرگ جنت آرام ہوگئے لیکن چینائی صاحب ابھی بقید حیات ہیں۔ حج و زیارات سے مشرف ہوچکے ہیں اور ایسی زندگی بسر کررہے ہیں جو واقعی قابل تقلید ہے۔ موصوف نے قرآن مجید کا ترجمہ انگریزی زبان میں شائع کرنا چاہا ہے لیکن پروف ریڈر اچھا نہیں ہے اسلئے جابجا غلطیاں رہ گئی ہیں۔ ایک حصہ میرے پاس دیکھنے کو بھیجا تھا۔ مجھے دیکھ کر افسوس ہوا کہ اس محنت کے ساتھ ترجمہ کیا گیا اور مطبع والوں کی بے رحمی کا شکار ہوگیا۔

پھر مولوی سید علی رضا صاحب مرحوم۔ مولوی سید ہادی حسن صاحب مرحوم۔ مولوی سید امیر حسین صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ موصوف نے

مجھے اپنی کتاب آیات محکمات کی ایک جلد پوری مختلف اوقات میں سنائی۔
یہ کتاب آیات بینات مولفہ مولوی سید مہدی علی خاں صاحب المخاطبہ نواب
محسن الملک بہادر کا جواب ہے۔ میری ذاتی رائے ہے کہ یہ جواب خود نواب
محسن الملک صاحب ہی نے لکھا ہے۔ کیوں کہ مولوی امیر حسین صاحب مرحوم
کی علمی قابلیت سے بہت زیادہ ہے۔ مولوی سید اعجاز حسین صاحب تعلقہ دار
اول مرحوم مولوی سید صادق علی رسولپوری کے لائق فرزند جو اب معتمدیات
کے افسر اعلیٰ ہو کر وظیفہ یاب ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر سید حیدر علی خاں صاحب
ایف آر سی ایس۔ ڈاکٹر نواب ارسطو یار جنگ۔ سر امین جنگ۔ سر مہاراجہ بہادر
نواب سالار جنگ بہادر۔ نواب بہرام الدولہ بہادر نواب لطف الدولہ بہادر
نواب کاظم جنگ بہادر نواب تراب یار جنگ بہادر۔ داعی الاسلام مولوی
سید محمد علی شیرازی۔ مولانا سید علی نقی صاحب مولانا سید بندہ حسین صاحب
مولوی سید احمد رضا صاحب اور جملہ حضرات مومنین سے باوقات مختلفہ ملاقات
ہوئی۔ حکیم سید علی صاحب آشفتہ اور مولوی حکیم سید محمد عباس صاحب سے بھی ملاقات کی۔
اربعین کا زمانہ قریب تھا۔ مختلف مقامات پر مجلس پڑھنے کا موقع ملا۔
اور حضرات مومنین نے میرا بیان بہت پسند کیا۔ مولانا سید میرن صاحب
قبلہ مجتہد مرحوم جو مسجد اثنا عشری میں اربعین کی مجلس پڑھتے تھے وہ عراق
گئے ہوئے تھے اور سب لوگوں کی رائے ہوئی کہ اعلیٰ حضرت سے اجازت

لے کر مجھ سے مجلس پڑھوائی جائے۔ سرکار نے منظوری دی۔ اندر مجھ سے وعظ لیا گیا۔ اربعین کے روز سرکار ہر سال اس مسجد میں ۱۵ منٹ کے واسطے تشریف لایا کرتے تھے پھر عنبر پیٹھ کے میلے میں تشریف لے جایا کرتے تھے مجلس کا وقت ۵ بجے تھا لیکن ہم کو تین بجے لے جایا گیا۔ جب ہم پہنچے مسجد میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ گرمی شدید در باہر جہاں تک بھی کھڑے ہونے کی جگہ تھی لوگ کھڑے تھے۔ مجلس سننے کون آتا تھا صرف شاہی سواری کے دیکھنے کو جمع ہوا کرتے تھے۔

۵ بجے سواری شاہانہ آئی۔ نواب کمال یار جنگ بہادر مرحوم نے باجازت اعلیحضرت مجھ سے فرمایا مولوی صاحب بسم اللہ۔ میں منبر پر گیا اور موقع کو غنیمت جان کر "اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے" موضوع قرار دے کر تقریر شروع کی اور بیان کیا کہ زمانہ کے اقتضا کی بنا پر عنوان تبلیغ بدلتا رہا۔ انبیائے سلف علیہم السلام کا عنوان تبلیغ بیان کیا اور آخر میں حضور سرور عالم کی تبلیغ اور جان تبلیغ آیۂ بلغ ما انزل الیک ... کے ذیل میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو غدیر خم کے میدان میں ہاتھوں پر بلند کرنا بیان کیا جان حضرت ختمی مرتبت حضرت امام حسینؑ علیہ السلام تھے اور ان جناب کی جان تبلیغ حضرت علی اصغرؑ کو میدان کربلا میں ہاتھوں پر بلند کرنا بیان کیا مصائب کے بیان پر بے حد گریہ ہوا۔ میں نے اعلیحضرت کے حق

میں دعا کی اور مدرسۃ الواعظین کا تعارف کر کے اتر آیا۔ نواب کمال یار جنگ بہادر نے کھڑے ہو کر فرمایا سرکار کا ارشاد ہے ابھی اور بیان کیجئے میری سیری نہیں ہوئی۔ میں پھر منبر پہ گیا گرمی کی شدت۔ نفوس کی کثرت اور شدت بکا کے بعد پھر بیان کی فرمائش قیامت تھی لیکن خدا کے فضل وکرم سے اب کی مرتبہ اور زیادہ اثر ہوا۔ میں پھر دعا کر کے اتر آیا۔ اور نواب کمال یار جنگ نے پھر سرکار کے ایما سے کہا کہ ابھی سرکار اور سننا چاہتے ہیں میں پھر منبر پہ گیا۔

اور اس مرتبہ اسلامی حقائق اس طرح بیان کیئے کہ سرکار پر وجد کا عالم طاری تھا اچھل اچھل پڑتے تھے۔ میں نے پھر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے صفات کے ذکر پر مجلس ختم کی خوب گریہ ہوا۔ مجلس ختم ہوئی مجھے سرکار کے قریب بلایا گیا۔ فرمایا مولوی صاحب کیا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا سرکار کوئی ذاتی غرض نہیں ہے صرف اعلیحضرت کی سرپرستی مدرسۃ الواعظین کے واسطے چاہتا ہوں۔ کوتوال شہر سے فرمایا تو نے مجھے اطلاع نہ کی علم کا دریا میرے یہاں آیا ہے۔

مغرب کا وقت ہو گیا اور سرکار کی سواری کنگ کوٹھی مبارک کو گئی اور عنبرپیٹھ کے میلے کا جانا ملتوی ہو گیا۔ حیدرآباد کی تاریخ میں یہ پہلا واقعہ ہے۔ میرے دوستوں نے اس تقریر پہ بے حد مبارکباد دی۔ میری

علاوہ موجودگی میں مولوی سید اعجاز حسین صاحب مرحوم میرے میزبان سے چاد رگھاٹ کے تاجروں نے اپنے جلسہ عید میلادالنبیؐ میں تقریر کا وعدہ لیا۔ مولوی صاحب موصوف نے منظور کر لیا۔

میں نے کہا جناب والا حیدرآباد جانا آنا آسان نہیں ہے کم سے کم دو سو روپیہ کرایہ میں صرف ہوتا ہے کرایہ اُن لوگوں کو دینا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ضرور وہ لوگ کرایہ دیں گے۔

میں ہندوستان واپس آیا۔ محترمی خان بہادر جناب نواب سید مظفر علی خاں صاحب مرحوم کے یہاں چہلم کی مجلس کے واسطے گیا ڈاکٹر سید اعجاز حسین صاحب پی ایچ ڈی ان کے یہاں پڑھا کرتے تھے مجلس پڑھی مکان آیا اور پھر حیدرآباد کے واسطے روانہ ہوا۔ گیارہ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ کو حیدرآباد پہونچا۔ معلوم ہوا کل جلسہ ہے پروگرام چھپ گیا ہے اور ہمارا نمبر دن میں آخر میں ہے صرف ۳۵ منٹ ہمارے واسطے دئیے گئے ہیں۔ میں نے مولوی اعجاز حسین صاحب سے کہا کہ جناب والا ۲۰۰ کرایہ آمد و رفت میں صرف ہوں اور دس دن آنے جانے اور قیام میں صرف ہوں اور صرف ۳۵ منٹ تقریر کروں یہ کہاں کا انصاف ہے۔ انہوں نے فرمایا آپ کو وقت مل جائے گا۔

بہرحال نظامیہ رسٹوران کے وسیع میدان میں جلسہ تھا۔ پنڈال بڑا

شاندار تھا۔ اور بیس ہزار سے قریب مجمع تھا۔ مولوی بہادر خاں جو اس وقت تک نواب بہادر یار جنگ نہ ہوئے تھے تقریر کر رہے تھے۔ یہ اس وقت تقریر کر میدان میں مبتدی تھے لیکن جوشیلے نوجوان اور جاگیردار ہونے کی وجہ سے ان کو موقع دیا گیا تھا۔ میرے حیدرآباد وارد ہونے کے بعد چند مرتبہ موصوف میرے پاس آئے اور ہمیشہ دو زانو بیٹھے اور حد درجہ کی عقیدت مندی کا اظہار کیا۔

اُن کی تقریر کے بعد میں نے تقریر شروع ہی کی تھی کہ کرنل امیر سلطان مرحوم جو سرکار اعلیحضرت کے اے ڈی سی تھے آئے اور صدر جلسہ نواب فخر یار جنگ سے کہا کہ سرکار کی سواری آرہی ہے اور مولوی ظفر علی صاحب کو سننے تشریف لا رہے ہیں۔ مولوی فخر الدین صاحب کھڑے ہوئے اور مجھ سے فرمایا جناب مولانا۔ ابھی مولوی بہادر خاں صاحب کی تقریر نامکمل رہی ہے۔ اور مجمع کو ان کا بیان سننے کا اشتیاق ہے آپ اگر اجازت دیں تو وہ اپنا بیان ختم کرلیں۔ میں تو سن ہی چکا تھا فوراً بخوشی بیٹھ گیا۔ اب مولوی بہادر خاں صاحب پھر اسٹیج پر آگئے۔ اور بادل ناخواستہ ادھر اُدھر کی ہانکنے لگے۔ مجمع سرکار کی سواری کا منتظر دوسری طرف دیکھ رہا ہے اور یہ بیچارے قربانی کا بکرا بنے ہوئے بے سری الاپ رہے ہیں۔ دیر ہو گئی سرکار کی سواری نہ آئی اور پھر مجھ سے خواہش کی گئی کہ میں بیان

کروں۔ میں نے جس موضوع پر میرا بیان ہونے والا تھا اس پر ایک گھنٹہ کے قریب تقریر کی لیکن لوگوں کی آنکھیں سرکار کی سواری دیکھنے کی مشتاق تھیں پھر میرا بیان کون سنتا۔ مغرب کی اذاں ہوئی اور میں نے بیان ختم کیا۔ باہر آیا پسینے میں شل تھا ابھی موٹر پر سوار نہ ہوا تھا کہ سرکار کی سواری آگئی نماز ختم ہو چکی تھی اور سرکار تشریف فرما ہوئے میرے پاس مولوی زین الدین حسین صاحب بلگرامی جو بعد کو نواب زین یار جنگ بہادر ہوئے افسوس ہے کہ یہ بھی جنت آرام ہو گئے۔ دوڑتے ہوئے آئے اور کہا چلیئے سرکار آپ کا بیان سننے آئے ہیں۔ میں اسی حالت میں اندر پنڈال کے داخل ہوا۔

سرکار اعلیحضرت شہزادیوں اور شاہزادوں کے ایک مخصوص جگہ بیٹھے تھے جس کو چاروں طرف لکڑیاں گاڑ کر رسیوں سے محدود کر دیا تھا تاکہ اس حصہ میں کوئی اور نہ بیٹھے۔ سرکار کے سر پر مگس رانی کی جا رہی تھی۔ میں سلام علیکم کہہ کر اُن کے قریب بیٹھ گیا۔ یہ پہلا موقعہ تھا کہ میں کسی بادشاہ کے قریب بیٹھوں۔ آداب شاہی سے قطعی ناواقف تھا۔ سرکار نے مولوی فخر الدین صاحب (فخر یار جنگ) سے پوچھا کس کی تقریر ہوگی۔ انہوں نے جواب دیا نواب صدر یار جنگ کی تقریر ہوگی اس کے بعد حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب بیان فرمائیں گے۔ پھر یہ خاکسار کچھ

عرض کرے گا اور سب سے پہلے نعت شریف ہوگی۔

سرکار:۔ مولوی لقار علی صاحب کی تقریر نہیں ہوگی۔

فخر یار جنگ:۔ مولوی لقار علی صاحب کی تقریر ہوچکی۔

سرکار:۔ مولوی لقار علی کی تقریر ہوچکی۔ مولوی لقار علی کی تقریر ہوچکی۔ مولوی لقار علی کی تقریر ہوچکی یہ مکرر سہ کرر نہایت سخت لہجہ میں فرمایا۔

پھر سرکار نے فرمایا نعت شریف پڑھی جائے۔ مولوی حبیب اللہ نے نہایت خوش الحانی سے سرکار کی تصنیف کردہ نعت شریف پڑھی۔

اب سرکار میری طرف متوجہ ہوئے۔ مولوی صاحب بسم اللہ۔

میں حکم پاتے ہی تخت پر آیا اور کھڑے ہوکر تقریر کرنا چاہی۔

سرکار۔ مولوی صاحب مجھے کمزور معلوم ہوتے ہیں بیٹھ کر تقریر کریں، میں شوق سے ساتھ سننے آیا ہوں۔

میں حکم کی تعمیل میں بیٹھ تو گیا لیکن جو مجھ پر گزری وہ بیان سے باہر ہے۔ ہزاروں آدمیوں کے مجمع کو خطاب کرنا اور بیٹھ کر یہ پہلا اور سخت ترین موقعہ تھا۔ اگر چوکی پر سلگ رہا تھا جس کا دھواں میری ناک میں آرہا تھا میں نے رومال منہ پر رکھ لیا۔

سرکار:۔ بڑی شاہزادی سے مخاطب ہوکر۔ منو ہٹا اگر کو مولوی

صاحب کو تکلیف ہو رہی ہے۔ شاہزادی اٹھا ہی چاہتی تھیں کہ اگر دان اٹھا لیا گیا۔

میں نے خطبہ کے بعد عرض کیا کہ مسلمانوں کا محبوب بادشاہ آج اپنے دعاگویوں کے مجمع میں بلاتشبیہ اس طرح بیٹھا ہے جیسے حضور سرورِ عالمؐ صحابہ صفہ کے درمیان تشریف فرما ہوا کرتے تھے۔ یہ سنتے ہی واہ کہہ کر اچھل پڑے، اور مگس راں کو ہٹا دیا وہ رسی جو چار طرف کھچی تھی فوراً ہٹوا دی اور اس دن کے بعد سے پھر کبھی وہ انتظام نہ ہوا۔

سرکار:۔ مولوی صاحب میں قرآن مجید پر تقریر سننا چاہتا ہوں۔

میں نے پوری طاقت سے قرآن مجید پر تقریر کی اس کو کلام اللہ ثابت کیا اور اس کا معجزہ رسولِ خداؐ ہی کا بیان کیا سرکار نے بہت پسند کیا مجمع بھی خوش نظر آتا تھا۔

سرکار:۔ مولوی صاحب میں نبوت پر تقریر سننا چاہتا ہوں۔

میں نے فوراً نبوت کی تعریف انبیاء کرام کا مبعوث ہونا اور حضورؐ کی نبوت خاصہ کا بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ حضور والا میرے پاس تین دلیلیں آنحضرتؐ کے نبی برحق ہونے کی ایسی ہیں جن کو بدترین مخالف اسلام بھی توڑ نہیں سکتا۔

سرکار:۔ مولوی صاحب بیان کرو۔ بیان کرو۔

میں نے عرض کیا انسان کی زندگی کے تین حصے ہوتے ہیں بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ بچپنے کے حالات کے گواہ ماں باپ ہو سکتے ہیں ان سے بہتر کوئی اور واقف نہیں ہو سکتا۔ جوانی کے حالات انسان کی زوجہ سے بہتر دوسرا نہیں جان سکتا اور بڑھاپے کے حالات کے بہترین گواہ اولاد ہو سکتی ہے۔

ہمارے رسول اکرمؐ کے والد ماجد کا انتقال بچپنے میں ہو گیا تھا۔ والدہ چھ سال کے سن میں جدا ہو گئیں اور چاہنے والے دادا حضرت عبد المطلب صرف دو سال نگرانی کر کے اپنے یتیم پوتے کو آٹھ سال کا چھوڑ کر راہی جنت ہوئے لیکن دنیا سے جانے سے قبل اپنے پارۂ جگر کو حضرت ابوطالب کی سرپرستی میں دے گئے اور یہ وصیت کر گئے کہ یہ تمہارے مرحوم بھائی کا فرزند ہے اس سے خبردار رہنا اور اس کی حفاظت اور مدد کرنے میں کمی نہ کرنا۔

حضرت ابوطالبؑ نے ایسی نگرانی، سرپرستی، حفاظت اور حمایت کی جس کی نظیر ملنا محال ہے۔ جان سے زیادہ عزیز رکھا۔ اپنی اولاد کو بھی ان کے مقابلے میں ترجیح نہ دی بلکہ دشمنوں کی ایذا رسانی کے اندیشہ سے جب کبھی ضرورت ہوئی آنحضرت کے بستر پر اپنے کسی فرزند کو لٹا دیا اور حضورؐ کو ان کی جگہ سلا دیا تاکہ اگر دشمن ایذا رسانی میں کامیاب ہوں تو

ابوطالب کا فرزند یتیم حضرت عبداللہ پر قربان ہو جائے۔

کفار مکہ نے جب حضرت ابوطالب سے شکایت کی اور کہا کہ آپ ان کی سرپرستی سے علیحدہ ہو جائیں پھر ہم دیکھ لیں گے تو پہلے تو حضرت ابوطالب نے حضورؐ سے ان کا کہا بیان کیا اور جب آنحضرتؐ کو اپنے ارادہ میں مستقیم پایا تو کہا بیٹا تو جو کر رہا ہے کر جب تک میں زندہ ہوں تجھ پر آنچ نہ آنے دوں گا۔

علامہ ابوالفداء (مورخ) نے حضرت ابوطالب کے ایک قصیدہ سے تین شعر اپنی تاریخ میں لکھے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

ودعوتنی وعلمت بانک صادق ولقد صدقت وکنت ثم امینا

ولقد علمت بان دین محمدؐ من خیر ادیان البریۃ دینا

واللہ لن یصلوا الیک بجمعہم حتی اوسد فی التراب دفینا

تم نے مجھے دعوت اسلام دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم صادق ہو۔ اور امین بھی ہو۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ دنیا بھر کے تمام دینوں سے بہتر محمدؐ کا دین ہے۔ اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جب تک میں خاک میں نہ مل جاؤں تم پر آنچ نہ آنے دوں گا۔

حضرت ابوطالب کے بعد دوسرا گویا حضرت امیر المومنین جناب

خدیجۃ الکبریٰ ہیں جن سے ساتھ حضور نے ۲۵ سال کے سن میں عقد کیا تھا اور ۱۵ سال کامیاب زندگی بسر کر کے جب آپ نے دعوائے نبوت کیا ہے اور اُن معظمہ سے ملک مقرب کا آنا اور پیغام الٰہی سنانا بیان کیا تو انہوں نے بلا تامل اسے قبول کیا۔ اور اپنی ساری دولت اسلام کی اشاعت اور غریب مفلس اور بیوہ سے مسلمانوں کی مدد میں صرف کر دی۔

بعض سیرۃ نگاروں نے لکھا ہے کہ جناب خدیجہ کی وفات کے وقت گھر میں کفن کے واسطے کچھ بھی نہ تھا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو مغربی مورخوں نے "The wealthiest Arab Lady" لکھا ہے۔ اور ڈاکٹر ایبی بسنت نے لکھا ہے۔ "The happiest Couple the world has ever seen was Mohamad & Khadija"

جناب خدیجہؓ کے بعد تیسرے نمبر پر جن گواہوں کا نام پیش کرتا ہوں وہ ایک واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں یہ واقعہ مفصل مذکور ہے۔ نصاریٰ نجران کو آنحضرتؐ نے اسلام کی دعوت بھیجی اور ان لوگوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا عبدالمسیح ان کا لاٹ پادری اس وفد کا رئیس تھا۔ نصاریٰ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ حضرت مسیح ابن مریمؑ کے بابت آپ کا کیا عقیدہ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا وہ اللہ کے نبی۔ روح اللہ۔ کلمۃ اللہ اور صاحب کتاب تھے۔ انہوں نے کہا ان کے والد کا نام کیا تھا۔

فرمایا وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں حضرت مریم بنت عمران ان کی والدہ تھیں جن کی شادی نہیں ہوئی تھی اور روح القدس کے ذریعہ سے جناب مریم کے بطن سے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔

لاٹ پادری نے کہا تو پھر آپ حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کیوں نہیں مانتے۔ حضور نے فرمایا بتلاؤ حضرت آدمؑ کے باپ کا کیا نام ہے۔ جواب دیا آدمؑ کے باپ نہیں تھا۔ فرمایا اچھا ان کی ماں کا نام بتاؤ کہنے لگے ان کے ماں بھی نہ تھی۔ حضور نے فرمایا "ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل ادم۔ خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون" (آل عمران۔۵۲)

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو بن ماں باپ کے پیدا کر سکتا ہے اور آدمؑ کو تم نہ خدا کا بیٹا نہ کوئی اور رشتہ دار بتاتے ہو تو پھر عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کس طرح کر سکتے ہو۔ ان کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

حضور نے فرمایا اب اسلام قبول کرو۔ انہوں نے انکار کیا۔ فرمایا پھر جنگ کے واسطے تیار ہو جاؤ انہوں نے اس سے بھی انکار کیا فرمایا آؤ پھر ہم اور تم مباہلہ کرلیں اور جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ڈالیں۔ اس پر وہ لوگ راضی ہوئے دن مقرر ہو گیا حضور انورؐ اپنی بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ کے دروازہ پر آئے سلام کیا اور کہا اپنے فرزندوں کو لاؤ۔ جناب سیدہ نے صاحبزادوں کو حاضر کیا۔ فرمایا وہ بھی آجاؤ اور علی رضی اللہ عنہ کو

کو بھی بلا لو وہ دونوں بھی آ گئے۔

علامہ فخرالدین رازی اور علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ امام حسینؑ کو گود میں لئے ہوئے تھے۔ امام حسنؑ کا ہاتھ تھامے تھے جناب سیدہؑ آنحضرتؐ کے پشت مبارک سے پیچھے تھیں اور حضرت علی مرتضیٰ ان کے پیچھے تھے میدان میں آئے۔ اور حضورؐ نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب میں خدائے تعالیٰ سے دعا کروں تم آمین کہنا پھر فرمایا بار الہا یہ میرے اہلبیت ہیں۔ نصاریٰ نے جب ان روشن اور مبارک چہروں کو دیکھا مباہلہ سے دست برداری کی اور آنحضرتؐ کو اپنے دعوائے نبوت میں سچا مانا۔ جزیہ دینے پر راضی ہو گئے۔

اعلیحضرت اور سارا مجمع بے حد خوش ہو رہا تھا اس کے بعد پھر ایک اور مضمون تجویز فرمایا جس پر میں نے مختصر سا بیان دیا اور اعلیحضرت کے واسطے دعا کی۔ سرکار کی سواری گئی مجمع اٹھ کھڑا ہوا صدر جلسہ نے ہر چند روکنا چاہا کوئی نہ ٹھہرا اور مشکل سے بیس ہزار کے مجمع میں دو سو آدمی باقی رہے ہوں گے۔ صدر یار جنگ کی تقریر نہ ہوئی۔ یہ بزرگ وہی ہیں جن سے ہم نے شروع ہی میں ملاقات کرنا چاہی تھی اور میرے محترم دوست جناب سید محمد حسن صاحب بلگرامی مرحوم نے میری تعریف کرتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ جناب شیخ یار جنگ نے اپنی صدارت میں میری تقریر کرائی

تو موصوف نے جواب دیا تھا کہ میں اسلامی مبلغ صاحب سے ملاقات کر کے اندازہ کر لوں کہ کس نمونہ کی تقریر کر سکتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آج ان کو میری تقریر سننے۔ مجمع کے اشتیاق اور اپنی تقریر نہ سنے جانے سے کافی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ میں کیسی تقریر کر سکتا ہوں۔

مکان پر آیا۔ مبارکباد دینے والے سیکڑوں احباب آئے جن کے دل میری تقریر سنکر باغ باغ ہو گئے تھے اور اعلیحضرت نے جب جاتے ہوئے یہ فرمایا زانو پیٹ کر کہ وقت نہیں رہا میں ابھی اور سنتا تو میرے دوستوں کو اور زیادہ اطمینان ہوا ہوگا۔ ابھی میرا پسینہ خشک بھی نہ ہوا تھا کہ دو موٹر سرکاری ہماری کوٹھی کے احاطہ میں آئے اور دو خوان سرکار کے فرستادہ لائے اور ایک پرچہ جس پر لکھا تھا "طعام برائے مولوی لقار علی صاحب"۔ مولوی اعجاز حسین صاحب مرحوم نے فرمایا مولانا خوان سر پہ رکھ کر لانا چاہئے۔ میں نے عرض کیا جناب والا یہ کام آپ کریں میرے بس کا نہیں ہے۔ وہ خوانوں کو سر پر رکھ کر میرے پاس لائے اور میں نے عہ خوان لانے والوں کو دیدیا۔

رات ختم ہوئی صبح کی نماز سے فارغ ہو کر میں بیٹھا ہی تھا کہ سرکار کا فرستادہ افسر پولیس آیا اور اطلاع دی کہ بندگان عالی نے ۸½ بجے یاد فرمایا ہے۔ اس کے فوراً بعد پولیس کے انسپکٹر جنرل تشریف لائے اور کہا

کہ سرکار کا حکم ہے کہ آپ ۸ ½ بجے کنگ کوٹھی مبارک پر تشریف لائیں۔

میں نے فوراً سید محمد حسن صاحب بلگرامی کو ٹیلیفون کیا موصوف اپنی موٹر میں آئے۔ اور فرمایا کہ ایک اشرفی اور چار روپیہ نذر کے واسطے لیتے جائیں۔ میں نے کہا جناب یہ کام مجھ سے نہ ہوگا۔ میں تو خاک شفا کی ایک تسبیح اور اپنی لکھی ہوئی چند کتابیں نذر کروں گا۔ وہ فوراً گئے اور ایک حاجی صاحب سے جو اُن کے دوست اور نووارد تھے ایک صدف صادق کی تسبیح لائے اور مجھے دیکر کہا کہ یہ نذر کرنا۔

میں گیا کنگ کوٹھی کے دروازہ پر ٹھہرا۔ پولیس کے افسران نے آکر سلام کیا اور کہا ابھی چند منٹ کے بعد آپ کی باریابی ہوگی۔ چند منٹ کے بعد ہرکارہ آیا اور کہا سرکار یاد فرما رہے ہیں ڈیوڑھی کا پردہ اٹھا میں اندر گیا سرکار ایک نیچی کرسی پر بیٹھے تھے اور ان کے پاس ایک بہت اونچی کرسی بچھی ہوئی تھی۔ میں نے چند قدم کے فاصلہ پر ٹھہر کر آداب شاہی بجا لاکر سلام عرض کیا فرمایا آؤ مولوی صاحب آؤ۔ میں آگے بڑھا اور بیٹھنے کی ہمت نہ ہوئی بہ اصرار تمام بٹھایا فرمایا مولوی صاحب :۔ میں ہوں اور مولوی صاحب ہیں۔ کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے مجھ سے کھل کر بات کرو۔ سنتری کو حکم دیا کہ وہ دور ہٹ جائے۔ نظیر جنگ سامنے سے نظر آئے فرمایا مولوی صاحب کو جانتے ہو انہوں نے کہا حضرت کو کون نہیں جانتا

ہے۔ حالانکہ اس وقت سے پہلے نہ میں نے ان کو دیکھا تھا نہ انہوں نے مجھے
فرمایا۔ جا جا۔ میں بات کر رہا ہوں۔ وہ چلے گئے۔

اب ارشاد ہوا۔ مولوی صاحب مسئلہ خلافت میں کیا رائے ہے۔ میں نے کہا سرکار میں ایک ادنیٰ درجہ کا اسلامی اسکول کا طالب العلم ہوں سرکار کو اللہ تعالٰے نے بادشاہ بنایا ہے میری رائے کیا۔ اور یہ کس خلافت کے بارے میں حضور دریافت فرما رہے ہیں اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے عرض کیا سرکار رحمۃ للعالمین کے بعد جو خلافت ہوئی اس کے متعلق ارشاد ہے۔ فرمایا ہاں۔ میں نے عرض کیا حضور والا میں اپنا بیان پیش کرتا ہوں اور جو فیصلہ سرکار فرمائینگے میں اسکو بسر و چشم قبول کر لوں گا۔ پھر میں نے بات کو بڑا کر کہا سرکار سید محمد حسین صاحب جعفری کو حضور نے ناظم تعلیمات مقرر نہیں کیا۔ اور خان فضل محمد خان کو مقرر فرمایا۔ ارشاد ہوا مولوی صاحب کو معلوم نہیں فضل محمد خاں کی ڈگریاں بہت زیادہ ہیں۔ میں نے تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے عرض کیا سرکار مجھے معلوم نہ تھا۔ ناظم تعلیمات کے عہدہ کے لئے بڑی بڑی ڈگریوں کی ضرورت ہے۔ پھر میں نے عرض کیا سرکار زین الدین حسین جو حضور کے خادم خاص ہیں ان کو عثمانیہ یونیورسٹی کا وائس چانسلر کیوں مقرر نہیں فرمایا۔ فرمایا کیا کہتے ہو مولوی صاحب! وہ انجینیر ہے۔ یونیورسٹی کے وائس چانسلر کے لئے اعلٰے تعلیمی ڈگریاں درکار ہیں۔ پھر

میں نے عرض کیا حضور یہ وائس چانسلر کا تقرر سرکار کے حکم سے ہوتا ہے۔۔؟ فرمایا بے شک میرے فرمان سے تقرر ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا حضور اگر وائس چانسلر کی جگہ خالی ہو اور یونیورسٹی کے طلبا اپنے میں سے کسی کو مقرر کرلیں تو کیا ہرج ہے۔ فرمایا بغاوت ہوگی طلبا کو یہ حق نہیں ہے۔ میں نے عرض کیا۔ سرکار اللہ تعالےٰ کی یونیورسٹی میں رہلا تشبیہ۔ وائس چانسلر کی جگہ خالی ہوئی تھی طلبا نے آپس میں شورہ کرکے ایک طالبعلم کو بلا لحاظ کمالات علمیہ جو وائس چانسلر کے لئے ضروری ہیں منتخب کرلیا۔ یہ سننا تھا کہ کھڑے ہوکر فرمانے لگے واہ واہ سبحان اللہ اور قریب تھا کہ مجھ سے لپٹ جائیں۔ پھر تھوڑی دیر تک مزہ لے کر فرمانے لگے مولوی صاحب مجھ میں اور میرے باپ میں کیا فرق ہے۔۔؟

یہ ایک ایسا سوال تھا جس کے جواب میں ہر شخص بدحواس ہوجاتا لیکن خدا کا شکر ہے میرے ساتھ حضرات معصومینؑ کی تائید تھی فوراً بیساختہ کہا حضور نہیں فرق ہیں۔ فرمایا کیا۔ میں نے عرض کیا حضور مرحوم اعلیحضرت کا ماحول دوسرا تھا اور اعلیحضرت قدر قدرت کا ماحول دوسرا ہے۔ فرمایا بہت بلند آواز سے نہیں نہیں مولوی صاحب ماحول نہیں بدلا ہوا تھا۔ میں نے جرأت کرکے کہا جہاں پناہ ماحول بدلا ہوا تھا۔ اب ان کے کلام کی رد ہوتی ہے۔ بادشاہ ہوکر وہ کہاں برداشت کرسکتے تھے کہ ان کے ہاں کو نہیں اور نہیں

کوکوئی ہاں کرسکے۔ نہایت سخت لہجہ میں فرمایا نہیں نہیں، ماحول نہیں بدلا ہوا تھا میں چوکنے والا نہ تھا۔ عرض کیا جہاں پناہ جان کی اماں پاؤں تو عرض کروں۔ فرمایا بولو مولوی صاحب بولو۔ میں نے کہا حضور ماحول بدلا ہوا تھا مرحوم اعلیٰحضرت کی جہالت پر ان کے ماحول کا اثر تھا۔ اور سرکار اعلیٰحضرت کی علمیت کا حضور کے ماحول پر اثر ہے۔ ماحول بدلا ہوا تھا۔ یہ سننا تھا کہ پھر کھڑے ہوکر جھومنے لگے اور واہ واہ یار بار کہا اور بالکل مجھ سے قریب ہوگئے۔ تین گھنٹے سے زیادہ گفتگو کو ہوچکے تھے۔ بڑی صاحبزادی کئی مرتبہ کافی لائیں جو پی نہیں بول ہی رکھی رہی کھانے کا وقت تھا اطلاع دی گئی خاصہ تیار ہے۔ فرمایا مجھے فرصت نہیں ہے میں مولوی صاحب سے بات کررہا ہوں۔

اب میں نے کہا سرکار یہ صحیح الفطرت انسان جس کو خداوند عالم زیور علم سے آراستہ کرے وہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا دوست ہونے پر مجبور ہے۔ یہ سنکر پھر کھڑے ہوگئے مولوی صاحب میری ماں شیعہ ہے میری ماں شیعہ ہے۔ اب موقع پاکر میں نے کہا جہاں پناہ ماں کے دودھ کا بھی بہت اثر ہوتا ہے۔ بے حد خوش ہوئے اور مختلف مسائل پر گفتگو کی۔ یہاں تک کہ ایک بج گیا۔ فرمانے لگے مولوی صاحب آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا میں آپ کو پکا علیؑ والا سمجھتا ہوں خداوند عالم

آپ کی ہمیشہ تائید کرے۔

کہنے لگے میں پھر بلاؤں گا۔ ڈیوڑھی تک میرے ساتھ اتر کے آ گئے آگئے ہیں اور خود سرکار پیچھے پیچھے۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ مجھے رخصت کرنے یا خداحافظ کہنے کو آگے بڑھے تھے لیکن انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے رخصت کرنے آگے آ رہے ہیں۔

میرا موٹر کھڑا تھا میں سوار ہو کر مولوی اعجاز حسین صاحب مرحوم کے مکان پر آیا اور جب ملاقات کی تفصیل حضرت مومنین کو معلوم ہوئی تو ایک خاص کیفیت ان کے قلوب کی ہو گئی تھی۔ حکیم محمد عباس صاحب سرسوی گردن اچھلتے تھے اور فرماتے تھے میرے شیر شاباش رحمت خدا کی۔ بلگرامی صاحب کی مسرت کا اندازہ دشوار ہے۔ سیٹھ عنایت اللہ دادا بھائی مولوی اعجاز حسین صاحب اور تمام دوسرے احباب بے حد مسرور تھے۔ چند دن قیام کر کے جب میں نے مکان جانا چاہا تو سرکار عالی کا ایک فرمان آیا کہ مولوی صاحب جا سکتے ہیں۔ اور زاد راہ کے واسطے سو روپیہ بھیجا گیا۔

نواب بہرام الدولہ مرحوم۔ نواب کمال یار جنگ مرحوم نواب سالار جنگ مرحوم مہاراجہ سرکشن پرشاد مرحوم اور دوسرے مشاہیر نے جن کو میرے ساتھ ہمدردی تھی جب خبر سنی بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ مدرسہ کو بلگرامی صاحب نے ایک رپورٹ بھیجی جس کی نقل میرے پاس بھی بھیجی تھی جو ذیل میں درج کی جاتی ہے

گی ۔ سرامین جنگ بہادر کے جلسہ اور نظامیہ رسٹوڈنٹ کے جلسہ عید میلادالنبی اور سرکار عالی کی ملاقات کی اطلاع جب مدرسہ کو براہ راست ہوئی تو پہلے مجھے مدرسہ کا ایک تار ملا جس میں درج تھا ۔

Accept Hearty Congratulations
- Akbarhoom Jt. Secy.

اس کے بعد موصوف کا اسی تاریخ کا لکھا ہوا خط پنجم اگست ۲۹ئہ کو ملا جس میں لکھا تھا ۔

مکرمی غفار علی صاحب زاد مجدہ تسلیم۔ این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند، حیدرآباد میں جو منجملہ غایات و اغراض اہم غایت و غرض تھی۔ یعنی سرکار نظام کے سمع ہمایوں میں تبلیغی آواز کا اپنی جامعیت کے ساتھ پہونچانا اور خدمات مدرسہ کا اعتراف ایک شہریار وہ بھی نقاد و علم پرست کی زبان سے اس کے دل پر سکہ بٹھا کر اعتراف کرالینا۔ یہی آپ کے مساعی کی آخری منزل تھی وہ پوری ہوئی ۔ لفظ مبارکباد اس مسرت کے واسطے محاورۃً اگرچہ کفایت کرتا ہے مگر روزمرہ کے استعمال نے اس کو ہلکا کر دیا ہے مگر ذی علم اور صاحبان بصیرت ہر لفظ کو اگر موافق حقیقت میں اس کا استعمال ہے تو اس سے حقیقی استعمال مستنبط کرتے ہیں اور یہی جناب سے مخلصانہ امید ہے ۔

خلاصہ تحریر جناب سرکار نجم العلما طاب ثراہ ۔ مورخہ ۲۳ر جولائی ۱۹۲۶ء

دام مکارمکم الساميہ " آپ نے جو کچھ حیدر آباد میں عملدرآمد کیا نہایت مستحسن طریقہ سے کیا اور جتنا اثر پیدا کیا وہ خدا کی تائید ہے مالی اعانت اختیاری چیز نہیں ہے۔ اصل مطلب مدرسہ کی آواز پہونچانا تھا وہ باحسن عنوان ہوگیا۔ مدرسۃ الواعظین کو لوگوں نے سمجھ لیا اس کی کارروائیوں سے واقف ہو گئے۔ اس کی خدمتوں پر مطلع ہو گئے اس کے اغراض مطبوع طبائع ہو گئے قلوب پر اچھا اثر پیدا ہو گیا۔ یہی مقصود اس سفر سے تھا۔ خیال ہوا تھا کہ اعلیحضرت کو تار دیا جائے کہ ہمارا مبلغ فلاں شخص حیدر آباد میں خدمت اسلامی ادا کر رہا ہے اُنہیں باریابی کا موقع دیا جائے کہ مدرسہ کے حالات سمع ہمایوں تک پہونچا کر ہدایت حاصل کریں لیکن اس تار کو معلق رکھا تھا آپ کے جواب پر ..."

اس کے بعد ۹ر اگست ۱۹۲۶ء کو مدرسہ سے مولوی اکبر حسین صاحب مرحوم سکریٹری کا خط ملا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

" آپ کے خط اور دیگر خطوط سے نظام اور آپ سے تبلیغی کارنامے معلوم ہوئے بذریعہ تار مبارکباد دے چکا ہوں اور پھر دیتا ہوں۔ یہ موقع بہترین بلکہ golden chance ہے اور مدرسہ کی تاریخ میں یادگار ہے۔ اور وہ موقعہ ہے جس کی دلی آرزو اور امیدیں تھیں۔ اس موقع سے فائدہ

اٹھانا مدرسہ کی تقدیر اور آپ کے ایثار پر مبنی ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی
منصب بچاس روپیہ کا آپ کے نام یا مدرسہ کے نام ہو جائے بشرطیکہ مدرسہ
سرکار نظام کے پیش نظر ہو۔ مگر یہ کامیابی آپ کے لئے اور مدرسہ کے لئے
کوئی وقیع امر نہیں ہے۔ بلکہ اس سے تبلیغ اور قومی مفاد کا نقصان ہوگا۔
اس بات کی کوشش کیجئے کہ باریابی ہو۔"

خدا کا شکر ہے کہ مجھے باریابی کے لئے درخواست نہ کرنا پڑی بلکہ
خود سرکار عالی نے یاد فرمایا اور ۲½ گھنٹہ کامل ملاقات کا شرف حاصل رہا
جس کی تفصیل دوسرے موقع پر درج ہو چکی ہے۔ اس کے بعد ۲۲ اگست
سنہ ۲۹ء کو ایک اور تار مبارکباد کا میرے نام آیا۔

۲۵ اگست کو جناب مرزا عابد حسین صاحب دام اقبالہ جنرل سکریٹری مدرسہ
کا ایک خط میرے نام پہونچا موصوف نے تحریر فرمایا تھا۔

"مکرمی جناب مولوی صاحب تسلیم مزاج شریف۔ آپ کا عنایت نامہ کل
موصول ہوا جو میں نے قبلہ وکعبہ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ آپ کے خطوط میں
نے دیکھے اور مولوی کلن صاحب کی زبانی بھی حالات معلوم ہوتے۔ میں اس
کا منتظر تھا کہ کوئی خط آپ کا میرے نام بھی آئے۔ قبلہ وکعبہ کی طرف سے
ایک تار شکریہ کا پرائیویٹ سکریٹری حضور نظام کو کل روانہ کر دیا ہے۔
چند ماہ سے یہاں کا ماحول آپ کے خلاف ہوتا چلا جاتا تھا جن کا ذکر میں کرنا

نہیں چاہتا لیکن خدا کا شکر ہے کہ آپ کی اس غیر معمولی ترقی نے سب صاف کر دیا حالانکہ یہ شک کیا جاتا تھا کہ ایسے موقع پر آپ محض اپنی ذات کو پیش کریں اور مدرسہ کو ممکن ہے نظر انداز کر جاویں۔ لیکن اب سب خیالات درست ہو گئے ہیں۔ یہ زمانہ قبلہ و کعبہ پر نہایت تکلیف سے گزرا خود جناب کی شب و روز کی علالت اور صاحبزادی کا انتقال ہونا۔ ان تمام مصائب سے میں خیال کرتا تھا کہ جناب اب بیٹھ جائیں گے لیکن آپ کے موجودہ حالات سے پھر ان میں امنگ پیدا ہو گئی اور تازگی چھا گئی۔ خدا کرے کہ ان حالات کا نتیجہ بھی باثمر ہو۔ آپ کی اس نمایاں کامیابی سے مجھے جس قدر مسرت ہوئی اس کا اندازہ شاید آپ بھی کر سکتے ہیں۔
امسال مدرسہ کی نہایت خراب کارگزاری نظر آتی تھی کوئی بھی قابل ذکر نہ تھی۔ لیکن خدا آپ کا بھلا کرے کہ آپ نے شگفتگی کے آثار پیدا کر دیے ہیں آپ کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ مہاراجہ صاحب اور سر علی امام صاحب قبلہ و کعبہ کی عیادت کے لئے آئے تھے اتفاق سے میری جیب میں آپ کا خط بھی موجود تھا قبلہ و کعبہ نے آپ کا تذکرہ کیا میں نے آپ کا خط بھی مہاراجہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا انہوں نے خود بھی پڑھا اور سر علی امام صاحب کو بھی پڑھ کر سنایا۔ خیر آپ نے جو کچھ ممکن تھا سو کیا اب آگے مدرسہ کی قسمت ہے۔ حضور نظام کی خدمت میں شکریہ کا خط بھی عنقریب

روانہ کیا جاوے گا۔ میں نے مدرسہ کی عمارت میں اصلاحات بھی شروع کر دی ہیں تاکہ بہ وقت تشریف آوری نظام سب درست ہو جائے۔

خیر اندیش عابد حسین

۲۶ راگست ۲۹ء کو مولوی اکبر حسین صاحب مرحوم نے بھی ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ مہاراجہ صاحب اور سر علی امام نے میرا خط دیکھا اور بے حد خوش ہوئے۔

۲۶ راگست ۲۹ء کو سید قاسم علی صاحب ایڈیٹر الواعظ کا کارڈ ملا۔ جس میں موصوف نے لکھا تھا... "دفتر نہ جانے سے آپ کے حالات تفصیلاً نہ معلوم ہوئے مگر اجمالاً جس قدر معلوم ہوئے وہ قابل ہزار تحسین و آفرین اور لائق مبارکباد ہیں۔ میں تہ دل سے آپ کی کامیابیوں پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں"

۲۹ راگست کو مولوی اکبر حسین صاحب کا خط ملا جس میں لکھا تھا "آنکھ کی تکلیف اور بیٹی کا غم نور نظر رفتہ اور دل شکستہ قلب مجروح جگر داغدار یہ تصویر جناب مدظلہ ہے۔ مگر آپ کے خط میں نہ معلوم کون سا مرہم اور کون سا جذب تھا کہ سب غم والم بھول گئے اور کھل کھلا کر ہنسنے۔ چہرے پر بالیدگی آگئی زردی کافور اور خون جھلکنے لگا۔"

یہ رپورٹ بے حد اہم اور بہت سی باتوں پر روشنی ڈالنے والی ہے

خیریت آباد۔ حیدر آباد دکن ۱۳ ستمبر ۲۹ء ——

جناب محترم۔ میرا سابقہ نیاز نامہ موسومہ سکریٹری صاحب شعبہ تبلیغ غالباً جناب کے ملاحظہ میں پیش ہوا ہوگا۔ اس عرصہ میں مولانا لقار علی صاحب کے لیکچرز اور تبلیغی وعظ ایسے مقبول ہوئے کہ سارا حیدرآباد مسخر ہوگیا۔ اگر اس قابلیت اور ایثار کے دو چار مبلغین مدرستہ الواعظین دنیا کے سامنے پیش کرسکے تو میں بلاخوف تردید یہ کہہ سکتا ہوں کہ مذہبی خیالات میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوجائے اور کثرت سے لوگ راہ راست پر آجائیں۔

بالخصوص مولوی لقار علی صاحب کا ایثار بہت قابل تعریف ہے۔ اپنے فائدہ کو وہ ہمیشہ پس پشت ڈالتے ہیں اور مدرسہ کے فائدہ کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ بعض مواقع یہاں ایسے پیش آئے کہ اگر وہ چاہتے تو وہ آٹھ سو نو سو روپیہ ماہوار کی ملازمت اختیار کرلیتے مگر انہوں نے صاف انکار کردیا یہاں تک کہ اعلیحضرت شہریار دکن سے صاف صاف لفظوں میں عرض کردیا کہ میں اس ملک میں صرف مدرسہ کے لئے آیا ہوں۔ اپنی کوئی ذاتی غرض نہیں رکھتا۔ اور نہ اپنے لئے کچھ چاہتا ہوں "میری استدعا صرف یہ ہے کہ مدرسہ کی پشت پر سرکار کا ہاتھ رہے بس" حقیقت یہ ہے کہ اس زمانہ میں اس طرح کا بے لوث اخلاص بہت کمیاب ہے اور میری رائے میں مولوی لقار علی صاحب کی جتنی قدر کی جائے کم ہے۔ ان میں قرن اولے کے مجاہدین کی شان نظر آتی ہے۔

آج کل وہ پھر بعض اضلاع میں تبلیغی دورہ کی غرض سے تشریف لے گئے ہیں اور غالباً دو چار روز میں واپس آجائیں گے بعد ازاں عازم لکھنؤ ہو لیں گے۔ میں جناب کو پھر مبارکباد دیتا ہوں اور بہت بہت مبارکباد دیتا ہوں اس لئے کہ جناب ہی کی تعلیم و تلقین کا یہ نتیجہ ہے جو مولوی نثار علی صاحب سے ظاہر ہو رہا ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ جناب کی عمر میں خدا اور برکت دے تاکہ یہ کام معراج کمال کو پہونچے اور کھوئی ہوئی دنیا سیدھی راہ پر آجائے۔ آپ جو کچھ کر رہے ہیں یہ امام زمانؑ کا بیش خیمہ ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ماہ اکتوبر میں جناب سے شرف نیاز حاصل کروں گا۔

خاکسار سید محمد حسن بلگرامی

۱۲ ستمبر ۲۹ء کو مولوی اکبر حسین صاحب جوائنٹ سکریٹری مدرسۃ الواعظین کا خط ملا جس میں تحریر تھا۔

جناب کے خطوط پہونچے خدا آپ کی برکات اور درجات کو زائد کرے جناب مدظلہ کو اس درجہ خوشی ہے کہ جوان دختر اور پانچویں جوانہ مرگ کو قریب قریب بھول گئے۔ کسی قدر توانائی آگئی۔

۲۳ ستمبر کو جناب متولی منتظم مدرسۃ الواعظین کا صحیفہ گرامی پہونچا موصوف نے لکھا تھا۔ ”آپ کا خط مجھے آج ملا جو ۱۶ ستمبر کا لکھا ہوا تھا۔ حالات معلوم ہوئے آپ نے جس قدر کوشش کی اس کی جزا خداوند عالم عطا فرمائے

میں آپ کے لئے دست بدعا رہتا ہوں۔ حیدرآباد اور اس کے اطراف میں تبلیغ کی اجازت مل جانا میری نظر میں بڑی کامیابی ہے۔ دیگر حضرات اگر وہاں سے کامیابی حاصل کریں تو مجھے ذرہ برابر تعجب نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ان کے حامی و مددگار اور ساعی اور مؤید ہر طرف نظر آتے ہیں۔ البتہ شیعوں کو اگر کچھ کامیابی ہو تو اسے فضل خدا اور برکات معصومین سمجھنا چاہئے کمال الدین اگر اپنے مذہب کے لئے تبلیغ کی اجازت حاصل کریں یا کچھ مقرر کرالیں تو کوئی تعجب نہیں لیکن مدرسۃ الواعظین کے لئے کچھ کامیابی ہو تو البتہ تعجب ہو سکتا ہے۔"

۱۶ ستمبر کو جناب کا ایک اور خط پہونچا۔ اس عرصہ میں مختلف اضلاع میں تبلیغی دورہ کیا۔ جن میں "ورنگل" خاص طور پر قابل ذکر ہے یہاں تھیاسوفیکل سوسائٹی کی طرف سے تقریر کی دعوت ملی۔ اور بیحد کامیاب اور مقبول تقریر ہوئی۔ اسلام کے حقائق روز روشن کی طرح سے پیش کئے گئے۔ ایک تقریر کالج میں ہوئی۔ آغا صاحب مرحوم لکھنوی کا مہمان رہا۔ آغا صاحب یہاں سرکاری گتہ دار Contractor سا[illegible] تعمیرات ہیں۔ نہایت خوش خلق اور متواضع۔ ہماری تقریروں کا ان پر ایسا اثر ہوا کہ سال آئندہ پھر اسی موسم میں ہم سے آنے کی خواہش کی۔

جناب مولانا کے خط کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

گرامی القاب فضیلت مآب جناب مولوی نثار علی صاحب دام مکارمکم
تحیہ وسلام۔ حالات گوش گزار ہوئے نہایت مسرت حاصل ہوئی
آپ کے لئے دعا کرتا ہوں خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ جو کچھ ہو رہا ہے درحقیقت
نہ میری کارگزاری ہے نہ آپ کی بلکہ یہ اثر ہے حقانیت و خلوص نیت کا
اور اس بات کا کہ یہ کام خدمت اہلبیت کرام ہے خدمت اسلام ہے
خدا اور رسولؐ کا کام ہے اور اسی بات نے حضور نظام پر اثر ڈالا ہے آپ
خدا کا شکر کیجئے کہ آپ کی سعی مشکور اور کوشش مقبول ہے۔
اس کے بعد ایک اور خط جناب متولی مدرسہ کا ملا جس کی چند سطریں
درج ذیل کی جاتی ہیں۔

گرامی القاب فضیلت مآب جناب مولوی نثار علی صاحب حیدری
دام مکارمہ، "بعد سلام باکرام آنکہ آپ کے خطوط سے جو آپ کی کارگزاری
اور اسلامی جوش اور پرخلوص کوشش کے حالات معلوم ہوئے بیان نہیں
ہو سکتا جس قدر مسرت حاصل ہوئی۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں اور آپ
کے لئے فلاح دارین کی دعا کرتا ہوں۔ آپ کے مساعی جمیلہ کے نتائج حیرت
انگیز ہیں اور منافقین کے قلوب ایمان نہیں لاتے اور انگشت بدنداں ہو کر
رہ جاتے ہیں اور بادل ناخواستہ اعتراف کرنا پڑتا ہے۔"
مولانا اعجاز حسین صاحب کا خط جس کو موصوف کے سال گزشتہ کے

اسی ماہ کے خط سے ملا کر پڑھا جائے تو اندازہ ہو سکے گا کہ ایک سال
کے عرصہ میں حیدرآباد میں کیا کام کر سکا۔

۲؍ نومبر ۱۹۲۹ء روز یکشنبہ حیدرآباد اسٹیشن روڈ

لازالت شموس افاداتہ بازغتہ۔

تسلیم بصد تکریم عرض کرتا ہوں

اپنی بے لطفی مزاج سے خدمت عالی میں عریضہ بھیجنے سے قاصر رہتا ہوں
درد نقرس نے مجھے بے کار کر دیا ہے اختلاج قلب کی زیادتی ہوتی جاتی ہے
اس لئے جناب عالی سے شرمندہ ہوں نادم ہوں۔ جناب مولوی افتخار علی صاحب
نے یہاں اپنے مواعظ اور تہذیب و شائستگی اور اعتدال پسندی سے
بہت اچھا اثر پیدا کیا ہے خدا کا شکر ہے۔ یہ سب کچھ جناب عالی کے حسن
سعی کا نتیجہ ہے۔ میری دعا ہے کہ جناب والا کی ذات والا صفات مجمع
کمالات منبع حسنات کو خداوند کریم تا دیر بسلامت با کرامت رکھے۔

آج ایک مراسلہ میرے پاس معتمد صاحب محکمہ امور مذہبی کا آیا
ہے جس کو خدمت عالی میں ارسال کرتا ہوں۔ بعد ملاحظہ اس کا جواب براہ
مہربانی تفصیل سے میرے پاس بھیج دیجئے میں وہاں بھجوا دوں گا یا
جناب عالی خود معتمد صاحب امور مذہبی کے پاس تکلیف گوارا کر کے
بھجوا دیں۔ یہ جواب جو مدرسۃ الواعظین کے پاس سے آئے گا وہ والی ریاست

دام اللہ اقبالہ کے پاس پیش کیا جائے گا۔ اگر خدا کو منظور ہے تو اچھا اثر اور
اچھا نتیجہ نکلے گا۔ اب عریضہ کو ہزار ہزار اشتیاق قدم بوسی پر ختم کرتا ہوں
اور امید کرتا ہوں کہ مزاج مبارک بخیر و عافیت اور قرین اعتدال ہوگا۔

فقط۔ میں ہوں حضور والا کا خادم :- سید اعجاز حسین وکیل

باقی حصہ سال کا مختلف مقامات پر تبلیغی دورہ کے سلسلہ میں صرف
ہوا۔ مسٹر حسین ویلز کا خط درج ذیل ہے۔

My dear Molvi.

I am feeling very down hearted since you left. In point of fact my most sincere friend (after you Molvi) is Mr R. Jumabhoy. I spoke to him yesterday on the wharf, and he expressed the wish, that he hoped I wasn't drifting away from the Faith, as he had not seen me for so long. I really and truly want to become a good true Muslim, but it is next to an impossibility living as I do amidst a strong

Christian element who are bitterly opposed to all Muslim ideas. So you see Molvi Sahib, I am very very anxious about the whole thing either I will be a real Muslim living as a Muslim, working for a Muslim or I will be nothing. I am yours affectionately

Singapore. 14 Aug. Hosain Wells

سنہ میں پھر عشرۂ محرم کے بعد حیدرآباد گیا۔ مختلف مجالس میں تقریریں کیں اور حضرات کو مدرسہ کا ہمدرد بنایا۔ باب حکومت میں مدرسہ کی اعانت کے واسطے معروضہ پیش کیا اور سر اکبر حیدری نے ۲۰۰/ ماہوار اعانت کی سفارش کی۔ اس سال یہ کیفیت تھی کہ جس جلسہ میں میں تقریر کے واسطے مدعو کیا جاؤں سرکار کی سواری پہنچے اور دیر تک لطف لیتے رہتے اور اور اگر کسی جلسہ میں مجھ سے وعدہ نہ لیا گیا ہو تو خود سرکار اپنا موٹر بھیجیں اور مجھے یاد فرمائیں۔ سرکاری عاشور خانہ کا جلسہ اس سال ایسا ہی تھا۔ بارش ہو رہی تھی۔ سرکاری موٹر میرے لینے کو آیا۔ جب تک میں پہونچوں سارا صحن عاشور خانہ پانی سے بھر گیا۔ شامیانوں سے برابر پانی برستا تھا اور م۔ ۵

اپنچ پانی سارے صحن میں تھا اسی میں سرکار بھیگتے بیٹھے رہے اور مولوی لقار علی صاحب کے بیان سننے کا اشتیاق تھا۔ مولوی فخرالدین یعنی نواب فخر یار جنگ نے عہد کیا تھا کہ جس جلسہ میں مولوی لقار علی کی تقریر ہوگی وہ صدارت نہ کریں گے کیوں کہ مولوی لقار علی اعلیحضرت کی بہت تعریف کرتے ہیں جو جلسہ سیرۃ النبی کی شان کے خلاف ہے۔ مولوی بہادر خاں صاحب نے اپنے یہاں سیرۃ کا جلسہ کیا۔ ربیع الاول کے آخری جمعہ کو اور مجھ سے تقریر کا وعدہ لیا تقریر بے حد کامیاب ہوئی۔ سرکار اعلیحضرت نے بے حد پسند فرمائی۔ رنجبار سے میرے عزیز دوست مسٹر حاجی حسین شریف دیوجی مرحوم کا خط آیا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

"I am glad you will be the next go forward the first of the Shea mission-ary to ensure an [illegible] the task. God be with you wherever you go. I shall never forget your heartiest obligation on me in suggesting to me to partake of the jalsa at Fyzabad which is always before my eyes. I am very happy to get some more such

chances. If you happen to see or meet or write to the most hospitable & Kind Vakil Sahib of Fyzabad, please remember me to them. I am thankful for the Kindness, and very much appreciate the hospitability, for Vakils or members of the bar are seldom so Kind and hospitable." Hosain Sharif Deoji

آنریبل ڈاکٹر نواب سر احمد حسین امین جنگ بہادر سی آئی ای (وغیرہ)
نے اپنے کتابخانہ میں ایک جلسہ کی بنا کی جس میں مجھ سے تقریر کرائی - اور
حاضرین کو بہترین آئس کریم بطور تبرک پیش کی گئی نواب سالار جنگ بہادر
نواب بہرام الدولہ بہادر نواب کمال یار جنگ بہادر نے اپنے یہاں کھانے
پر مدعو کیا - اور دو تین ماہ قیام کرکے ہندوستان واپس آیا - میرے نام
۳۰۰ روپیہ ماہوار کا وظیفہ سرکار عالی نے مقرر فرمایا تھا لیکن بعض بداندیشوں
نے سیکڑہ غائب کرا کے صرف ۳۰ روپیہ باقی رکھے جو میں نے ہمدرد الواعظین
کو دیدیئے - اور سرکار اعلیحضرت سے کہدیا کہ میں اپنے واسطے کچھ لینے نہیں
آیا ہوں - مسٹر حسین شریف حاجی دیوجی کے دوسرے خط کا خلاصہ اس جگہ

".. I know very little of your activities [illegible] of late. I hope you continue active. I take you as "One of the most active missionaries" of the Madrasa, and may not the Madrasa miss you at any time. I still cherish hope of drawing you here. I am going to suggest to Jamat to select you for the next tour to East Africa. I assure the Madrasa of very good results. I have a very rich Bohra in Tanga. He takes a great interest in Islamic welfare. I posted to him your letters from Rangoon, Hyderabad etc. He got very much attracted with your activities and immediately ordered 6 copies of the Muslim Review to be sent free to any part of the world." [illegible]

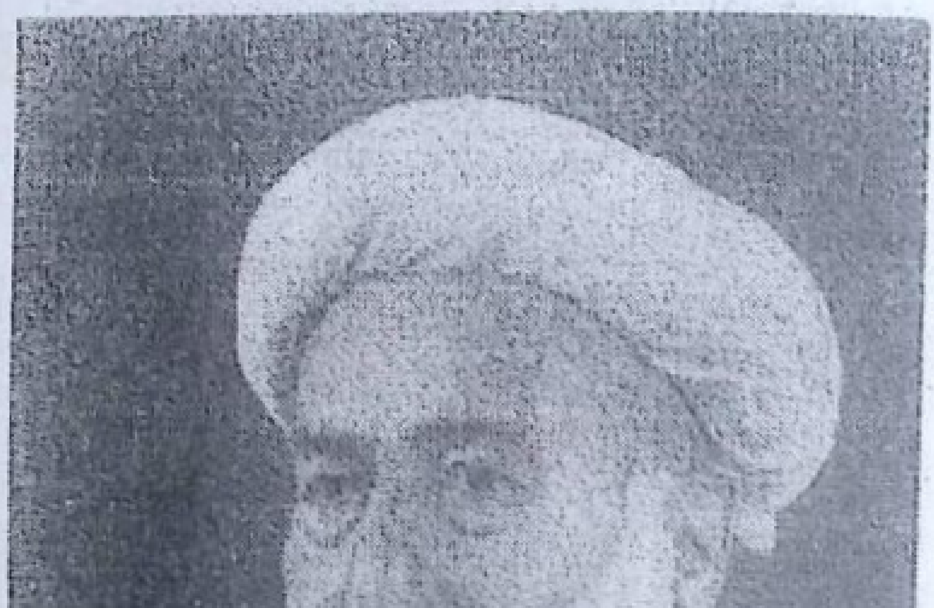

ملک التجار آقای آقا محمد خلیل شیرازی طاب ثراہ

بانی امام باڑہ بزرگ (بڑا نقشہ) مدراس (ص - ۱۸۳)

سنہ ۲۹ء میں سنگاپور سے نمازی صاحب کا تار آیا تھا کہ میں سنگاپور
عشرہ محرم کے واسطے آسکتا ہوں. جواب دیا گیا آسکتا ہوں۔ پھر موصوف
نے تار دیا کہ میں مدراس آرہا ہوں اگر وہاں آسکو تو ضرور آؤ۔ میں نے
جواب دیا کہ آؤں گا۔ مدراس گیا نہایت کامیاب مجالس ہوئیں آقائی محمد
خلیل شیرازی کے دولت خانہ پر خلیل آباد میں مقیم رہا۔ نمازی صاحب خود
ہر مجلس میں میرے ساتھ جاتے تھے اور جب خود نہ جا سکے آنکھوں کی تکلیف
کی وجہ سے تو جناب خلیل صاحب کو اپنی جگہ میرے ہمراہ بھیجا۔ میرے مخصوص
احباب میں سیاہ خانہ والے حاجی سید موسی رضا علی۔ جسو میاں۔ بابجان بھید
علی۔ مولوی اور دیگر صاحبان۔ مولوی غلام محمد مہدی صاحب اور بعض اور
حضرات تھے جن کو اب بھی یاد کرتا ہوں۔

سنہ ۳۰ء میں عشرہ محرم کے واسطے مدراس گیا۔ سیاہ خانہ میں قیام کیا۔
رات کے بارہ ایک بجے تک آقائے خلیل شیرازی۔ آقائے سید مصطفیٰ اصفہانی
اور دوسرے حضرات مصروف گفتگو رہتے تھے۔ صبح کو مختلف حضرات جن میں
ہندو اور عیسائی ہوتے تھے آیا کرتے اور Yogi Sundar
Rayaman M. Sc., Ex. Engineer کو کلمہ پڑھا
دیا۔ موصوف نے مدرسۃ الواعظین کو خط لکھا تھا کہ میرا گھر مولوی صاحب
کی چرنوں سے پاک ہوگیا۔ ان کے قرآن مجید پڑھنے سے مجھے وہ لذت حاصل

ہز ایکسیلینسیز سالار جنگ اول و ثانی و ثالث و عالی
جناب نواب میر یوسف علی خان بہادر سالار جنگ رابع
وزیر اعظم حیدر آباد دکن (ص - ۱۸۲)

اعلیٰ حضرت ہز ایگزالٹڈ ہائنس نواب
سر میر عثمان علی خان صاحب بہادر والیٔ
حیدرآباد دکن (ص ۱۵۲)

ہوئی جو کسی دوسری کتاب میں کبھی نصیب نہیں ہوئی۔ پھر حیدرآباد گیا۔ یہاں
مشاہیر سے باری باری سے ملاقات کی اور مدرسہ کا ہمدرد بنایا۔ نواب
سالار جنگ بہادر نے ایک سونے کا تمغہ بشکل گھڑی میرے واسطے مدرسۃ
الواعظین بھیجا۔ اور نواب صاحب بہادر مرحوم والئ رامپور کی صدارت میں
جو جلسہ ہوا تھا اس میں سید محمد حسن صاحب بلگرامی نے حیدرآباد سے آکر
ایک تقریر کے ساتھ پیش کیا۔ یہ گھڑی Chronometre
Watch اب بھی میرے پاس موجود ہے اس پر کندہ ہے۔

"Presented by His Excellency Nawab
Salarjung Bahadur of Hyderabad
To Maulana Liqui Ali Haidari of
Lucknow in recognition of his
appreciable services to Islam"
1930

اس کے علاوہ مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر وزیر اعظم نے مجھے ایک
دعوت (عشائیہ) میں اپنی کوٹھی پر مدعو کیا۔ بعد ختم دعوت کچھ لوگ طبلہ سارنگی
ستار وغیرہ لے کر آئے اور قریب تھا کہ گانا شروع ہو جو امرا کے یہاں
کا دستور ہے۔ میں نے عرض کیا سرکار میں اس نعمت سے محروم ہوں کبھی

راجہ راجایان مہاراجہ سر کرشن پرشاد
بہادر یمین السلطنت وزیر اعظم
حیدرآباد دکن (ص ۱۸۳)

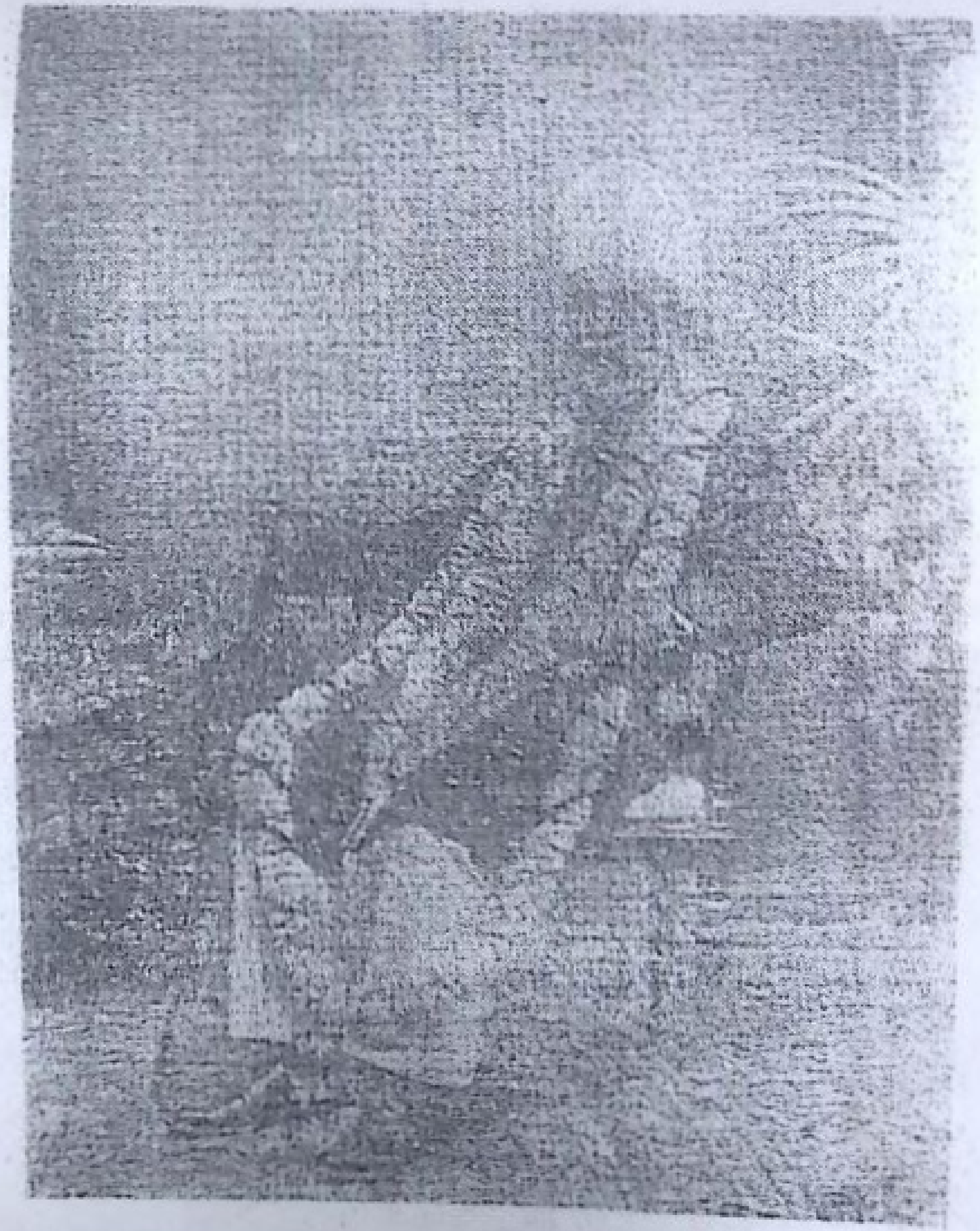

عالیجناب مولوی سید محمد حسن بلگرامی صدر
محاسب وظیفہ یاب و چیف جسٹس پائگاہ سر
خورشید جاہ حیدرآباد دکن (ص۔ ۱۸۳)

نہیں سنا ہے۔ فوراً ارباب نشاط کو ہٹا دیا اور ہوش صاحب بلگرامی کو
حکم دیا کہ وہ خوش الحانی کے ساتھ کچھ سلام مدح و منقبت اہلبیت اطہار
میں پڑھیں۔ اس صحبت کے بعد مہاراجہ بہادر نے مجھے ایک خلعت اور پانچ
اشرفی ایک عطردان چاندی کا اور ایک ہار سچے تاروں سے گندھا ہوا پیش
کیا۔ میں نے عرض کیا حضور میں کسی نذر کے قبول کرنے کا حق نہیں رکھتا۔ مہاراجہ
نے کچھ بددلی کا اظہار کیا۔ میں نے کہا میں آپ کی خاطر سے اس شرط پر لیتا
ہوں کہ اگر مدرسہ نے اجازت دی تو ضرور لے لوں گا۔ مکان پر آ کر
دوسرے دن مدرسۃ الواعظین کو تار دیا اور سرکار نجم العلما کا تار میرے
پاس پہونچا۔ "Very gladly allow you to accept Jamin-us Saltanats pre-sent. = Najmul Hasan." اس تار کی
اطلاع میں نے مہاراجہ بہادر کو کر دی اور وہ بہت مسرور ہوئے۔

اس سال سر امین جنگ نے ایک مخصوص جلسہ طلب کیا جس میں مشاہیر
حیدرآباد جمع تھے مجمع سو دو سو سے زیادہ نہ تھا لیکن سب کے سب اعلیٰ
تعلیم یافتہ اور بڑے بڑے حکام اور دو لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ کے
جاگیردار بلائے گئے تھے سوائے سرکار اعلیٰحضرت کے تمام افسران موجود
تھے۔ "Toleration in Islam" موضوع تقریر تھا۔ تقریر

بے حد کامیاب ہوئی۔ اور حد درجہ پسند کی گئی۔ مہاراجہ سرکشن پرشاد صدر جلسہ تھے انہوں نے ختم تقریر پر فرمایا ؎

کیا خوب کہا لقا علی نے اے شاد
اسلام جو سچ پوچھو رواداری ہے

دوسرے دن مہاراجہ بہادر کا ایک ملازم خاص ایک خط لایا جو درج ذیل ہے :۔

کوہ تشریف ۔ مولانا مولوی محمد لقا علی صاحب حیدری

السلام علیکم۔ کل کی تقریر آپ کی بے مثل تھی۔ کل کا مجمع اتفاق سے ایسا تھا کہ سب خدا کے ماننے والے تھے۔ اگر ایسے بھی ہوتے جو نعوذ باللہ منکر ہوتے تو یقیناً وہ خدا کے قائل ہو کر اس محفل سے برخاست کرتے اس فقیر نے فی البدیہہ دو مصرعے کہے تھے جن کو آپ نے سنا تھا۔ وہاں سے مکان آ کر ان مصرعوں پر اور دو مصرعے چسپاں کر دیئے اور اس کے علاوہ ایک رباعی اس مضمون پر اور لکھی۔ ہر دو درج ذیل ہیں یقین ہے کہ پسند آئیں گے۔ رباعی

ایمان ہمارا طاعت باری ہے
انکار کرے کوئی تو وہ ناری ہے
کیا خوب کہا لقا علی نے اے شاد
اسلام جو سچ پوچھو رواداری ہے

مسلم ہے وہی بس جو ہے فرماں بردار
کافر ہے وہی کرے جو اس سے انکار
ہفتاد و دو ملت کے یہ جھگڑے ہیں عبث
توحید کا اے شاد ہے کافی اقرار

(دستخط) فقیر کرشن پرشاد شاد - یمین السلطنت

۲۳ صفر ۱۳۵۱ھ

چار کا دور جلسہ کے خاتمہ پر شروع ہوا اور سر اکبر حیدری نے باب حکومت کے سکریٹری کو میرے پاس بھیج کر اپنی میز پر بلایا۔ میں گیا اور فرمانے لگے۔ آپ کی تقریر آج کی بہت عمدہ تھی لیکن میں آپ سے قرآن مجید کی اس آیۃ پر بیان سننا چاہتا ہوں۔ "فاقتلوھم حیث وجدتموھم" اس میز پر اس وقت سر شینوکس ٹرینچ۔ مسٹر ٹاسکر مسٹر اسپیٹ سر اکبر حیدری اور کرنل فرینکلان سول سرجن سکندرآباد تھے۔ میں نے کہا آپ ایک جلسہ بلائیں میں اسی روشنی میں اس آیت کو پیش کروں گا۔ اتنے میں سر امین جنگ اس طرف سے گزرے ان سے کہا بھائی امین جنگ تم مجھے فسادی تو کہتے ہو میں مولانا کی تقریر قرآن مجید کی اس آیت پر سننا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا میں ایک دوسرا جلسہ طلب کروں گا اور امید ہے مولانا اسی صورت سے اس آیۃ کو بھی پیش کریں گے۔ میں نے مہاراجہ سے کہا آپ اپنی ڈیوڑھی میں جلسہ طلب کیجئے انہوں نے انشاء اللہ کہا وہ میرے قریب ہی دوسری میز پر نواب سالار جنگ بہادر نواب لطف الدولہ وغیرہ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ میں نے دیکھا کہ کام خراب ہو رہا ہے۔ فوراً سر اکبر حیدری سے کہا کہ وہ جلسہ یہی ہے

جس میں آپ اور یہ چار انگریز صاحبان تشریف فرما ہیں۔ پھر میں نے کرنل ... فرینکلن کو اپنا صدر منتخب کیا اور ان سے کہا ڈاکٹر صاحب آپ کو میں اس جلسے کا صدر بناتا ہوں اور جو فیصلہ آپ دیں گے میں اُسے بلا چوں وچرا منظور کرلوں گا۔ تقریر انگریزی میں ہو رہی تھی۔ آسانی کے لئے اردو میں لکھ رہا ہوں۔

حیدری :۔ ڈاکٹر صاحب میرے ہاتھ میں کہنی کے قریب ایک زخم ہو گیا ہے اور تیزاب لگانے کے بعد بھی اچھا نہیں ہوتا۔ زیرباد کا اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ ایسی حالت میں آپ کیا کریں گے۔

کرنل فرینکلن :۔ میں اس قدر ہاتھ کو کاٹ دوں گا جو متاثر ہو چکا ہے۔

حیدری :۔ کیا یہ ظلم نہ ہو گا ؟

ڈاکٹر صاحب :۔ نہیں نہیں میں آپ کی جان بچاؤں گا آپ کو زیرباد سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ کام کروں گا۔

حیدری :۔ ڈاکٹر صاحب کبھی مرض ہیضہ یا طاعون پھیلتا ہے تو آپ پانی میں تالابوں اور چاہوں میں پوٹیشیم پرمیگنیٹ کیوں ڈلواتے ہیں۔ اور چوہوں کو کیوں مرواتے ہیں۔

ڈاکٹر :۔ اس لئے کہ زہریلے جراثیم فنا ہو جائیں اور ان کا اثر گردو

پیش کے انسانوں پر نہ پڑے۔

حیدری:۔ ڈاکٹر صاحب قرآن مجید نے انسانی زندگی کی جو قیمت لگائی ہے آپ سنیں ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ جس کسی نے ایک انسان کو بے جرم و گناہ قتل کیا تو ایسا ہے کہ اس نے ساری انسانیت کو مار ڈالا اور جس نے ایک مرتے ہوئے کو زندہ کر دیا تو ایسا ہے کہ اس نے عالم انسانیت کو زندہ کر دیا۔ ان دونوں آیتوں کا مطلب آپ اچھی طرح سے سمجھ گئے۔ اب وہی قرآن اُن افراد کو جو اللہ تعالےٰ کے وجود کے منکر ہوں اس کی زمین میں فساد برپا کرنا چاہیں ان کے لئے حکم دیتا ہے جہاں پاؤ ان کو قتل کر ڈالو تا کہ باقی انسانیت ان کے زہریلے جراثیم سے محفوظ رہے۔ ڈاکٹر نے میری تصدیق کی اور سر اکبر کھڑے ہو کر کہنے لگے۔

Got it! Got it! Got it!

سر امین جنگ نے جناب متولی منتظم مدرسۃ الواعظین کو ایک خط بھیجا تھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔

Amin Manzil

Hyderabad Deccan, 4.8.31.

Revd & Dear Sir,

I did not know that Lucknow had an institution like the مدرسۃ الواعظین

to send out missionaries. It was only by chance that I met a brilliant product of that Madrasa in the person of Maulana Ziyai Ali Haidari, when I was At Home to a few friends at Amin Manzil on the 9th of July last, I asked the Maulana to say what he thought of toleration in Islam. It was not a very large gathering but the elite of Hyder-abad happened to be present. The Maharaja Sir Kishan Prasad was good enough to preside. The Maulana spoke so well that the audience were simply charmed with his speech. Among the audience there were Hindus, Muslims, Parsees, & Christians. I am quite

sure that every one of them left the
place with a true sense of respect
for Islam. I congratulate you
for producing such able lecturers and
preachers who diffuse the lustrous light
of pure Islam in thoughts & sentiments
not only in India but in countries over-
-seas abroad. I have no doubt that
your institution renders a real service
to the cause of Islam, & I think every Mus-
-lim should do what he can to help
you in the noble work you have
undertaken so selflessly & with
so much zeal at your age. I have
promised Maulana Hydari to do
all I can to further the interest
of the Madrasa which he has so much

at heart. I will give him letters of introduction to some of my friends in Madras, so that when the Maulana goes there he will have a good chance of delivering lectures to enlist sympathy & cooperation of influential Muslims of that city. Wishing you every success & prosperity.

I remain yours sincerely

(Nawab Sir) Ahmad Hasan Amin Jung

M.A., LL.D., K.C.I.E., C.S.I.

سر امین جنگ کا وہ خط جس میں انہوں نے مجھے عمرانہ پر مدعو کیا تھا۔
اس کی نقل بھی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ یہ خط میرے عزیز میرزا سید محمد حسن صاحب
بلگرامی کے نام ہے موصوف فری میسن جماعت کے رکن اعلیٰ تھے اور سر امین
جنگ بھی۔ اس لئے ان کو ان کے عہدے کے ساتھ یاد کیا ہے۔

My dear Wor: Brother Belgrami

Ibne-al-Dr Ligai Ali: El Afgiani is ready with his discourse on "Toleration,

the President (the Resident) is unable to come. I am going to propose either the Maharaja or Nawab Salarjung to the chair. It is to be in fact Lee's but in the shape of a Lecture for everybody be what his religion may. I am sure the guest of the evening you & the Maulvi Sb understand it. Some other Maulvis are also coming. The programme is the Lecture will begin at 5 p.m. after the guests have assembled from 4.30 p.m. I believe it will take no more than 45 or 50 minutes, thereafter the guests will go in to the tents for tea. Will you kindly inform the Maulvi Sb of all this

Yours fraternally

(Nawab Sir) Ahmad Hosain Amin Jung.

اپریل سنہ ۳۱ء میں ایک خط مغربی افریقہ سے آیا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ دوسرا خط ستمبر میں جنوبی افریقہ سے آیا اس کا خلاصہ بھی درج ذیل ہے

Extract from letter received from the President Anjuman Jamiatul-Ittehad-wa-Taraqqi-Islam Sumunya, Sierra Leone :- "Our apprehension have been abundantly justified and confirmed by the able criticism in your book "Review on 'The Holy Quran on the death of Jesus'" The welcome relief which the valuable book has afforded to the Society can better be imagined than described. For the cogency of the facts marshalled therein has not only led to the rejection of the false views foisted on us by Mohammad Ali and others of his school, but it has convinced us that your institution is doing the real service to Islam"

From Mr. Y. S. A. Chatty – Lady Smith, Natal, South Africa.

To, L. A. Hamdani Esqr., Muslim Missionary, Madrasatulwaizeen, Lucknow U. P. India

Dear Brother in Faith,

Assalamalakum

I have read your "review" on Holy Quran on [illegible] of Jesus By "S. Qudrat Shah and read over times [illegible] to some friends to read it. The occasion prompted me to you is This..., First of all to congratulate on your able manner of exposing Theories etc. and the Second one is to ask you to help me to enlighten the European Christian Communities on Islamic Civilisation —

(Signature)

اسی سال پھر رنگون میں عشرۂ چہلم کے واسطے بلایا گیا۔ مجالس بے حد کامیاب ہوئیں۔ اور مدرسہ کے واسطے رقم کثیر فراہم ہوئی مجھے جو نذرانہ مجالس کے سلسلے میں دیا گیا وہ بھی میں نے مدرسہ کے فنڈ میں جمع کرا دیا اور خان بہادر حاجی احمد جانا دمرحوم نے اس کا ڈرافٹ متولی مدرسۃ الواعظین کے نام بنوا دیا۔ قاسم میاں علی بھائی ایک تعلیم یافتہ خوجہ تھے اور ان کا کاروبار بھی بہت اچھے پیمانہ پر تھا ایک ہفتہ کی مسلسل گفتگو کے بعد آغاخانی سے اثنا عشری ہو گئے الحمد للہ۔

۱۹۳۱ء میں مختلف مقامات پر دورہ کیا۔ اگرچہ میری اہلیہ کی طبیعت بے حد ناساز تھی لیکن مجھے تبلیغی میدانوں میں جانا ضروری تھا۔ کارونیشن ہوٹل دہلی میں دو کمرہ کرایہ پر لئے اور اپنی اہلیہ اور بچوں کو وہاں ٹھہرایا۔ شفیقی ڈاکٹر سید ناصر عباس صاحب سے رجوع کیا۔ موصوف نے جس شفقت اور مہربانی کا اظہار کیا اس کا میں شکریہ ادا نہ کر سکا۔ ہوٹل موصوف کے مطب سے بالکل قریب تھا۔ جس وقت ضرورت ہوئی تشریف لائے مریضہ کو دیکھا اور دوا کے ساتھ ساتھ تسلی و تشفی دلانا جس سے واقعی مرض میں کمی ہو جاتی تھی۔ اسی سلسلہ میں سید نفیس عباس صاحب سلمہ جو واقعی خیر مجسم ہیں برابر میرے پاس آتے رہے۔ میں تبلیغی دورہ پر جاتا رہا اور موصوف نیز مشفقی نواب سید حسین مرزا صاحب مرحوم اور مشفقی فاضل مقبل برابر

عالی جناب ڈاکٹر سید دلاور عباس صاحب
ایف ۔ آر ۔ سی ۔ ایس (لنڈن) سرجری
میں اپنا ثانی نہیں رکھتے ہیں ۔
عباس پالی کلینک کراچی (ص ۔ ۱۹۸)

آتے رہتے۔ اور میری غیر حاضری میں برابر دوا کا لانا۔ ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کرنا۔ اور اگر کسی کام کی ضرورت ہو تو اس کی دیکھ بھال کرنا ان حضرات نے اپنا ضروری کام قرار دیا تھا۔

ڈاکٹر سید ناصر عباس صاحب کے صاحبزادے سید باور عباس صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ اور سید دلاور عباس صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ اس زمانہ میں زیر تعلیم تھے لیکن جب کبھی میں مطب میں جاتا تو ممکن نہ تھا بغیر چار پیسے واپس جاؤں۔ ڈاکٹر صاحب طبیہ کالج دہلی کے پرنسپل بھی تھے اور اُن کا یہ دستور تھا کہ کسی مذہب کے عالم یا مبلغ سے نہ فیس لیتے تھے اور نہ دوا کے دام لیتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے دواخانہ میں عبداللہ خاں صاحب کمپونڈر تھے۔ اور آج ۱۹۷۶ء میں ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد بھی ان کے دواخانہ میں وہی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ میں نے ایسا باوفا۔ دیانتدار اور محنتی آدمی کم دیکھا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم ان کی بے حد قدر کرتے تھے اور آج ۳۲ سال کے بعد ان کے لائق فرزند جناب سید باور عباس صاحب سلمہ باور ایم بی۔ بی ایس (فزیشن) اور ڈاکٹر سید دلاور عباس صاحب ایم بی بی ایس (سرجن) F.R.C.S London) اپنے اپنے کام میں لاجواب ہیں۔ دونوں اخلاق و مروت میں اپنے والد ماجد کا نمونہ ہیں۔ اور بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت سے خاندانوں کے لئے آپ کو خدا نے حکیم و علیم قوت مسیحائی عطا فرمائی ہے

ڈاکٹر سید ناصر عباس صاحب کی بڑی صاحبزادی ڈاکٹر عصمت عباس ایم بی بی ایس صنف نازک کے لئے بے حد مفید ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے فرزند اپنی ناسازی مزاج کے باعث ڈاکٹری کا حصہ وراثت میں نہ پا سکے لیکن یہ بھی اخلاق کا مجسمہ اور نہایت خوبیوں کے صاحبزادے ہیں امید ہے اپنے والد کے نقش قدم پر چل کر کامیاب زندگی بسر کریں گے جہاں قدرت نے ڈاکٹر سید ناصر عباس طاب ثراہ کو دو لائق فرزند نخر اب عطا فرمائے اور ایک صاحبزادی اسی کمال کی مالک عطا فرمائی وہاں آپ کی چھوٹی صاحبزادی کے شوہر ڈاکٹر سید ذیشان حسین صاحب بی ایس سی۔ ایم بی۔ بی ایس ایسے لائق داماد عطا فرمائے جو اس وقت ڈاکٹر سید یاور عباس صاحب کے جانشین جناب ڈاکٹر سید ناصر عباس صاحب مرحوم کا دست راست بنے ہوئے ہیں۔ ان جناب میں دیگر خصوصیات کے علاوہ یہ کمال بھی ہے کہ آپ ماہر امراض چشم بھی ہیں اور اب ڈاکٹر سید ناصر عباس صاحب مرحوم کے مطب میں کسی مریض کو مایوسی کا سامنا کرنا نہیں پڑتا اور کسی دوسرے دروازہ پر دق الباب کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ڈاکٹر سید ناصر عباس صاحب مرحوم[۴۴]

سنہ ۱۹۳۱ء میں "سرالیون" "مغربی افریقہ" سے ایک خط مسٹر جافر الدین صدر انجمن "جمعیۃ الاتحاد و ترقی اسلام" کا میرے نام آیا جس میں موصوف نے میری کتاب پر اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے خواہش کی کہ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

۴۴ کی منجھلی صاحبزادی ڈاکٹر سیدہ نیر عباس بھی ایم بی بی ایس ہیں اور راولپنڈی میں مطب کرتی ہیں جہاں ان کے شوہر فوج میں میجر ہیں۔

محسن قوم عالی جناب سید اسرار حسین صاحب
ایڈوکیٹ صدر ادارۂ عالیہ تحفظ
حقوق شیعہ کراچی
(ص ۔ ۲۰۹)

عالی جناب ڈاکٹر سید ذیشان حسین
بی ایس سی، ایم بی بی ایس فزیشین
سرجن و ماہر امراض چشم عباس پالی
کلینک کراچی
(ص ۔ ۱۹۷)

۳۴

کی ایک شاخ "سرالیون" میں قائم کی جائے اور مجھ سے خواہش کی کہ میں اُن کی مدد کروں وہاں جاؤں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں تقریریں کروں۔ اور انگریزی میں رد مذہب عیسوی میں مضامین لکھوں جیسے آمادگی ظاہر کی۔ لیکن حالات سازگار نہ ہوسکے اور میں نہ جا سکا۔ اور پھر قادیانی حضرات کا وہاں دخل ہوگیا۔ موصوف نے ۵ صفحہ کا خط مجھے لکھا تھا جس میں لکھا کہ عیسائیوں کی زیادتی سے عاجز آکر اخبارات میں اعلان کیا تھا کہ کوئی مسلم ادارہ اُن کی مدد کرے۔ وہ صرف مشنری کے قیام کا پورا بندوبست کردیا گئے لیکن کوئی ماہانہ تنخواہ نہ دے سکیں گے۔ لاہوری جماعت نے اُن سے وعدہ کیا۔ کرایہ کی رقم بھی مسٹر جامع الدین نے اپنی جماعت کی طرف سے بھجوادی لیکن اس عرصہ میں لاہوری جماعت نے اپنے مبلغ کے بھیجنے میں کچھ عذر کیا اور نیز مصر سے صدر انجمن کے کسی دوست نے میری کتاب ان کو بھیجدی جو ان کو لندن سے ملی تھی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے اس جماعت کے ارکان پر جو اثر ہوا وہ اس خط سے ظاہر ہے جس کا اقتباس درج ذیل ہے۔

اڈرامایا۔ سرالیون مغربی افریقہ۔

بنام مولانا ذوالفقار علی حیدری مسلم مشنری مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

محترم عزیز برادر اسلام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں یہ عریضہ آپ

کی خدمت میں بھیجنے کی معافی چاہتا ہوں کیوں کہ مجھے جناب والا سے پیشتر سے
شرف نیاز حاصل نہیں ہے۔ مجھے امید ہے کہ جناب والا میری اس جسارت کو معاف
فرمائیں گے میں آپ کا اسلامی بھائی ہوں۔ ہمارے شہر سرالیون کو قادیانی مبلغین
نے اپنا مرکز بنا لیا ہے اور ناواقف مسلمان ان کے چندے میں پھنس جاتے ہیں
ہم لوگ کسی اسلامی جماعت سے واقف نہ تھے جب سے اپنے درد کا علاج تلاش
کرائیں آنے جانے والے حضرات سے تذکرہ کیا کرتے تھے میں نے قادیانی
مشن کی لندن کی شاخ سے خط و کتابت کی۔ اس عرصہ میں مجھے میرے ایک
عزیز دوست کا خط لندن سے موصول ہوا جس میں موصوف نے لکھا
تھا کہ قادیانی جماعت اسلام میں تفرقہ پردازی کرنے کی بنا پر بدنام ہے۔
میں نے لندن کے قادیانی ایجنٹ کو منع لکھ بھیجا۔ بعد میں ایک خط انجمن اشاعت
اسلام لاہور نے تحریر کیا اور بہت سے رد و بدل کے بعد میں ان کے مشن
کی شاخ اپنے یہاں قائم کرنے پر رضامند ہو گیا۔ اس عرصہ میں ہمارے خیالات
کی تائید و توثیق آپ کی اس لاجواب تصنیف سے ہو گئی جو آپ نے سید قاسم شاہ
کی کتاب "قرآن مجید اور وفات حضرت مسیح" کی رد میں ریویو کے طور پر سنگاپور
سے ۱۹۲۸ء میں شائع کی تھی۔ اسلامی ہمدردی کے لئے آپ فوراً پہلے جہاز سے
ہمارے یہاں تشریف لائیں۔ ہم لوگ آپ کے ہر قسم کے آرام کا بندوبست کریں
گے اور یہاں آنے پر پیش کیا جائے گا البتہ ... رقم ماہانہ بطور جیب خرچ نذر

اسی سال مسٹر حسین ولیز کا خط سیام سے آیا جہاں موصوف ایک ٹین کے کارخانہ کے منیجر ہو گئے تھے۔ اس خط کا اقتباس درج ذیل ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اس امریکی عیسائی پر میری تعلیم کا کیسا اثر ہوا تھا۔ افسوس ہے کہ اب عرصہ سے اس کا کچھ پتہ نہیں معلوم نہیں زندہ بھی ہے یا راہی جنت ہوگیا (یہ خط ۱۹۲۶ء میں درج کیا گیا ہے)

Singapore, Aug. 4, 1926

My dear Moulvi, I was pleased to receive your letter from Burma and to know that you arrived safe and sound. ... I am feeling very down-hearted since you left. - In point of fact my most sincere friend [after you, Moulvi] is Mr Jumabhoy. I spoke to him yesterday on the wharf, and he expressed the wish that [he hoped] I wasn't drifting away from the Faith as he hadn't seen me for so long. I just said I was much too busy. I really and truly want to become a good true Muslim but it is next to

"Freedom Walls" – Fifty years+

an impossibility, living as I do amidst a strong chris-
-tian element who are bitterly opposed to all Muslim
ideas .. Either I will be a real Muslim, living as
a Muslim, working for a Muslim or living with
them or I will be nothing in this lone fight ag..
-st life's most powerful antagonist mainly to utterly unless

مدرسۃ الواعظین کے سالانہ اجلاس کے لئے مدرسہ کے پاس سرمایہ
نہ تھا۔ نواب صاحب بہادر والیٔ رامپور مرحوم صدر تھے۔ مجھے حکم دیا گیا کہ میں
کلکتہ سے جلسہ کے واسطے ۱۵ سو روپیہ لاؤں۔ ارکان مدرسہ کا یہ
عقیدہ ہو گیا تھا کہ مولوی لفار علی حیدری جس مقام پر جائیں گے وہاں
سے مدرسہ کے واسطے بڑی سے بڑی رقم لا سکتے ہیں۔ بہ تعمیل حکم میں
نے پہلے آقائے مرزا احمد اصفہانی دام اقبالہ کو خط لکھا اور اپنے قصد سے
آگاہ کیا۔ موصوف نے لکھا حالات سازگار نہیں ہیں لیکن آپ آئیں اور جو
کچھ ہو سکے گا مدد کروں گا۔ میں نے کلکتہ پہونچنے کی اطلاع تار کے ذریعہ
سے کی۔ اسٹیشن ہاوڑہ پر ڈرائیور حاضر تھا۔ میں ہوٹل میں پہونچا۔ نہایا کپڑے
بدلے ناشتہ کیا اور مرزا احمد صاحب اصفہانی دام اقبالہ کے پاس ان
کے دفتر میں پہونچا۔ پہونچتے ہی میں نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا۔ فرمایا
کس قدر رقم مطلوب ہے۔ میں نے عرض کیا ۱۵ سو روپیہ جلسہ کے واسطے

درکار ہے نواب صاحب بہادر صدارت کے لئے آرہے ہیں۔ فوراً ٹیلیفون اٹھایا۔ اور کسی کو پکارا۔ آواز آئی کون ہے۔ فرمایا اصفہانی۔ جواب ملا سلام علیکم مزاج مبارک۔ چہ خبر است۔ فرمایا ایک مولوی نقار علی حیدری از جانب مدرسۃ الواعظین لکھنؤ آمدہ است و اعانتہ برائے مدرسہ میخواہد من از جانب حضرت عالی چہار صد روپیہ دادہ ام۔ جواب دیا چشم۔ یہ آقائی مرزا محمد خلیل شیرازی تھے۔ (مدراس والے خلیل صاحب نہیں)

اب دوسرے صاحب کو پکارا Who Speaking? جواب Isfahani. آغا سلام علیکم۔ چہ خبر است۔ فرمایا مولوی نقار علی حیدری از مدرسہ آمدہ اعانتہ میخواہد من از جانب حضرت عالی دو صد روپیہ دادہ ام۔ بسیار خوب ممنون۔ یہ مسٹر کریم خلیلی تھے۔ اسی طرح ۵-۶ اور حضرات کو فون کیا اور آخر میں /500 اپنی طرف سے اس رقم میں شامل کیا۔ اور کل تعداد /1700 ہو گئی۔ فوراً آپ نے خزانچی کو بلایا اور حکم دیا کہ مولوی صاحب کو فوراً /1700 دیدو اور فہرست دی کہ ان حضرات سے جو رقم ان کے نام کے آگے لکھی ہے منگوا لینا۔ فوراً /1700 ہم کو دے گئے اور ہم نے ایک رسید لکھ کر خزانچی کو دیدی اور ہوٹل آ گئے۔ دوسرے دن علے الصباح اصفہانی صاحب ہوٹل میں میری ملاقات کے واسطے آئے دریافت کیا کوئی تکلیف تو نہیں ہے میں نے کہا خدا کا شکر ہے آپ کی

مہربانی کا شکر گزار ہوں۔ مرزا ابوالحسن صاحب اصفہانی دام عزہ وعلاہ کا موٹر ہمہ وقت میرے پاس رہتا تھا۔ اب میں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر مولوی سید علی صاحب مرحوم واعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی ملاقات کو گیا۔ موصوف ایک اماماباڑہ میں مقیم تھے۔ اور چٹائی سے فرش پر بستر جمائے حقہ چارپائی وغیرہ کا سامان گرد و پیش رکھا ہوا۔ تشریف فرما تھے مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے پوچھا کیسے آئے میں نے کہا سید صاحب مدرسہ کو مالی مشکلات درپیش ہیں سالانہ اجلاس کے واسطے رقم درکار ہے آپ یہاں کے امام جماعت ہیں کچھ مدد کیجئے۔ فرمانے لگے بھائی یہاں کون دینے والا ہے کوشش کروں گا تو شاید دو سو روپیہ بمشکل سے ہو سکے گا۔ 50 شاید اصفہانی دیدیں اور باقی حضرات سے دس دس پانچ پانچ جمع کرا دوں گا کہاں قیام کیا ہے۔ میں نے کہا ہوٹل میں ٹھہرا ہوں۔ فرمانے لگے مولوی تقار علی صاحب برا نہ ماننا یہ آپ کا ہوٹل میں قیام دس روپیہ روزانہ کا صرفہ ضرور چاہتا ہے اسی لئے مدرسہ والوں کو اعتراض کا موقع ملتا ہے آپ سیکنڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں ہوٹلوں میں ٹھہرتے ہیں۔ میرے پاس کیوں نہ قیام کیا اتنی بڑی جگہ ہے روپیہ بارہ آنے روزانہ صرف ہوتا۔ آرام سے رہتے۔ میں بھی موجود تھا۔ میں نے کہا سید صاحب اصفہانی صاحب اور دوسرے ایرانی حضرات آپ کے پاس سال میں کتنی مرتبہ آیا کرتے

ہیں۔ فرمانے لگے یہاں میرے پاس وہ بڑے لوگ کیوں آئیں گے مجھی کو
جب ضرورت ہوتی ہے جاتا ہوں اور گھنٹوں انتظار کے بعد ملاقات ہوتی
ہے۔ اب تم آئے ہو تمہاری خاطر سے ان لوگوں کے یہاں جاؤں گا۔ لیکن
مجھے امید کم ہے۔ میں نے سترہ سو روپیہ کے نوٹ نکال کر دکھائے اور کہا
سید صاحب یہ کل اصفہانی صاحب سے لایا ہوں۔ آتے ہی ملاقات کی اور
ایک گھنٹہ میں بیٹھے بیٹھے یہ رقم وصول ہو گئی۔۔ اور ابھی ابھی اصفہانی صاحب
میری بازدید کو ہوٹل میں آئے تھے۔ اب تو سید صاحب بدحواس ہو گئے
کہنے لگے بھائی واقعی یہ تمہارا ہی کام ہے ہم کو تو چھ ماہ سے تنخواہ بھی
نہیں ملی ہے اس رقم میں سے دو سو روپیہ ہم کو چار ماہ کی تنخواہ میں دے
دو تو تمہاری مہربانی ہوگی اور مدرسہ تمہارے کام پر اعتراض نہ کرے گا۔
میں نے فوراً مرحوم کو دو سو روپیہ دیئے اور اپنی ڈائری پر لکھوا لیا جو
آج بھی میرے پاس موجود ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ سید صاحب مرحوم
نے پہلے تو اس رقم کے پانے سے انکار کیا لیکن اُن کی تحریر مدرسہ نے
دیکھی تو وہ رقم ان کے حساب میں مجرا کر لی گئی۔ میں نے کہا سید صاحب مسٹر
الہ دین جان محمد سے (جو اس وقت کپڑا بننے کے کالج میں ....
پرنسپل تھے اور کلکتہ سے ۸۰ میل کے فاصلہ پر اسکول کی عمارت میں رہتے
تھے) کچھ رقم دلاؤ۔ سید صاحب نے فرمایا آج جان محمد صاحب شہر میں آئیں

گئے آپ کے آنے کی اطلاع کروں گا اور کوشش کروں گا ممکن ہے پچاس روپیہ آپ کی خاطر سے دیدیں۔ جان محمد صاحب سے میری ذاتی ملاقات عرصہ سے تھی انہوں نے جس وقت میرا آنا اور ہوٹل میں قیام کرنا سنا فوراً میرے پاس آئے۔ میں نے کہا جناب آپ سے میں مدرسہ کے واسطے کچھ اعانت لینے آیا ہوں فرمایا کل آپ میرے ساتھ دوپہر کا کھانا کھائیں اور اس وقت میں رقم اعانت پیش کروں گا۔ اصفہانی صاحب کا موٹر تو میرے پاس رہتا ہی تھا میں نے ڈرائیور سے جو ایک سکھ تھا کہا کل صبح ہم کیپڑانیٹے کے اسکول جائیں گے آنے جانے کے واسطے کافی تیل رکھ لینا۔

۸ بجے صبح سید صاحب آگئے اور ہم دونوں ۹ بجے کے قریب روانہ ہوئے ۱۱ بجے جان محمد صاحب کے اسکول میں پہونچے وہ منتظر تھے فوراً چاء پیش کی۔ ایک بجے کھانا کھایا۔ اب میں نے اعانت مدرسہ کے واسطے کہا۔ مجھے علیحدہ لے جا کر کہا مولوی سید علی صاحب کو آٹھ سو روپیہ قرض دے تے ہیں یہ رقم مدرسہ کی اعانت میں میری طرف سے جمع کرا دیجئے۔ میں مطمئن ہوگیا اور ڈائری میں لکھ لیا مدرسہ کو اطلاع دیدی سید صاحب سے بھی کہدیا کہ آپ کی رقم مدرسہ کے فنڈ میں جمع کی گئی۔ مسٹر عبداللہ گانجی۔۔۔ اور دیگر حضرات سے ملاقات کی اور تقریباً ۳-۴ سو روپیہ اور وصول کیا اس طرح سے ۵۰ اسو روپیہ کے بجائے مدرسہ کو ۱۲۰۰ سے زائد وصول

ہوگیا۔ جلسہ خوب شاندار ہوگیا نواب صاحب بہادر مرحوم کا خطبہ صدارت جو للن صاحب مرحوم کے زورِ قلم کا نتیجہ تھا پڑھا گیا اور ۔/۲۵ ماہوار مدرسہ کو مقرر کیا گیا جو رفتہ رفتہ بند ہو گیا۔

اس سال مختلف مقامات پر ہندوستان کے عرض و طول میں دورہ کیا کلکتہ۔ مدراس بمبئی وغیرہ مقامات پر بھی گیا۔ جبلپور پہلے سفر کے بعد ہر سال جاتا رہا اور نمایاں کامیابی حاصل ہوئی جبلپور کے جلسہ سیرۃ میں اس سال مولوی محمد نعیم صاحب مراد آبادی نے ٹاؤن ہال کے ہر دروازہ پر پوسٹر قلمی لکھ کر چسپاں کرائے اور شہر میں پرچے چھاپ کر تقسیم کرائے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "مولوی نقار علی پہلے ہلکی سی نقاب تقیہ کی چہرہ پر ڈالے ہوئے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے تھے اب وہ نقاب بھی الٹ دی ہے اور بلا تکلف اپنے عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اہلسنت کو ان کے جلسوں میں جانا اور تقریریں سننا حرام ہے ہم مولوی عبدالشکور صاحب لکھنوی کو ان کے مقابلہ کے لئے بلائیں گے"۔ .... اسی سال مولوی عبدالشکور لکھنوی کی پارٹی نے ایک نہایت ذلیل صورت کا نوٹس شائع کیا جس کی عبارت حسب ذیل ہے۔

جبلپور میں ایک نیا فتنہ

مقامی شیعوں نے عام مسلمانوں میں ایک نیا فتنہ پیدا کرنے کے لئے

ایک انجمن بنام انجمن حسینیہ قائم کی ہے۔ ابھی تھوڑے سے دن ہوئے کہ ذوالفقار علی شاہ نے اپنی ہرزہ سرائیوں سے عام مسلمانوں کی دل شکنی کی ہے اب خود ساختہ ڈاکٹر مسٹر نقار علی جبلپور میں کئی بار تقاریر کر چکے ہیں مگر ہر مرتبہ تقیہ کی ایک ہلکی سی نقاب اوڑھے رہتے تھے مگر اب کی مرتبہ بالکل بے نقاب ہو کر اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہو کر تبرہ بازی کر رہے ہیں۔ جو ان کے مذہب کا ایک جزو اعظم ہے اور عام مسلمانوں کو قطعی حرام ہے۔ اسلئے تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ ان کے جلسوں میں ہرگز ہرگز شرکت نہ کریں۔ جماعت حنفیہ اس سلسلہ میں پمفلٹ شائع کرنے والی ہے انتظار کریں۔ فقط

خادمان قوم اراکین انجمن حنفیہ جبلپور۔

اس نوٹس کا یہ اثر ہوا کہ مجمع میں آنے والوں کی اس قدر کثرت ہوئی کہ جلسہ گاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہیں رہتی تھی۔ یہ نوٹس ایک بادامی کاغذ پر سائیکلو اسٹائل ہے ..... چھپا ہوا ہمارے جلسہ میں تقسیم کیا گیا تھا جس کے نتیجہ میں مشتہرین کی امیدوں پر پانی پھر گیا۔ اور اہلسنت نے اعلان کر دیا کہ ہم اس نوٹس کے ذمہ دار نہیں ہیں یہ کسی بدنفس دشمن اہلبیت کی ذہنیت کا اثر ہے۔ اور کارکنان انجمن نے مولوی نعیم صاحب اور ان کی پارٹی کے اس فعل کی پلیٹ فارم پر مذمت کی مسٹر عبدالسبحان

صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر .... صدر جلسہ تھے۔ اپنے خطبہ صدارت
میں بے حد مذمت کی اور کہا کہ یہ فعل شیطانی ہے۔ اور مولوی نثار علی صاحب
نے اہلبیت جناب رسالتمآب کے جو مناقب بیان کئے ہیں وہ ہمارا اہلسنت
والجماعت کا مذہب ہے جو اس عقیدہ کا نہیں ہے وہ خارجی ہے۔ خان بہادر
مسٹر فضل الکریم ڈپٹی کلکٹر نے عہد کیا کہ میں ان مولوی صاحب سے اس
پروپاگنڈے کا انتقام لوں گا۔ ایک عصرانہ میں طبیب علی صاحب کے بنگلہ پر
سب حضرات مدعو تھے مولوی نعیم صاحب بھی تھے۔ مجھ سے کہا گیا تھا کہ میں
ذرا دیر میں آؤں۔ مولوی نعیم صاحب۔ نے فتوے دیا تھا کہ شیعوں کے ساتھ
اکل و شرب سلام و کلام حرام ہے۔ یہ ذات شریف بھی اس عصرانہ میں تھے
خان بہادر فضل الکریم صاحب ان کے پہلو میں بیٹھے اور دوسری طرف اپنے
ایک خاص آدمی مسٹر طاہر علی کو بٹھایا۔ اب مجھے بلایا گیا۔ میں آیا اور خان بہادر
صاحب اپنی جگہ چھوڑ کر ہٹ گئے اور اپنی کرسی پر مولوی نعیم صاحب کے
پہلو میں مجھے بٹھایا خود سامنے کی کرسی پر بیٹھے۔ اور ہر کھانے کی چیز پہلے
میرے سامنے پیش کرتے میں اس میں سے لے لیتا اور پھر نعیم صاحب کو بھی مجبوراً
لینا پڑتا۔ تربوز بھی تھا میرے لینے کے بعد بہت اصرار سے تواضع کر کے
نعیم صاحب کو کھلایا گیا۔ اور اس طرح ان کے عقیدے کے بموجب نعیم صاحب
کو نجس اور حرام کھانا پڑا۔ یہ طے کر لیا تھا کہ اگر کچھ بھی چوں و چرا کی تو پھر

ڈپٹی صاحب اپنے اختیارات کو استعمال کریں گے۔ جبلپور میں سید اسرار حسین صاحب ایڈوکیٹ اور سید نقی الحسن صاحب مرحوم ڈپٹی کلکٹر نے ہمارے ساتھ بے حد خلوص کا اظہار کیا۔ طاہر علی بھائی نے اظہار محبت وخلوص اس حد تک کیا کہ ان کی بیٹی اسماء اسلمہا ہماری بیٹی بنی تھی اور طاہر علی صاحب نے اس کی شادی میں ہم کو خاص طور پر شرکت کی دعوت دی تھی لیکن ہم شریک نہ ہو سکے جس کا افسوس ہے۔

حسب معمول اس سال پھر حیدرآباد گیا اور مختلف مقامات پر تقاریر ہوئیں۔ نواب بہرام الدولہ بہادر مرحوم کی ایک جاگیر کا نام کل پاک ہے۔ ایک دن ہم بلگرامی صاحب کے ہمراہ نواب صاحب کی جاگیر پر گئے۔ نواب صاحب خود اور ان کے داماد صاحب جو تعلقہ دار تھے ہمراہ تھے اور شکار کا ارادہ تھا۔ کل پاک میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس میں ہم نے مغربین کی نماز جماعت سے پڑھائی۔ بلگرامی صاحب۔ نواب صاحب اور ان کے داماد اور ایک منشی، چار آدمی نمازی ہمارے ساتھ تھے اور یہ جماعت اس مسجد میں یقیناً پہلی اور آخری تھی۔ صبح کو سب لوگ شکار کو چلے ایک بندوق ہمارے سپرد بھی کی گئی اور اس میں دو کارتوس تھے۔ دریا کے کنارے ہم ایک طرف بیٹھ گئے کارتوس نکال لئے اور خالی بندوق چلاتے رہے۔ نواب بہرام الدولہ نے اڑتے ہوئے دو تین پرندوں کا شکار کیا۔ بہت اچھے نشانہ باز تھے باقی سب حضرات نے

کارتوس خراب گئے۔ دوپہر ہو گیا۔ کھانے کے لئے دریا کے کنارے فرش بچھایا گیا۔ جب سب جمع ہوئے ہر ایک نے اپنی کارگزاری بیان کی۔ میں نے کہا سب سے زیادہ کامیاب میں رہا۔ نہ کسی کی جان لی اور نہ نواب صاحب کے کارتوس کا نقصان کیا۔ کارتوس جیب سے نکال کر حوالہ کر دیئے۔ وہاں سے ریل میں سکندر آباد آیا۔ سیٹھ عنایت اللہ دیا بھائی مرحوم کو تار دیدیا تھا کہ وہ موٹر لے کر سکندر آباد اسٹیشن پر آجائیں۔ موصوف بر وقت پہونچ گئے تھے اور میں وہاں سے موٹر میں بیٹھ کر سرتاج جنگ کی ڈیوڑھی میں زنانہ مجلس میں تقریر کے واسطے پہونچا۔ انتظار ہو رہا تھا فوراً منبر پر گیا۔ موضوع تقریر "عورت کا درجہ اسلام میں" تھا۔ ۲ ہزار کے قریب مستورات پس پردہ اور تقریباً اسی قدر مردوں کا مجمع تھا۔ بے حد مقبول مجلس ہوئی۔ مدرسہ کے واسطے ہر شخص نے ہمدردی کا اظہار کیا۔ (حیدرآباد سے واپسی پر مجھے اس سال پھر رنگون جانا پڑا۔ مجالس بے حد شاندار اور ہر اعتبار پر کامیاب رہیں۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ رنگون سے واپس آکر ایران ضرور جاؤں گا۔) رنگون سے کلکتہ پہونچا اور فوراً پہلی ٹرین سے لکھنؤ روانہ ہوا۔ لکھنؤ پہونچ کر مدرستہ الواعظین میں جا کر جناب قبلہ و کعبہ طاب ثراہ کو مختصر رپورٹ سنائی تفصیلات سے وہ باخبر ہو چکے تھے اور جس وقت ..../ روپیہ کا چیک ان کے دست مبارک میں دیا بیساختہ کھل کھلا کر ہنس پڑے مجھے گلے سے

لگایا اور دعائے خیر و برکت فرمائی اُس رقم میں سے -/۱۵۰ روپے مجھے مرحمت فرمایا اور بعد پر زور الفاظ میں میری تعریف کی اور دعائیں دیں۔ فوراً میں پہلی گاڑی سے بدایوں پہونچا۔ والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبلپور سے دعوت آئی تھی جو میں نے منظور کرلی تھی۔ جبلپور کو تار دیدیا کہ میں دوشنبہ کو پہونچ رہا ہوں۔ ضروری سامان سفر ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ پرتاب گڈھ پر گاڑی بدلی۔ میں اُس زمانہ میں پان بہت کھاتا تھا۔ پاندان ہمراہ رہتا تھا اور ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ ناشتہ ہمراہ اسقدر لیکر چلتا تھا کہ جس شخص کے یہاں جاؤں اُس پر میرا جانا بار نہ ہو۔ مٹھائی اور نمکین سامان اپنے میزبان کے بچوں کو دیتا اور ... خوش ہوتے بلکہ بدایوں کا تحفہ پیڑا اپنے پاس ہر آنیوالے کو دیتا تھا۔ اب وہ زمانہ بھولی ہوئی خواب ہے۔

میرے ڈبہ میں سے ایک صاحب سرخ ٹوپی پہنے داڑھی دار اور ظاہری صورت سے معقول انسان معلوم ہوتے تھے گاڑی سے اترے اور ایک ہندو پانی والے سے دونوں ہاتھ جوڑ کر پانی پیا۔ جب گاڑی میں آئے ہم صرف دو مسافر اس ڈبہ میں تھے۔ میں نے ان کو بدایوں کا پیڑا اور پان پیش کیا جب وہ پیڑا اور پان کھا چکے میں نے کہا جناب والا مجھے صدمہ ہوا کہ آپ ایک عزت دار مسلم ایک معمولی درجہ کے پانی پلانے والے کے آگے ہاتھ جوڑ کر پانی پئیں اور وہ دور سے پانی ڈالے تاکہ آپ کے منہ کی بھاپ اُس کے پانی پلانے

کے برتن کو نجس نہ کر دے۔ آپ کی اسلامی غیرت کو حرکت میں آنا چاہیے۔ کہنے لگے آپ کی بات بہت معقول ہے میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ سے کبھی ہندو سے پانی یا کھانے کی کوئی چیز نہ لوں گا۔ میں نے اس پر مسرت کا اظہار کیا پھر پوچھا آپ کا اسم مبارک کیا ہے۔ فرمایا پروفیسر ایم وائی کے تسلیم چشتی بی، اے ہے۔ میں نے کہا آپ کہاں جائیں گے اور کیا کام کرتے ہیں فرمایا میں انجمن اشاعت الاسلام کالج لاہور میں پرنسپل ہوں اور یہ کالج انجمن حمایت الاسلام نے جاری کیا۔ میں جبلپور کے جلسہ سیرت میں انگریزی میں تقریر کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ وہاں سے ان لوگوں نے ۵۰۰ روپیہ کرایہ بھی بھیجدیا ہے۔

اب میں متردد ہوا کہ اسی جلسہ میں میں بھی جا رہا ہوں اور یہ بھی خدا خیر کرے۔ یہ ایک کالج کے پرنسپل اور میں ایک تبلیغی کالج کا طالب العلم اللہ مدد کرنے والا ہے۔ میں نے پوچھا آپ کے یہاں کون کون سی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ انہوں نے ایک لانبی فہرست پیش کر کے کہا یہ کتابیں میں پڑھاتا ہوں اب انہوں نے مجھ سے دریافت کیا آپ کا اسم گرامی۔ میں نے جوابدیا محمد نثار علی حیدری۔ آپ کیا کام کرتے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا میں بھی جبلپور جا رہا ہوں۔ مجھے بھی انگریزی میں تقریر کرنے کی دعوت آئی تھی میں مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کا گریجویٹ ہوں۔

چشتی صاحب:۔ آپ کے یہاں کون کون سی کتابیں درس میں داخل ہیں میں نے جتنی کتابوں کے نام مجھے یاد آئے سب ہی تو بتا دیں اور کہا کہ اس کے علاوہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی جلدیں۔ پیپل آف آل نیشنز۔ ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ وغیرہ لازم المطالعہ ہیں۔

حیدری:۔ چشتی صاحب آپ نے مذہب شیعہ کا بھی مطالعہ کیا ہے کیونکہ اس مذہب کے مقابلہ کے واسطے بھی تو آپ کو اپنے طلباء کو تیار کرنا ہوگا۔

چشتی صاحب:۔ جی ہاں صحیح ہے لیکن ابھی میں نے اس مذہب کا مطالعہ نہیں کیا ہے اب انشاء اللہ کروں گا۔

حیدری:۔ اہلسنت والجماعت کے مذہب سے تو آپ ضرور اچھی طرح واقف ہوں گے۔

چشتی صاحب:۔ بیشک!

حیدری:۔ مسئلہ خلافت میں جناب کی کیا تحقیق ہے اور کیا عقیدہ ہے

چشتی صاحب:۔ حضرات خلفاء راشدین خلفاء برحق ہیں اور اس عقیدہ کے خلاف جو شخص دوسرا عقیدہ رکھتا ہو وہ ہمارے عقیدے میں کافر ہے

حیدری:۔ خلافت کے واسطے کوئی معیار مقرر ہے۔ خلیفہ...

Non-qualified ہو یا Qualified بلکہ

Disqualified چشتی صاحب ذرا مہربانی فرما کے خلیفہ کے صفات:

بیان فرمادیں پھر دیکھنا ہوگا کہ ان حضرات میں اُن صفات کا مالک کون کون ہے۔

چشتی صاحب:۔ ذرا تامل کے بعد آپ ہی بیان فرمادیں۔

حیدری:۔ کیا خوب عقیدہ آپ کا اور اُس کے وجوہ میں بیان کروں۔ لیکن آپ کی خاطر سے بتا تا ہوں سنئے اللہ تعالٰے کا ارشاد ہے۔ وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم (النور۔ ۵۵) اس مبارک آیت میں یہ اعلان فرمایا گیا ہے کہ خلیفہ اللہ تعالٰے مقرر کرے گا اور صرف مومن صالح کو اُن میں سے یہ عہدہ نصیب ہوگا۔ اب مومن صالح کون ہوسکتا ہے۔

چشتی صاحب:۔ حضرات صحابہ کرام سے بہتر کون مومن ہوسکتا ہے اور ان سے بہتر کس کا عمل ہوسکتا ہے۔

حیدری:۔ قرآن مجید میں مومن کی صفت اس طور پہ بیان کی گئی ہے۔ "انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون۔" (الحجرات۔ ۱۵) اس آیت میں اللہ تعالٰے نے صاف صاف فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالٰے پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور ایمان لا کر پھر شک نہ کرے اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ یہی لوگ صادق ہیں۔ قرآن مجید میں دوسرے موقعہ پر ارشاد ہوا ہے "یا ایھا الذین امنوا

"اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین" (التوبہ - ۱۲۰) سورۃ الحجرات ایام مکہ میں
نبوت کے چھٹے سال نازل ہوئی تھی اور سورۃ توبہ ہجرت کے دسویں سال نازل
ہوئی تھی۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ مومن کی علامت۔ ایمان لانے کے
بعد شک نہ کرنا۔ جان و مال سے جہاد کرنا بتایا گیا ہے۔ اور یہ علامت صدق قرار
دی گئی تھی۔ اب سورہ توبہ میں صادقین کو امام اور تمام دنیائے انسانیت کو یا
کم سے کم اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے والوں کو ان کی اطاعت اور پیروی کا
حکم دیا گیا ہے۔

بخشی صاحب: بیشک اس سے کون انکار کر سکتا ہے۔

حیدری:۔ جناب کو صادقین کی تعریف معلوم ہے؟ بخشی صاحب تھوڑے
تامل کے بعد کہنے لگے آپ ہی بیان فرمائیے۔ ماشاء اللہ آپ کو تو قرآن مجید
حفظ ہے۔

حیدری:۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ یاد کیجیے "لیس البر ان تولوا
وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم
الاخر والملئکۃ والکتاب والنبین۔ واتی المال علیٰ حبہ ذوی القربیٰ
والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب۔
واقام الصلوٰۃ واتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا
والصابرین فی الباساء والضراء وحین الباس اولئک الذین

صدقوا واولئک ھم المتقون "۔ اس آیت میں۔ جو شخص پانچ ذاتوں پر ایمان رکھتا ہو۔ چھ قسم کے لوگوں پر اپنی گاڑھی کمائی کو خوشنودی پروردگار عالم کے لئے خرچ کرے نماز پڑھے۔ زکوٰۃ دے۔ وعدہ وفائی کرے۔ مصیبت اور نقصان کے عالم میں صبر کرے اور میدان جنگ میں دشمنان خدا کے مقابلہ میں آکر عنان صبر ہاتھ سے نہ دے ثبات قدم دکھائے۔ ان صفات کے مالک صادق اور صاحب تقویٰ ہیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی کی تفسیر الدر المنثور تو آپ نے ضرور ملاحظہ کی ہوگی وہ اس آیت کی تفسیر میں یوں گہر افشاں ہیں۔

حین الباس ای حین الحرب وقع الاجماع بان علیا ادلی بالامامۃ لانہ لم یفر من زحف قط کما فر غیرہ . . . . . صبر حین الباس سے مراد میدان جنگ میں ثبات قدم دکھانا ہے۔ علمائے تفسیر و مورخین کا اجماع ہے کہ علی مرتضےٰ امامت کے سب سے زیادہ مستحق تھے کیوں کہ وہ کبھی کسی معرکہ میں بھاگے نہیں جیسا کہ ان کے غیر میدان چھوڑ چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام سے کبھی اس قسم کی لغزش نہیں ہوئی۔ تو اول تو قرآن مجید اس فرار کا پتہ دیتا ہے پھر تاریخ سے نام ان لوگوں کے معلوم ہوتے ہیں جو ثبات قدم نہ رکھتے تھے۔ ملاحظہ ہو۔ اذ تصعدون ولا تلوون علی احد والرسول یدعوکم فی اخراکم الآیہ (آل عمران ۱۴۹ - ۱۴۷) اس سورت مبارکہ میں تین آیات مسلسل بھاگنے والوں کی تصویر کشی کر رہی ہیں۔ کون بھاگا اور

کون ثابت قدم رہا۔ یہ علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب "مدارج النبوۃ" کی دوسری جلد سے ملاحظہ فرمائیں۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ "اشرار غلبہ کردند و اخیار ہمہ گریختند۔ و قضیہ یکبار منعکس گشت۔ اصحاب رسولؐ بر چہار قسم شدند۔ جمعے جنگ کردند و شہید شدند۔ رضی اللہ علیہم اجمعین۔ (اس میں تو حضرات خلفاء ثلاثہ نہیں آ سکتے کیوں کہ وہ تو بعد وفات رسول مقبولؐ زندہ رہے) و جمعے گریختند و در زوایا و شعاب جبل مختفی گشتند۔ (اس قسم والوں کا پتہ لگانے سے صادقین کی فہرست بن جائے گی)۔ و جمعے فرار کردند و منتشر قرار گرفتند (حضرت عثمانؓ ازاں جملہ بود دیکھئے غضب ہو گیا تخت خلافت کا ایک پایہ تو ٹوٹ گیا) و جمعے ثبات قدم نمودہ بر مرکز صدق و قرار قائم و دائم ماندند۔ اب آپ کا فرض ہے کہ ثابت قدم رہنے والوں کا پتہ لگائیں اور پھر صادقین کی پیروی کی کوشش کریں۔ حضرت رسولؐ در یک غار بیہوش بود۔ چوں بہوش آمد نظر کرد بر علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کہ بہ پہلوئے مبارکش ایستادہ است۔ پرسید یا علی چوں است کہ تو بہ یاران خود ملحق نہ گشتی۔ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ عرض کرد۔ "اکفر بعد الایمان ان لی بک اسوۃ۔ بایاران مفرور چہ کار دارم کہ در پے غنیمت رفتند و ہزیمت خوردند مرا با تو اقتدا است (دیکھئے ثابت قدم رہنے والا نظر آگیا) در آں حین جبرئیلؑ عرض کرد یا رسول اللہ این کمال مواسات است کہ علیؑ

پاتو می برد۔ فرمود انہ منی وانامنہ جبرئیل عرض کرد وانامنکما۔
چلیئے فیصلہ ہوگیا ایک ثابت قدم ثابت ہوا اور ایک اس کا عکس لیکن دوسرے
قسم کے پہاڑ پر چڑھنے والے اور غار میں پناہ لینے والوں کو تلاش کرنا بھی
ضروری ہے۔ ملا علی متقی کنز العمال میں تحریر فرماتے ہیں "ان من المنھزمین
عمر ومنہم ایضاً عثمان۔ لیجئے ایک اور صاحب میدان سے چلے جانے والے
مل گئے۔ اسی کتاب میں حضرت ام المومنین جناب عائشہ سے روایت ہے۔
"قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا قال ابی الصدیق انصرف الناس عن رسول اللہ
یوم احد فکنت اول من جاء" معظمہ فرماتی ہیں مجھ سے میرے پدر بزرگوار
نے فرمایا ہے کہ لوگ حضرت رسول خدا کو احد کے میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے
تھے لیکن واپس آنے والوں میں سب سے پہلا میں تھا۔ خوب ہوا ایک اور بزرگ
کا بھی پتہ چل گیا۔ اب خود حضرت عمر کی زبانی اسی کتاب جس میں "قال عمر
رضی اللہ عنہ فلما کان یوم احد ھزمناھم ففررت حتی صعدت
الجبل الخ۔ لیجئے خود حضرت کو اپنا پہاڑ پر چلا جانا تسلیم ہے۔ اب جو چاہیں آپ
ان حضرات کے متعلق فیصلہ کریں قرآن مجید کا حکم ہے صادق کی پیروی کی جائے
میدان جنگ میں ثبات قدم نہ دکھلانے والا غیر صادق ہے۔ اسی سلسلہ میں سورۃ
الانفال کی ۱۵-۱۶ ویں آیت ملاحظہ فرمالیجیے جس میں میدان جنگ سے منہ
پھیرنے والے کے لئے سخت وعید ہے۔ "فقد باء بغضب من اللہ

ومأوٰہ جہنم وبئس المصیر" (الانفال ۱۶) لیکن انصاف کے خلاف ہوگا۔

اگر میں یہ نہ کہوں کہ غزوہ احد کا فرار پہلا قصور تھا اسلئے اللہ تعالٰے نے معاف کر دیا۔ پھر ہم کو مواخذہ کرنے کی کیا ضرورت ہے لیکن اس غزوہ کے بعد ایک اور آیت چند سال کے بعد نظر آتی ہے "ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا۔ قل لن ینفعکم الفرار ان فررتم من الموت او القتل واذا لا تمتعون الا قلیلا" (الاحزاب ۱۶-۱۵) اس آیت نے بھاگنے والوں کو سخت تنبیہ کی اور فرمایا کہ تم نے تو عہد کیا تھا کہ اب آئندہ نہ بھاگو گے۔ یاد رکھو موت یا قتل سے تم کو بھاگنا بچا نہیں سکتا۔ اور تم کو زندگی سے زیادہ پھل نہیں مل سکے گا موت ضرور آکر رہے گی اور اگر قتل ہونا مقدر میں ہے تو گھر بیٹھے قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یہ آیت ۵ھ میں نازل ہوئی تھی۔ بعد غزوہ احزاب کے۔ اب غزوہ حنین میں بھاگنے والے پھر بھاگے اور جناب رسولخدا نے ان کو اصحاب بیعت رضوان کہہ کر پکارا ہے۔ اس غزوہ میں کم سے کم ۴ آدمی باقی رہے۔ اور سات یا زیادہ سے زیادہ ۱۴ باقی رہے۔ جن میں مہاجرین میں خلفاء راشدین میں سے صرف حضرت علی مرتضٰیؑ نظر آتے ہیں۔ اب فرمائیے کیا رائے ہے۔

تاریخ وحدیث وقرآن مجید کے ان حوالجات کے بعد جو سب کے ذہن

صاحب کے پیش نظر تھے۔ اُن کو کوئی گنجائش چون و چرا کی باقی نہ رہی۔ آدمی تھے بہت سلجھے ہوئے اور ضدی نہ تھے اِس لیئے وہ مجھے لپٹ گئے اور کہنے لگے آپ نے میری آنکھوں پر سے پردے ہٹا دیئے اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔

اِس عرصہ میں الہ آباد کا اسٹیشن آگیا اور میں پروفیسر صاحب کو محترمی سید حیدر مہدی صاحب مرحوم کے مکان پر لے گیا اور اُن سے سارا واقعہ بیان کیا پروفیسر صاحب نے میرے بیان کی تصدیق کی۔ اور فوراً سید صاحب ہم لوگوں کے ساتھ اسٹیشن آئے۔ ہوٹل سے کھانا منگوا کر ہم لوگوں کو کھلایا۔ اور بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ چند گھنٹے انتظار کے بعد ہم لوگ روانہ ہوئے۔ میرا ٹکٹ سیکنڈ کلاس کا تھا اور پروفیسر صاحب انٹر کلاس میں سوار ہوئے۔ صبح کو جبلپور پہونچے۔ ہم نے تار دیا تھا کہ ہم دوشنبہ کے دن پہونچیں گے اور آج یکشنبہ تھا کوئی اسٹیشن پر لینے کیوں آتا۔ پروفیسر صاحب نے کوئی خط یا تار بھی نہیں بھیجا تھا۔ میں اِس غلط فہمی میں الجھا کہ تار کے بعد کوئی لینے نہیں آیا ایسے لوگوں سے یہاں مجھے نہ جانا چاہئے۔ اور ارادہ مصمم کر لیا کہ ۲ بجے دن کے ڈاک بمبئی جاتی ہے میں وہاں چلا جاؤں گا کیونکہ بمبئی عشرہ محرم کے واسطے جانا تھا۔ پروفیسر صاحب کو ناشتہ کرایا سامان میرے ہمراہ کافی تھا اب وہ بھی شہر کو جانے کو تیار نہ تھے اور کہتے تھے کہ مجھے اپنے ہمراہ لے چلئے۔ میں نے کہا آپ کو

کرایہ بھیجدیا گیا ہے آپ کا انتظار ہوگا۔ آپ ضرور جائیں۔ بارش بشدت تھی۔ گیارہ بارہ بجے کے قریب۔ کچھ مطلع صاف ہوا ایک قلی نے شہر میں جاکر اطلاع کی اور دو تین صاحب موٹر لے کر آئے ہم لوگ شہر میں گئے ایک متبذل مکان میں جس میں پرانی چال کے چھوٹے چھوٹے سے حجرے تھے ہم لوگ اتارے گئے پروفیسر صاحب کے گرد لوگوں کا ہجوم تھا اور ہم ایک چھوٹی سی کوٹھری میں تنہا بیٹھے تھے۔ میں نے کہا! دس ہے میں نے تار دیا تھا اور آپ لوگوں نے توجہ نہ کی، تار لایا گیا۔ لکھا تھا دوشنبہ کو پہونچوں گا۔ انہوں نے کہا آپ یکشنبہ کو آ گئے ہیں۔ مجھے شرمندگی ہوئی اب میرے پاس ایک صاحب آئے اور اپنی انجمن کی بے مائیگی اور سرمایہ کی کمی کا اظہار کیا۔ دوسرے صاحب نے آکر اسی مطلب کو دہرایا۔ تیسرے صاحب نے آکر اسی قسم کی گفتگو کی۔ ہم نے اپنی جیب سے دو سو روپیہ کے نوٹ نکال کر پیش کئے اور کہا یہ رقم میری طرف سے آپ انجمن کے سرمایہ میں جمع کر دیں مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ کی انجمن ایسی نادار اور مفلس ہے۔ وہ لوگ گھبرائے کیوں کہ ان کی نظر میں یہ پہلا اور آخری شخص تھا جو کسی انجمن کے سرمایہ میں اضافہ کرنے کے لئے اپنی جیب سے دو سو روپیہ دینے کو تیار ہو۔ وہ آپس میں صلاح و مشورہ کر کے معافی کے خواستگار ہوئے اور رقم مجھ سے نہ لی۔ جلسہ کے لئے پروفیسر صاحب نے اپنا مضمون لکھنا شروع کیا۔ جلسہ ۳ بجے ہونے والا تھا۔ پروفیسر صاحب برابر

لکھے جارہے ہیں۔ جلسہ گاہ میں تمام لوگ جمع ہو گئے خان بہادر سید ذاکر حسین صاحب ڈپٹی کمشنر (مرحوم) صدر جلسہ تھے۔ شہر کے مسلم عیسائی ہندو اعلےٰ تعلیم یافتہ حضرات جمع تھے۔ آدمی پر آدمی آرہا ہے لیکن یہاں تیاری نہیں ہو سکی بالآخر ان لوگوں نے کہا کہ یہ لکھنؤ والے صاحب جو آئے ہیں ان سے تقریر کرادی جائے پھر اتنے عرصہ میں پروفیسر صاحب تیار ہو جائیں گے۔ مجھ سے خواہش کی گئی اور مجھے جانے پر کیا عذر تھا گیا اور اسلام پر ایک ایسی تقریر کی کہ سارا جلسہ محو تھا۔ اور چاروں طرف سے چیرز ہو رہے تھے۔ اب پروفیسر صاحب آئے اور اپنا کاغذ جو پنسل سے لکھا ہوا تھا پڑھنے لگے۔ لیکن نہایت آہستہ اور غالباً سارا مجمع نہیں سن سکتا تھا۔ اس زمانہ میں لاؤڈ اسپیکر کا رواج نہ ہوا تھا۔ دوران تقریر میں پروفیسر صاحب نے کہیں حضور انور کو بے پڑھا لکھا...... کہدیا۔ ان کے بیان کے بعد صدر صاحب کھڑے ہوئے اور صرف اسی لفظ پر دو گھنٹے کامل تقریر کی اور ہر ۵ منٹ کے بعد فرماتے تھے۔ کیا حضور نے قرآن پڑھا تھے..... رات کے آٹھ بج گئے نماز مغرب کا وقت ختم ہو گیا۔ صدر صاحب کا جوشیلی تقریر پڑھ رہا تھا۔ اور انہوں نے پروفیسر صاحب کی تقریر کے پرزے کر ڈالے۔ بالآخر ان کو ایک پرچہ لکھ کر دیا گیا کہ مولانا نقار علی صاحب حیدری کی تقریر ہم دس بجے چاہتے ہیں۔ اور موصوف بمبئی ایک بجے شب کی گاڑی سے چلے جائیں گے وقت بہت کم ہے

الحاج جناب چوہدری فرمان علی صاحب

سکریٹری انجمن اثنا عشریہ کوئٹہ (ص ۰ ۲۳۰)

فخر الحاج جناب سیٹھ حاجی غلام حسین وادا جی مرحوم بمبئی

(ص ۲۴۳)

۳۵

یہ دیکھ کر صدر صاحب نے فرمایا۔ حضرات مولانا لقا علی صاحب حیدری کی تقریر کا سارا مجمع مشتاق ہے۔ اس لئے آپ دس بجے تشریف لے آئیں تاکہ مولانا صاحب اطمینان سے بیان کر سکیں۔ اس عرصے میں آپ لوگ کھانے اور نماز سے فارغ ہوئیں۔ مجمع گیا اور دس بجے کے بجائے ساڑھے نو بجے ہال بھر گیا۔ اور باہر لان پر بھی مجمع تھا۔ ہماری اس انگریزی تقریر کا اثر بہت اچھا ہوا تھا۔ ۱۲ بجے تک ہم نے تقریر کی۔ درود کے نعروں سے ہال گونجتا تھا۔ ختم جلسہ کے بعد جناب صدر نے فرمایا کہ ہمارے معزز مہمان ایک بجے کی گاڑی سے بمبئی جانے والے ہیں میں چاہتا ہوں کہ سارا مجمع ان کو خدا حافظ کہنے اسٹیشن تک چلے اسٹیشن بالکل قریب تھا اور سارا مجمع "مولانا حیدری زندہ باد" کے نعرے لگاتا ہوا اسٹیشن پہونچا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب بھی ان حضرات کے ہمراہ اسٹیشن تک پیدل آئے۔ گاڑی آئی اور ہم کو سب نے نعرہ ہائے تکبیر اور مولانا حیدری زندہ باد کے نعروں سے رخصت کیا۔ بمبئی کو ہم نے تار دے دیا تھا اور دوسرے دن صبح کو جب گاڑی بمبئی پہونچی تو اسٹیشن پر لینے والے حضرات موجود تھے۔ ہم سیٹھ حاجی غلام حسین لواجی صاحب مرحوم کے مکان پر ٹھہرے۔ محفل حیدری اور بعض دوسرے مقامات پر تقریریں ہوئیں۔

پروفیسر سلیم جبلپور سے لکھنؤ مدرسۃ الواعظین گئے۔ میں جبلپور سے بمبئی اور بمبئی سے حیدرآباد پہونچا۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل خطوط قابل دید ہیں

اقتباس خط جناب مرزا عابد حسین خاں صاحب دام عزہ و علاوہ سابق جنرل سکریٹری مدرسۃ الواعظین ۔ مورخہ ۲۹ جولائی ۳۲ء

پروفیسر سلیم صاحب کا کارڈ آیا ہے جو ارسال خدمت ہے ۔ اُن کا تو کچھ عجیب معاملہ نظر آیا ان سے مجھ سے دور روز تک گفتگو رہی ہر اختلافی مسئلہ کو موصوف نے تسلیم کر لیا حتےٰ کہ تقیہ اور تبرا کو بھی موصوف نے تسلیم کر لیا ۔ سیاسی اقتدار حاصل نہ ہونے کی حالت میں شیعوں کے وجود کے لئے تقیہ ضروری تھا اور تقیہ کی حالت میں آئندہ نسلوں کو شیعیت پر قائم رکھنے کے لئے تبرا بھی ضروری تھا ورنہ اولاد سُنیوں میں جذب ہو جاتی ۔ البتہ تقیہ ختم ہونے پر تبرے کی ضرورت نہیں رہی اب تبرا ایک سیاسی حق بن گیا ہے ۔ جس سے فساد برپا ہوتا ہے میں نے صرف اتنا ہی کہا تھا کہ فوراً موصوف نے تسلیم کر لیا کہ بالکل ٹھیک ہے ۔ الغرض چلتے وقت اپنے شیعہ ہونے کا اظہار بھی کر گئے اور آپ کے تو نہایت مداح تھے ۔ ان کی یہ خواہش ہے کہ اس قسم کا لٹریچر اور حوالہ جات ان کو بتلائے جائیں جس کے ذریعہ سے ان کو دوسروں سے گفتگو کرنے میں آسانی ہو ۔..

(۲) اقتباس تحریر مولوی سید اکبر حسین صاحب جوائنٹ سکریٹری مدرسۃ الواعظین مورخہ ۲۸ جولائی ۳۲ء

پروفیسر سلیم صاحب کا خط ملا ۔ موصوف نے اپنی آمد کی اطلاع

مدرسہ کو دی تھی اور ایک ہفتہ کے قریب مدرسہ میں مقیم رہے) نہایت اچھے آدمی ہیں۔ نہایت قابل لائق اور نہایت مفید اور بکار آمد۔ مدرسہ کو اب ایسے اطوار و کردار اور ایسے قابل شخصوں کی ضرورت ہے۔ ہاں نبے ہے مانگی۔

آپ نے جو ہدایات پروفیسر صاحب کو حاصل ہوئے اور ایمانی جلا ہوئی جس نے اُن کو تیرگی سے نکال کر نورانیت و معرفت حقیقی کا جلوہ دکھایا اُس کے موصوف معترف اور نہایت مداح تھے۔ ایسا ایک اور دوسرے دس ہزار کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ جو کسر موصوف میں باقی تھی بلکہ جو داغ بیل جناب نے ڈال کر عمارت بنانا شروع کر دی تھی اُس کا تکملہ جناب مولوی مرزا عابد حسین خان صاحب نے کر دیا۔ اس معرکہ میں مرزا صاحب نے آپ کی قیادت میں رہ کر اس جنگ کو سر کیا۔ اور پروفیسر یہ اعتراف کر کے گئے کہ اب میں شیعیت کا عامل ہوں اور سنیت کا تارک۔ ہزاروں دعائیں۔ اور ہزاروں مبارک بادیں پروفیسر صاحب کے حالات اُن کا تبدیل مذہب کرنا احباب سے ذکر کیا گیا۔ نہایت خوش ہیں اور آپ کو دعائیں دیتے ہیں۔ آپ کے جانے کے بعد آپ کے مواعظ کا یہ اثر ہوا کہ اہل شہر آپ کے گرویدہ ہو گئے اور نہایت متاثر ہوتے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اب جب آپ آئیں گے تو آپ کو یہاں بھی بقول آپ کے مرنے کی فرصت (خدانخواستہ) نہ ملے گی۔

حیدرآباد سے مکان آیا اور سفر ایران کی تیاری کی۔ میں نے مدرسۃ الواعظین

سے طے کر لیا تھا کہ اگر تبلیغی نقطۂ نظر سے میرا سفر کامیاب رہا ہے تو مجھے مصارف سفر اُس رقم میں سے دیئے جائیں جو میں دو سال قبل زنجون سے حضرت اسی کام کے واسطے لایا تھا۔ اور جو مدرسہ کے فنڈ میں جمع ہیں۔ جناب قبلہ وکعبہ متولی مدرسہ نے منظور کیا۔ اور میں مع اپنی اہلیہ مرحومہ۔ دو بچیاں اور اپنے برادر نسبتی سید ذریر حسین رضوی کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ جناب قبلہ وکعبہ نے دو خط تعارفی مشہد مقدس کے واسطے دیئے تھے جو درج ذیل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حضرت اجل افخم الرکن الاعظم جناب حاج حسین آقائی ملک نے ادشوکتہ ودوام حشمتہ بعد تقدیم سلام با احترام عرض می شود۔ اولاً از تفضل جناب احدیت دبرکات ظہور حضرت حجت توقع دارم کہ وجود مسعود محمود از جمیع عاہات و آلام محفوظ ومصون ومحروس ومامون خواہد بود۔ ثانیاً فاضل نبیل جناب مولانا محمد لقار علی صاحب حیدری کہ یکے از مبشرین مدرسۃ الواعظین کہ در تبشیر وتبلیغ ید طولے دارند د خدمات اسلامیہ باحسن وجوہ بجا آوردہ اند وکارہائے نمایاں کہ در تبلیغ کردہ اند مشہور ومعروف اند فعلاً بقصد زیارت آستانہ مقدسہ رضویہ عازم سفر شدہ اند بعد حصول شرف زیارت ملاقات جناب عالی حاصل خواہند نمود امید دارم کہ مشمول مراحم عالیہ و مورد توجہات سامیہ خواہند گردید و حضرتعالی از انچہ ممکن باشد دریغ نفرمائید و تسہیل امور ایشان دریغ نفرمائید و توقع دارم

کہ حالات تفصیلیہ مدرسۃ الواعظین از زبان ایشان استماع فرمودہ بذل مرحمت فرمودہ خواہد شد والسلام خیر ختام۔ (دستخط)

نجم الحسن عفی عنہ بقلمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت اجل انجم الرکن الاعظم جناب سرکار امیر شوکتہ الملک زاد اجلالہ واقبالہ

بعد تقدیم سلام با احترام عرض می شود۔ اولاً از تفضل جناب احدیت و برکات ظہور حضرت حجۃ عج توقع دارم کہ وجود مسعود محمود از جمیع عاہات وآلام محفوظ ومصئون ومحروس زمامون خواہد بود ثانیاً فاضل نبیل جناب مولانا محمد نثار علی حیدری زاد فضلہ کہ یکے از مبشرین مدرسۃ الواعظین کہ در تبلیغ وتبشیر ید طولے دارند وخدمات اسلامیہ باحسن وجوہ بجا آوردہ اند وکارہائے نمایاں کہ در تبلیغ کردہ اند مشہور ومعروف اند فعلاً بقصد زیارت آستانہ مقدسہ رضویہ عازم سفر شدہ اند بعد حصول شرف زیارت شرف ملاقات جناب عالی حاصل خواہند فرمود امیدوارم کہ مشمول مراحم عالیہ ومورد توجہات والطاف سامیہ خواہند گردید۔ واز حضرت عالی آنچہ ممکن باشد در تائید وتسہیل امور ایشان دریغ نفرمائید وتوقع دارم کہ حالات تفصیلیہ مدرسۃ الواعظین از زبان ایشان استماع فرمودہ بذل مرحمت فرمودہ خواہد شد والسلام خیر ختام۔

(دستخط) نجم الحسن عفی عنہ بقلمہ

پاسپورٹ میرے پاس موجود تھا۔ قبلہ و کعبہ نے کوئی رقم بطور زادِ راہ پیشگی مرحمت نہ فرمائی۔ یہ طے کر لیا تھا کہ اگر کسی مقام پر روپیہ کی ضرورت ہوئی تو مجھے جلد سے جلد بھیج دیا جائے گا۔ افسوس کہ ایسا ہو سکا۔ شدید ضرورت کے وقت بھی کوئی رقم مجھے نہ بھیجی گئی۔ جبلپور سے پروفیسر صاحب لکھنؤ گئے اور کچھ دن کے بعد میرے مکان پر بدایوں آئے ایک دن قیام کیا۔ بریلی میں سید مظہر علی صاحب مرحوم کے یہاں ایک مجلس تھی مجھے لینے کے لئے آئے تھے۔ میں پروفیسر صاحب کو ہمراہ لے کر گیا۔ پہلے ان کے مکان پر جو پرانے شہر میں واقع تھا گیا۔ ان کے والد سے ملاقات کی ان کی والدہ اور بہنیں دروازہ کے قریب آ کر کھڑی ہوئیں اور میرا بجد شکریہ ادا کیا کہ میں نے ان کے لڑکے کے ساتھ جبلپور کے سفر میں ہمدردی کی۔ پروفیسر صاحب نے اپنے گھر والوں کو محب اہلبیت بنانے کے لئے اسلامی تاریخ سے اہلبیت کے فضائل سنانا شروع کر دیئے تھے ابھی خود ان کو رونے اور وجود حضرت حجۃ علیہ السلام میں تردد تھا۔ میرے ساتھ مجلس میں گئے۔ دو گھنٹہ کے قریب میں نے بیان کیا۔ پروفیسر صاحب کو یقین تھا کہ شیعہ حضرات آنکھوں میں پیاز لگا کر آنسو نکالتے ہیں۔ میں نے پہلے بجد حضرت حجۃ علیہ السلام کو مسلمات اہل سنت سے ثابت کیا پھر فلسفہ بکا پر تقریر کی مصائب جناب سید الشہدا علیہ السلام کچھ اس طرح بیان کئے

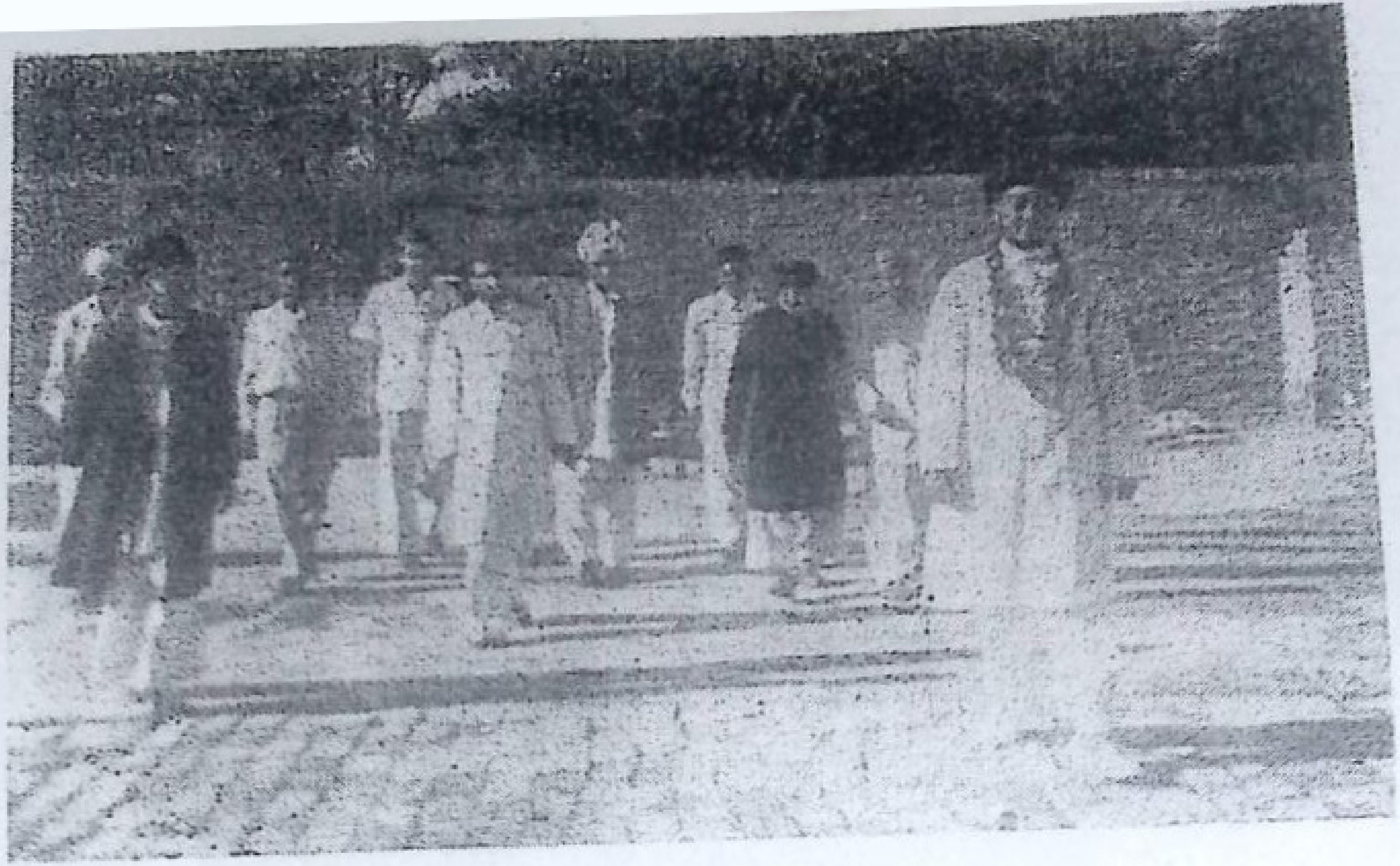

گروپ اراکین ینگ مسلم شیعہ ایسوسی ایشن کوئٹہ
زوار خانہ انجمن میں عالی جناب مخدوم سید راجو شاہ صاحب گردیزی
سجادہ نشین بارگاہ ملتان ہمراہ اراکین ایسوسی ایشن تشریف لا رہے ہیں
(ص ۔ ۳۹۳)

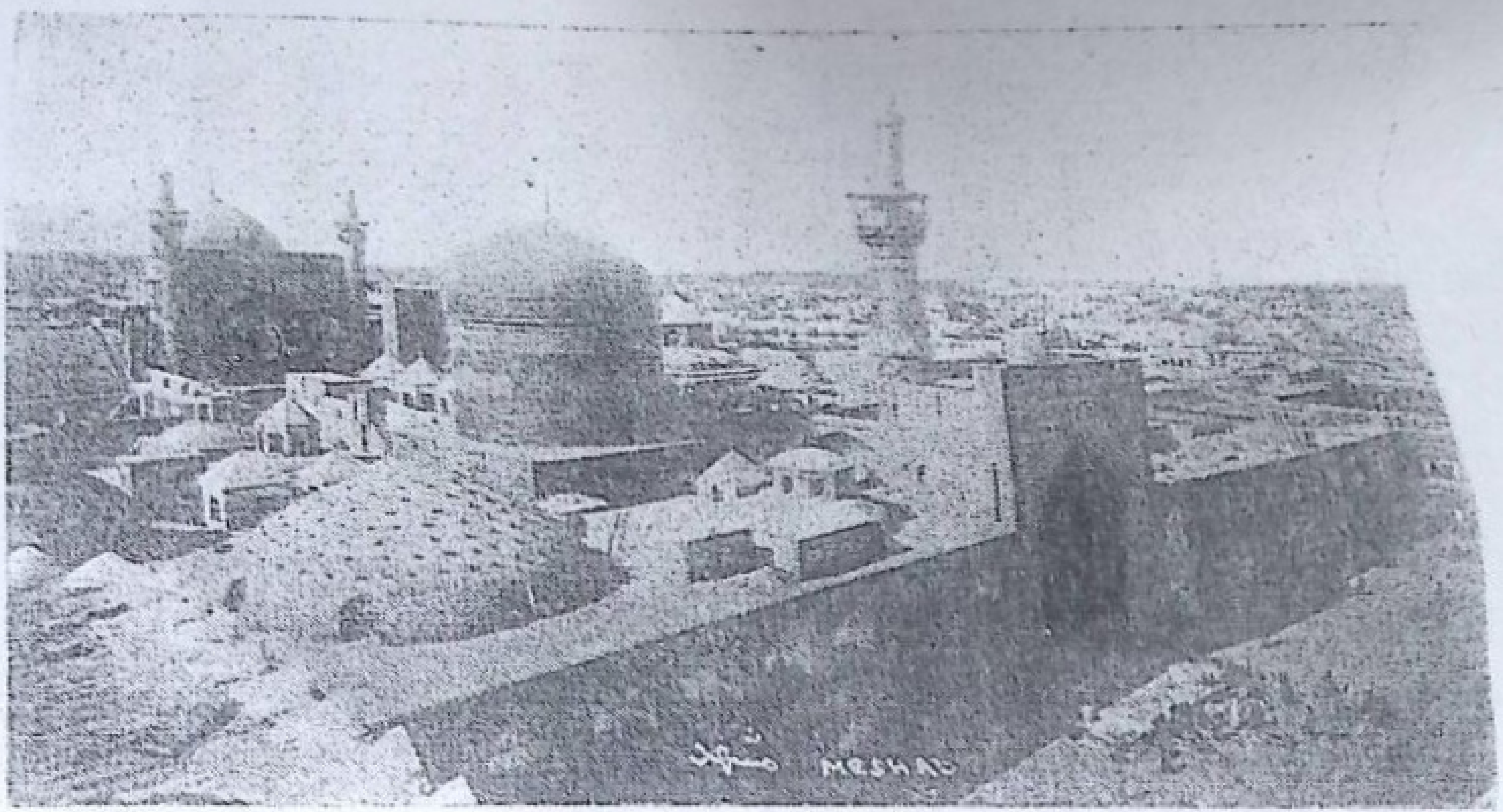

مزار مقدس حضرت ثامن الائمة علیهم السلام مشهد مقدس ایران

(ص - ۲۳۷)

۳۸

گئے کہ سامعین پر جو اثر ہونا چاہیے تھا وہ ہوا بے حد گریہ ہوا لیکن پروفیسر صاحب کی یہ کیفیت تھی کہ وہ خودداری نہ کر سکے اور چیخیں مار مار کر روتے تھے۔ زمین پر پچھاڑیں کھاتے تھے۔ دیوار سے سر ٹکراتے تھے اور قطعی بدحواس تھے۔ بدقت ان کو امام باڑہ سے میرے قیام گاہ تک لایا گیا۔ کھانے کو دیر ہو گئی تھی لایا گیا سب نے کھانا کھایا لیکن پروفیسر صاحب نے کھانا ہرگز نہ کھایا بلکہ بشدت گریہ و بکا کرتے رہے۔ دن گزرا رات کو بھی کھانا نہ کھایا نہ گھر گئے۔ وہیں میرے پاس رہے۔ رات کو اُٹھ اُٹھ بیٹھتے تھے اور چیخیں مار مار کر روتے تھے۔ دوسری صبح کو ان کو تسلی دے کر ان کے مکان پہونچایا۔ میں بدایوں آیا اور کچھ دن قیام کر کے سامان سفر تیار کیا۔ پروفیسر صاحب کا خط لاہور سے آیا کہ وہ اپنی جگہ پہونچ گئے روانگی سے قبل میں نے پروفیسر ایم ڈائی کے سلیم چشتی بی اے۔ پرنسپل اشاعت الاسلام کالج لاہور کو اطلاع دی لاہور جس وقت پہونچا موصوف اسٹیشن پر موجود تھے اور جس وقت تک میں کوئٹہ والی گاڑی میں سوار نہ ہوا موصوف موجود رہے اور بچوں کے واسطے میوہ خشک اور تازہ پھل برابر لاتے رہے چند گھنٹہ اسٹیشن پر ہم لوگوں کا قیام رہا۔ گاڑی آئی اور ہماری جماعت کوئٹہ جانے والی گاڑی میں سوار ہوئی اور چشتی صاحب خدا حافظ کہہ کر واپس گئے۔ جس وقت کوئٹہ پہونچے اسٹیشن پر لوگ استقبال کے لئے موجود

تھے۔ ہم زائرین کے مسافر خانہ میں آتارے گئے۔ اور فوراً ہی ایک لیکچر کا ٹاؤن ہال میں اعلان کیا گیا۔ زاہدان جانے والی گاڑی نے چند دن کی مہلت تھی اس عرصہ میں چند تقریریں کیں جو آج بھی ان لوگوں کو یاد ہیں جو اس زمانہ میں موجود تھے۔ چودہری فرمان علی صاحب۔ سید محمد علی شاہ صاحب کاظمی اور دوسرے حضرات نے بے حد خلوص اور محبت کا برتاؤ کیا اور ہم مقامی قانون کی پابندی کرتے ہوئے زاہدان روانہ ہوئے وہاں سے مختلف مقامات پر ٹھہرتے ہوئے مشہد مقدس پہونچے۔ (الحمدللہ) شیخ غلام حسین نجفی خادم کے مکان پر قیام کیا۔ آقائے منصور التولیہ کے فرزند آئے اور انہوں نے کہا آپ کا اس جگہ قیام مناسب نہیں ہے۔ علمائے اعلام آپ کی ملاقات کے واسطے آنا چاہتے ہیں لیکن وہ حضرات خادموں کے مکان پر نہیں آتے ہیں۔ فوراً میں نے سو تومان ماہانہ کرایہ پر ایک مکان لے لیا جس میں متعدد کمرے تھے۔ ضروری سامان بھی فراہم کر لیا۔ حضرات علمائے اعلام نے روزانہ تشریف لا کر میری عزت افزائی فرمائی۔ آقای صدر۔ آقا زادہ کوچک۔ آقای اسداللہی وکیل عدلیہ۔ آقای مولوی شیخ نبی بخش صاحب ہندی۔ اور دوسرے حضرات متعدد بار تشریف لائے۔ آقای محمود جم گورنر خراسان سے ملاقات کی اور ان سے خواہش کی کہ کسی جلسہ وعظ کی اجازت دیں اور خود تشریف لائیں انہوں نے بخوشی منظور کیا لیکن مجھ سے فرمایا کہ

میں سرہنگ نظمیہ (انسپکٹر جنرل پولیس) سے ملاقات کر کے جلسہ کا بندوبست کرادوں۔ میں سرہنگ نظمیہ سے ان کے دفتر میں ملا۔ کہنے لگے آپ جو کچھ بیان کریں وہ لکھ کر دیدیں پھر میں بندوبست کردوں گا۔ میں نے کہا میں لکھ کر کچھ نہ دوں گا اگر آپ اجازت نہ دینا چاہیں جانے دیں مجھے کچھ اصرار نہیں ہے۔ کہنے لگے آپ کیا بیان کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا میری تقریر صرف اس موضوع پر ہوگی کہ رعیت اور روائی کے تعلقات خوشگوار ہوں اور لوگ ایک اسلامی سلطنت میں امن اور چین کی زندگی بسر کریں۔ کہنے لگے آپ شوق سے تقریر کریں ہم سب انتظام کردیں گے۔ وکیل عدلیہ آقای اسداللہ۔ اسدالٰہی اور حضرات علماء اعلام کی طرف سے جلسہ وعظ کا اشتہار چھاپ کر تقسیم کیا گیا۔ ایک کاپی میرے پاس موجود تھی لیکن مظفر نگر کے ایک جلسہ میں ایک سینیٹری انسپکٹر دوسروں کو دکھانے کے واسطے لے گئے تھے پھر واپس نہ لائے خداوند عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ افصح الواعظین تہران جس منبر پر دس شب برابر بہترین کامیاب مجالس پڑھ چکے تھے گیارہویں شب اس منبر پر مجھے موقعہ ملا۔ یہ میری پہلی تقریر زبان فارسی میں تھی جو مشہد مقدس میں دس ہزار اشخاص کے مجمع میں (جس میں تمام علماء اعلام مقیم مشہد مقدس کے علاوہ خود گورنر خراسان۔ سرہنگ نظمیہ وکیل عدلیہ متولی آستانہ قدس اور دیگر حکام موجود تھے) کی گئی۔ اس تقریر کا کیا اثر ہوا بہ ذیل کی تحریرات

سے ظاہر ہو گا۔ ان تحریرات کا خلاصہ درج کرنے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ پر یہ ذکر کر دیا جائے کہ میرے بیان سے قبل دس رات مسلسل مجلس عزا ہوئی تھی اور ایرانی مستورات صحن مقدس رضویہ میں ہزاروں کی تعداد میں ہر شب مجلس میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ چونکہ میری تقریر کا اعلان علمائے اعلام و نیز ارکان حکومت کی جانب سے کافی ہوا تھا۔ اس لئے میری مجلس میں معمول سے زیادہ عورتوں کا اجتماع تھا۔ میں نے ایک گھنٹہ تقریر کی اور مدرسۃ الواعظین کا تعارف نہایت اچھے عنوان سے کیا۔ یہاں کا قاعدہ ہے کہ ایک گھنٹہ سے زیادہ کوئی مقرر بیان نہیں کرتا۔ جب مجھے بیان کرتے ہوئے ایک گھنٹہ ہوا میں نے گورنر صاحب کو مخاطب کر کے معذرت چاہی اور کہا کہ میں شرمندہ ہوں کہ آپ کا قیمتی وقت میں نے اپنے کج مج بیان کے سننے میں صرف کرا دیا اب تقریر ختم کرتا ہوں۔ فوراً گورنر صاحب کے سکریٹری کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "حضرت اشرف چاہتے ہیں کہ ابھی اپنا بیان اور جاری رکھیں بیحد دلچسپ ہے۔" میں نے شکریہ ادا کر کے تقریر جاری رکھی اور موقع پا کر مصائب کا ذکر کرنا چاہا۔ یہ ملحوظ رہے کہ اس منبر پر افصح الواعظین تہران نے دس مجلسیں نہایت کامیاب پڑھی ہیں اور ہر مجلس میں بے حد گریہ ہوا کرتا تھا۔ اب اگر میں کوئی مصیبت بیان کرتا تو وہ اتنی موثر نہ ہوتی اس لئے میں نے کہا " خواہران محترم۔ برادران عزیز میں اس وقت اپنے آقا حضرت امام حسین

کی معرفی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ کہوں وہ حسینؑ جو اللہ والے تھے اور اس کے محبوب کے محبوب تھے۔ نہیں یہ نہ کہوں گا۔ یہ کہوں وہ حسینؑ جن کی گہوارہ جنبانی حضرت جبرئیل امین کیا کرتے تھے۔ نہیں۔ یہ کہوں وہ حسینؑ جو حضرت محمد مصطفیؐ کے لاڈلے حضرت علیؑ مرتضیٰ کے نور نظر، حضرت صدیقہ طاہرہ کے لخت جگر اور حضرت حسن مجتبیٰؑ کے قوت بازو تھے۔ نہیں۔ آپ حضرات ذرا دل کو مضبوط تھام کر سنیں میں اپنے آقا امام حسینؑ کی معرفی کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تقریر فارسی میں ہو رہی تھی لیکن ہم نے عام فہم بنانے کے لئے اُردو میں لکھا ہے۔ اب مجمع کو سنیں بر آواز سے میں نے کہا" می خواہم حسینؑ خود را معرفی بنمایم کدام حسینؑ حسینؑ زینبؑ" اتنا کہنا تھا کہ مجمع میں شور گریہ و بکا اس قدر بلند ہوا کہ چاروں طرف سے صدائے واحسیناہ، وامظلوماہ آرہی تھی۔ اب میں نے کہا" کدام زینبؑ۔ سربرہنہ زینبؑ۔ برادر مردہ زینبؑ آں زینبؑ کہ عصر عاشورا از خیمہ بیروں آمدہ بہ آواز حزیں می گفت "یا ابن سعد اتنظر وا خی ابو عبداللہ قتل عطشانا" میں دعا پر ختم کر کے اتر آیا اور دیر تک شور گریہ بلند رہا۔ مولانا سید خورشید حسن صاحب قبلہ دام ظلہ واعظ مدرسۃ الواعظین اس وقت اندر حرم میں تھے۔ باہر نکلنے کی کوشش کرنے میں ناکام رہے مجمع مصافحہ کرنے کے لئے ٹوٹا پڑتا تھا۔ اس مجلس کے بعد دنوں تک یہ کیفیت رہی کہ جب میں کسی جگہ جاتا راہ میں کوئی برقعہ پوش بی بی ملتی وہ دامن پکڑ

کر کھتی "آغاز تحریک منبر میر دی۔ سے مشرف می فرمائی" حضرات علمار اعلام نے مبارکباد دی افصح الواعظین نے پوچھا ہندوستان میں ایسے خوش بیان اور بھی ہیں میں نے کہا جناب مجھ سے بہتر ہزاروں ہیں میں تو ادنےٰ درجہ کا طالب العلم ہوں۔

نقل تحریر آقایان محترم آقای صدر آقازادہ بزرگ آقا زادہ کوچک (مشہد مقدس) موسومہ حضرت نجم العلما متولی مدرستہ الواعظین لکھنو۔

۶ شہر جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ

بعرض میرساند۔ انشاء اللہ تعالےٰ بتوجہات حضرت ولی عصر ارواحنا لہ الفدا وجود محترم قرین افاضت و اعتدال ملازم بانصرت و اقبال خواہد بود۔ تلو التصدیع مید ہد دریں موسسۂ اسلامیہ کہ بتائیدات الٰہیہ موفق بتاسیس آں شدہ اید و بنام نامی و اسم گرامی مدرستہ الواعظین تنبید ارکانہا موسوم گردیدہ۔ بزرگتر خدمتے است بہ عالم اسلام نمودہ و مسلمین را از آقامی و اوانی رہین منت خود فرمودہ آید۔ جزاکم اللہ عن الاسلام اوفے الجزاء و اعز نصرکم علے الملحدین والاعداء۔ چگونہ میتوان از تعظیم ایں موسسہ دینیہ و تکریم ایں بزرگ اساس خودداری نمود و حال آنکہ مثل جناب مستطاب بلاغت قباب المبلغ الشامخ والبازغ المتمادح فخر المسلمین مروج الملۃ والدین آقا مولوی نقار علی صاحب حیدری ادمیت

افاضات و افضالہ العالی را تربیت نمودہ و بہ عالم دیانت بخشش کردہ با
جناب شان بہ تکرار ملاقات شد۔ بہرہ ہا بردیم۔ الحق دانشمندی است
با اخلاق حمیدہ و ارجمندی است با اوصاف پسندیدہ۔ بخواہش مومنین و
اخیار در صحن مقدس امام ہمام ثامن الائمۃ الحجج علیہم الصلوۃ والسلام۔ بمنبر
تشریف بردہ و خاص و عام را از بیانات فائقہ و مطالب رائقہ فیض یاب
و کامیاب۔ ارجو من اللہ العزیز ان یکثر امثالہ فی المسلمین و ان یوفقکم و
ایانا لتحصیل مرضاتہ و نصرۃ الدین۔ در خاتمہ پیوستہ انتظار بشارت استقامت
وجود محترم را داریم۔ زیادہ زحمت است۔ ایام سعادت مستدام والسلام
علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ (دستخط) صدر الدین الموسوی (مہر شریف)

(دستخط) الاحقر احمد الخراسانی　　(دستخط) محمد الخراسانی

(مہر شریف)　　(مہر شریف)

انسپکٹر جنرل پولیس مشہد نے میرے روانہ ہونے سے قبل ذیل کی تحریر
مجھے مرحمت کی۔ نقل تحریر سرہنگ نظمیہ۔ وزارت داخلہ۔ (نشان شیر و خورشید)
تشکیلات کل نظمیہ مملکتی۔ ناحیہ مشرق۔ نظمیہ مشہد۔

مامورین نظمیہ عرض راہ طہران۔

آقای نقار علی حیدری کہ از علمای محترم ہندوستان ہستند بہ طہران عزیمت
می نمایند در مواقع راجع بہ نظمیہ بہ ایشان مساعدت نمائید۔ (دستخط)

مهر شریف

آستان قدس

تاریخ ۱۷/۷/۱۱ نمبر ۲۱۵۴

محضر حضرت مستطاب حجة الاسلام قبلة الافاضل آقای سید نجم الحسن دامت برکاته

باتقدیم ادعیه وافره ومراتب اخلاص و ارادت صمیمانه مصدع خاطر محترم می گردد مرقومه محترمه مبنی بر معرفی حضرت آقای مولوی نقار علی حیدری دامت افاضاته زیب وصول داد وخیلی متشکرم ازاینکه وسیله آشنائی این بنده با معزی الیه شده اید وخیلی خوشوقتم که از محضر ایشان در مدت اقامت مشهد مکرراً استفاضه نمودم واز افاضات منبر ایشان نیز بهره مند شدم. درخاتمه با مسئلت ادامه سلامتی وسعادت وجود محترم امیدوارم حضرت مستطاب عالی نیز توفیق تشرف باستان قدس امام همام علیه السلام حاصل فرموده واز فیوضات محضر محترم خود مارا مستفیض ومستفید فرمائید. (دستخط متولی باشی مشهد مقدس)

مهر شریف

آستان قدس

تاریخ ۱۷/ ماه ۱۳۱۱ھ نمبر ۴۴۷

نظر باینکه جناب مستطاب عمدة الافاضل دانشمند محترم آقای مولوی

لقارعلی حیدری آرزومند تشرف بخدمت گزاری آستان قدس ـ بوده و مراتب شایستگی و لیاقت معزی الیه نیز مشهور است از تاریخ اول مهرماه ۱۳۱۱ بخدمت جلیل خادمی افتخاری آستان قدس در کشیک پنجم منصوب و باین منصب نبیل مباهی و مفتخر می گردند ـ

(دستخط) نیابت تولیت جلیله عظمی

(مهر شریف)

نمره ۲۸۴ مهر شریف

نمره پرسنل آستان قدس

نمره محاسبات ۹۲۴

اداره محاسبات آستان قدس تصدیق می نماید که جناب مستطاب عمدة الافاضل دانشمند محترم آقای مولوی لقارعلی حیدری مطابق نظامنامه اساسی آستان قدس که موشح بدستخط همایونی می باشد بخدمت جلیل خادمی افتخاری در کشیک پنجم از تاریخ اول مهرماه ۱۳۱۱ معین و دارای مزایای خدمت مزبوره مطابق نظامنامه خواهند بود ـ

(دستخط) رئیس محاسبات آستان قدس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشرف عرض حضور عالی میرساند پیوسته از درگاه حضرت خالق متعال مسئلت

وتقیهات آن یگانه سلطان رئوف عادل دامت سطوته را خواستارم و چنانچه آینده
بر سبیل تعطف مستفسر حال این ضعیف باشند بحمدالله و المنه حیات عادیه
و سلامتی ظاهریه برقرار و بوظیفه ارادت و خلوص صمیمیه قلبیه آن ذات
خسرو عالی را نصب العین قرار داده و آنی از ادعیه صالحه خیریه
و زیارات خالصه مخصوصه در این آستانه سنیه سامیه فراموششان ننموده و
نخواهم نمود باری اگرچه قبلاً به پیشگاه انور عرضه داشته ولی فعلاً
نظر باقتضای رقت و لیاقت موضوع مقدس تجدید میشود از آنجائیکه
خالصاً و مخلصاً قصد تعالی این محیط مقدس لاسیما جامعه اسلامی است
لذا بایستی تجلیل این آب و خاک و مروجین شریعت مطهره را تایید و
تشیید و تشویق نمود جناب افصح المتکلمین و فخر المتکلمین آقای مولانا لقاء علی
حیدری دام فضله که از جمله روشنان و ناجی احقر و مدبرین و تایان مبلغین
[illegible] الواعظین لکنهو است بارض اقدس مشرف مجلسی متشکل از کلیه
حجج و [illegible] محترم دوائر حوزه علمیه و از آقایان معظم تقاضای مسعود منبر را
نموده تشریف بردند و حقیقتاً از مواعظ شافیه همگی را بهره مند ساختند
از آن در بارود لاتیم ارض مقدس عالی مستدعی چنانچه برای تشویق
مشارالیه امر فرموده که از ارکان ملت توجه نمایند و هر آینه تعطف فرموده
مقرر فرمایند مجلسی هم در مرکز برای ایشان تشکیل شود زیاده وقت و مجال

وصلہا موجب تواغب و تمکانت محمد ابن ملت الواعظین و مضافاً موجب توجہ

مسلمانان حضرت دستان خواهد بود منافع آن فوق ما یتصور است چنانچہ

موفقیت با دیدار آستان شریف حضور حاصل گشت شفاهاً عرض خواهم نمود از باب

زن کرشمہ الله و رسول گمان ندارم فردی از افراد دو سادہ غیرہم در قیمت

حفظ حدود اسلام و تمسک باین وطن عزیز نظیر احقر باشند اگرچہ این عرض

بمذاق بسیاری از آقایان خوش آیند نیست ولے مولای من حقایق

را باید اظهار نمود و بہر حال بادہ جہالت است از دیار شوکت و عظمت آن

تا ئد مزید توفیقات حضرت حجۃ الاسلام را از درگاه خداوند علام خواهانم

والسلام علیکم و رحمۃ الله و برکاتہ و تحیات حررہ الاحقر مہدی الحسینی الفیروزآبادی

النجفی عفی عنہ   مہر شریف

مشہد مقدس میں ایک ماہ کے قریب قیام کر کے تہران کے واسطے روانہ ہوا۔ اس ایک ماہ کے قیام میں حضرات علماء اعلام نے متعدد بار عزت افزائی فرمائی اور چند بار دعوت طعام فرمائی۔ میں بھی برابر بازدید کے لئے جاتا رہا۔ گورنر صاحب خراسان۔ آقای صدر۔ آقای اسداللہی وکیل عدلیہ نے تہران کو خطوط بذریعہ ڈاک بھیجے اور مجھے بھی تعارفی خطوط دیئے ان تمام مکاتیب میں سب سے زیادہ اہم خط آقای فیروز آبادی کا ہے جو سرکار اعلیحضرت رضا شاہ پہلوی کے نام تھا۔ اور موصوف نے اعلیحضرت

سے خواہش کی تھی کہ میری تقریر مرکز میں حسب الحکم اعلیحضرت کرائی جائے۔ افسوس ہے کہ سرکار اعلیحضرت سے ملاقات کا موقع نصیب نہ ہو سکا۔ ورنہ مدرسۃ الواعظین کو بڑی سے بڑی مدد مل جاتی۔ آقای وزیر دربار پہلوی نے ایک تحریر مرحمت فرمائی تھی جو حسب ذیل ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ تہران میں میری تقریروں کا کیا اثر ہوا۔ اور کس نظر سے دیکھا گیا۔ تہران میں بھی تقریباً ۵ ہفتہ قیام رہا۔ اس عرصہ میں ۲۰ تقریریں مرکز میں ہوئیں جو یادگار ہیں۔ ان کے متعلق حضرات علماء اعلام اور خود نمایندگان حکومت پہلوی کی تحریریں قابل ملاحظہ ہیں۔ ریاست وزراء کی طرف سے تمام حکام کو ٹیلیفون کے ذریعہ سے میرے آنے کی اطلاع دی گئی تھی۔ تہران میں آقای عادل خلعت بری کے مکان پر آقای بروجردی ایک فلسفی سے مسئلہ حجاب پر بحث ہوئی۔ مجمع مختصر تھا لیکن سب منتخب حضرات تھے اور آقای شیخ الملک شہزادہ افسر نے اعلان کر دیا کہ مولوی نثار علی نے آقای بروجردی کو آپنے دلائل سے ساکت کر دیا۔ آقای مرزا محمود خراسانی سے ۸ روز تک مسئلہ نبوت پر روزانہ ایک دو گھنٹہ گفتگو رہی اور موصوف کی تحریر سے پتہ چلے گا کہ کیا اثر ہوا۔ جو آئندہ درج کی جائے گی۔ آقائے شریعت سنگلجی نے ایک دار التبلیغ تہران میں قائم کیا تھا۔ اس کی مجالس ہر ہفتہ ہوا کرتی تھیں۔ دو تین جلسوں میں میں نے بھی تبلیغی تقریریں کیں جس کا اثر آقائے موصوف

حضرت اشرف شیخ‌الملک آقای شاهزاده
شیخ‌الرئیس میرزا محمد هاشم‌آفسر اعلی‌الله مقامه
نائب رئیس مجلس شورای ملی تهران

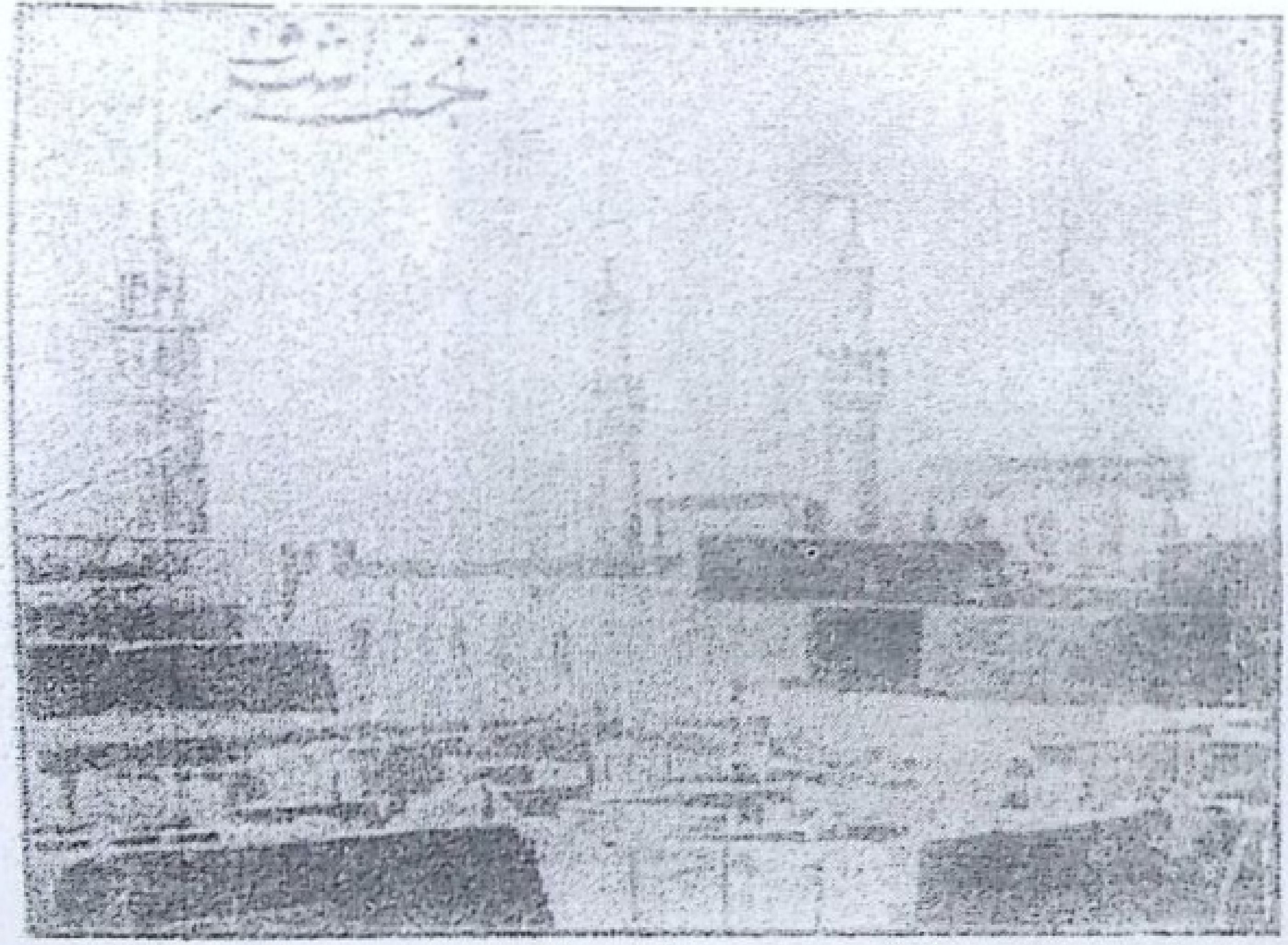

روضهٔ مبارک حضرت ابوالائمه امیرالمؤمنین امام المتقین
علی ابن ابی طالب علیه‌السلام نجف اشرف (ص - ۲۶۵) ۳۹

معین الزائرین محسن ملت الحاج سیٹھ
قاسم علی حبٹها بھائی اعلی اللہ مقامه
بصره ۔ عراق

(ص ۔ ۲۶۹)

۴

کی تحریر مندرجہ سے ظاہر ہوگا یہ تحریر بھی آئندہ درج ہوگی۔ آقای شہزادہ افسر آقای ملک خلاقی اور بعض دوسرے احباب کے ہمراہ ایک جمعہ کو قریب عصر شہزادہ عبدالعظیم کے مزار پر حاضر ہوا۔ یہاں ہر جمعہ کو تہران سے زائرین بکثرت آتے تھے اور بعض اوقات صحن مقدس میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہیں رہتی تھی۔ جب ہماری پارٹی پہونچی صحن مقدس بھرا ہوا تھا۔ ہم ایک مخصوص جگہ لے جا کر بٹھائے گئے اور میں نے آقای شہزادہ افسر سے درخواست کی کہ مجھے تقریر کا موقعہ دیا جائے۔ چنانچہ ڈائس پر جس قدر حضرات موجود تھے سب نے بخوشی منظور کر لیا۔ مجمع کا یہ عالم تھا کہ سیکڑوں آدمی آتے جاتے تھے۔ اس مجمع میں تقریر محال معلوم ہوتی تھی۔ میں نے کھڑے ہو کر حاضرین سے درخواست کی کہ اگر میرا بیان سننا چاہتے ہیں تو مہربانی کر کے بیٹھ جائیں۔ سارا مجمع ایک دم زمین پر بیٹھ گیا کوئی فرش نہ تھا میں نے آدھا گھنٹہ تقریر کی۔ مجمع میں کامل سکوت تھا پھر چند جملے مصائب کے بیان کئے جس پر مجمع منقلب ہو گیا صدائے گریہ بلند ہوئی۔ ڈائس پر ایک بڑے واعظ بیٹھے تھے فرمانے لگے "آقای ملتا علی آواز شما بیش از آواز من مثل آواز گنجشک است۔ متحیرم چہ طور ایں تمام غفیر را برائے نیم ساعت ساکت نمودی؟" میں نے عرض کیا۔ "آقای محترم ایں از من نیست۔ ایں از توجہ صاحب مزار و حضرات معصومین علیہم السلام است"۔ تہران میں مسجد سلطانی میں تقریر کے بعد مجھے آقای صدر الشریعۃ مجتہد اعظم تہران

کی خدمت میں لایا گیا۔ میرے ہمراہ میری بی بی مرحومہ دو بچیاں خورد سال، اور ایک برادر نسبتی تھے۔ اس مجمع کے ساتھ نکلنا محال تھا۔ حکومت نے یہ انتظام کیا تھا کہ مسجد سے آقای صدر الشریعۃ کے مکان تک دو رویہ فوجی جوان سنگینیں لئے ہوئے کھڑے تھے۔ اس فوجی دستہ کے درمیان سے ہم لوگ بہ آسانی گزر گئے۔ مجمع کا یہ حال تھا کہ دست بوسی کے اشتیاق میں ایک دوسرے پر گر رہا تھا۔ جب میں آقای موصوف کی خدمت میں پہونچا تمام علماء کا مجمع تھا۔ میرے بیان کی بے حد تعریف کی گئی اور ایک کشتی میں ایک قیمتی خلعت جس میں ایک نائنی عبا بھی تھی مجھے پیش کیا گیا۔ یہ خلعت حکومت کی طرف سے عطا ہوا تھا کیوں کہ مسجد سلطانی اور آقای موصوف کے واسطے حکومت کی جانب سے ایک بڑی رقم ماہانہ آتی ہے۔ آقای ظہیر الاسلام نے بھی ایک دن دعوت کی اور ایک بہترین عبا مجھے نذر کی۔ ان کے صاحبزادے وجود باریتعالیٰ کے منکر تھے اور تحصیل علم کے لئے فرانس جانے والے تھے مجھے آقا ظہیر الاسلام نے یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ میں جب ان کے مکان پر پہونچا وہ کسی ضرورت سے شہر گئے اور ان کے آنے تک میں نے ان کے صاحبزادے کو وجود باریتعالیٰ کا قائل بنا دیا۔ آقای ظہیر الاسلام کی مسرت کی حد نہ رہی تھی جب انہوں نے اپنے فرزند سے یہ خوشخبری سنی۔ مجھے دوبارہ عبا بھی نذر کیا۔ موصوف کے خط کی نقل درج ذیل ہے۔

چہارشنبہ ۲۵ جمادی الثانیہ ۱۳۵۱ھ

خدمت مروج شریعت غرای اسلام دعلین طریقہ حقہ بقیار مبلغ حقائق اسلام

حضرت مولی لقا علی دامت برکاتہ

دریں چند روز توقف دارالخلافہ طہران کہ موفق بزیارت آں وجود مبارک مستفیض از وجود نطق در محضر ادبی در مسجد سلطانی گردیدم از خداوند تعالیٰ و توجہ صاحب شریعت ذات مقدس احمدی ارواح العالمین لہ الفداء تائید و توفیق آن وجود محترم را خواستگار بودہ و ہستم۔

(دستخط) جواد الحسنی الحسینی المدعو بظہیر الاسلام

طہران شریعہ

تہران سے قم جانے کا قصد کیا تو یہاں بعض حضرات علماء اعلام کو خطوط بھجوا دیئے تھے۔ میرے پاس روانہ ہونے سے چند دن قبل ۵ تاجر ملک تہران کے ایک وفد آیا اور خواہش کی کہ ایک ایک دن ان کا مہمان رہوں میں نے معذوری ظاہر کی اور کہا کہ وقت بالکل نہیں ہے آپ حضرات دل آزردہ نہ ہوں سب مل کر ایک عصرانہ ترتیب دیں اور سب کو ثواب حاصل ہوگا۔ یہ بات منظور کی گئی اور ایک بڑی شاندار الوداعی پارٹی کا بندوبست کیا گیا۔ اس میں بعض تقریریں بھی ہوئیں جن میں میرا ذکر تھا اور آقائے سید ابوالقاسم طباطبائی مجتہد اعظم تہران نے ایک قصیدہ میری مدح میں پڑھا جو درج ذیل ہے

بعض تحائف پیش کیے ـــــ آقای رہنما مدیر "ایران" نے ایک روز علمار اعلام کو دعوت دی اور اعلان کیا کہ مولانا نقار علی حیدری کو الوداعی دعوت دی جارہی ہے۔ تمام مشاہیر علمار شریک دعوت تھے۔ آقای رہنما تہران کے روزنامہ "ایران" کے مدیر اور مالک ہیں ایک بڑا مشین پریس ہے۔ اور اس وقت اخبار کی اشاعت ۱۰،۰۰۰ روزانہ تھی۔ دو خط موصوف نے نجف اشرف اور کربلائے معلے کے واسطے مجھے دیے، اور حضرات علمار سے خواہش کی کہ مجھے تقریر کا موقع دیں۔ آقای رہنما نے مجھ سے خواہش کی کہ دوبارہ جب میں ایران آؤں تو ان کا مہمان رہوں۔ ایک تہران کی صنعت کا بہترین نمونہ پچہ کاری کے کام کی کوئی شے نواب سالار جنگ بہادر کے واسطے مجھے دی اور خواہش کی کہ میں ان کو پہنچا دوں۔ اور ایک اسی نمونہ کی مجھے مرحمت فرمائی نواب سالار جنگ بہادر مرحوم نے اس شے کو بے حد عزت کی نگاہ سے دیکھا اور اس کی تعریف کی۔ میں تو کچھ بھی نہ سمجھا اور غالباً میرے یہاں وہ تلف بھی ہو گئی۔ کربلائے معلے اور نجف اشرف میں خطوط دیے۔ ان کی نقل درج ذیل ہے۔ آقای سید ابوالقاسم طباطبائی کا قصیدہ بھی درج ذیل ہے اس سے اندازہ ہو سکے گا کہ عوام اور خواص پر تہران میں میری تقریروں کا کیا اثر ہوا تھا اس قصیدہ کے علاوہ مولانا نجم الحسن صاحب کے نام چند تحریریں بھیجی گئیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے جس سے ثابت ہوگا کہ مدیر "الواعظین" کے اعلان و

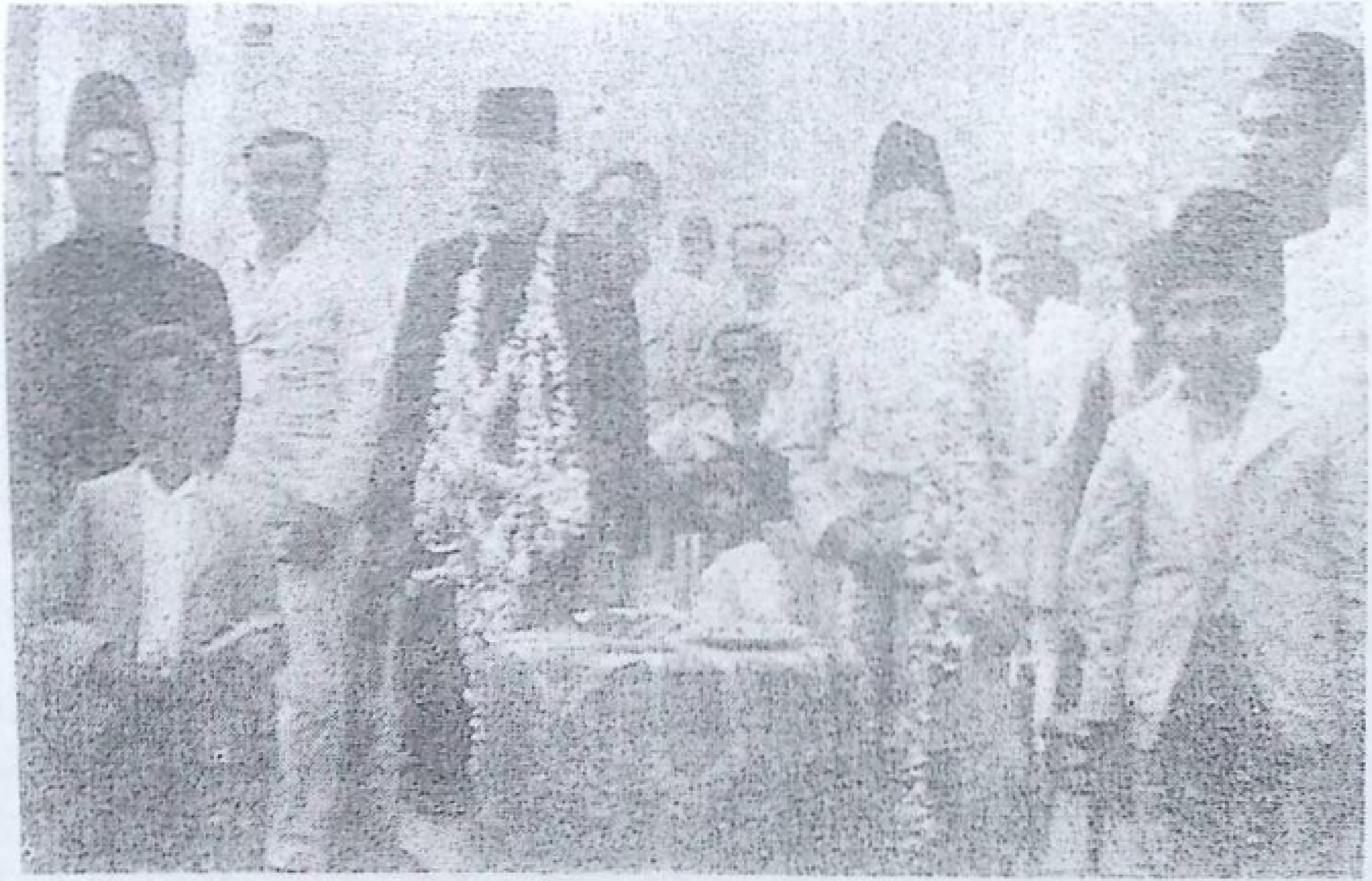

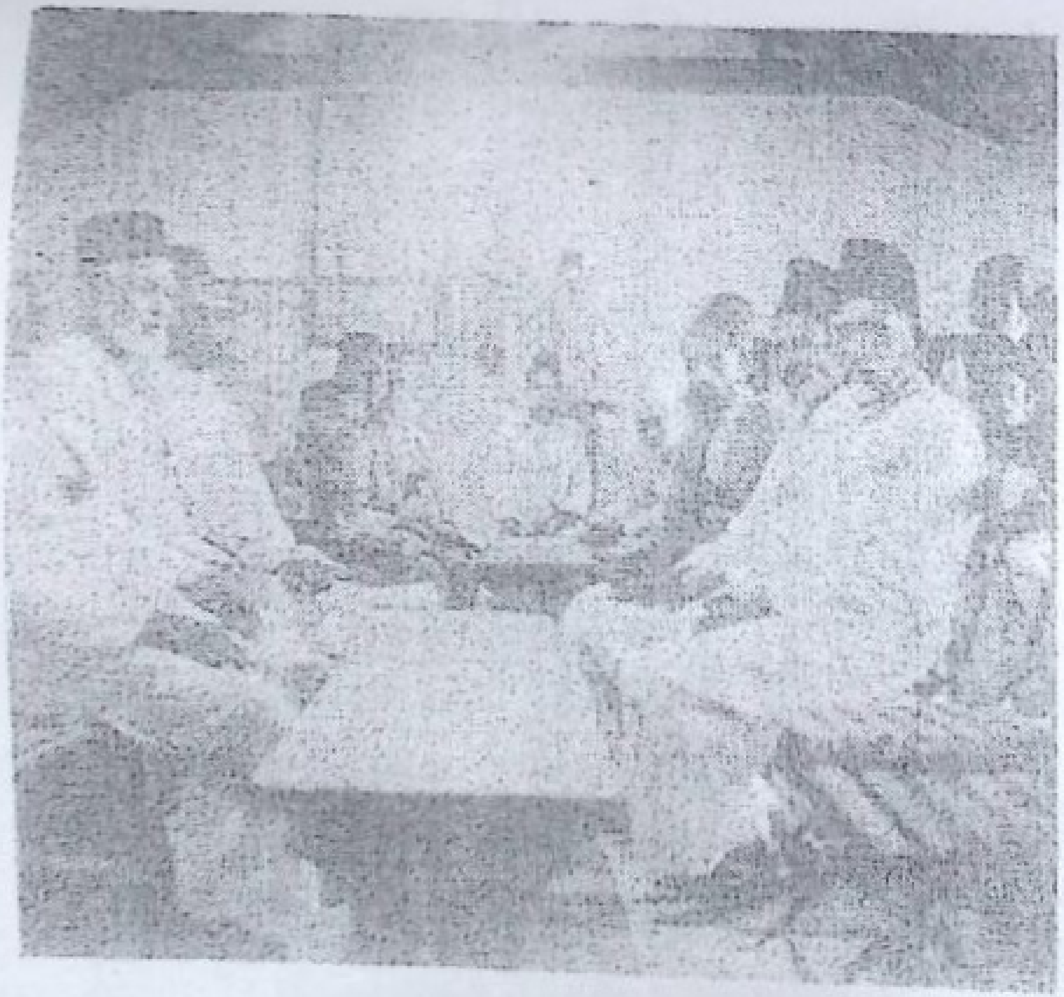

[illegible]

[illegible]

اشتہاد میں اس ناچیز نے کیا کوشش کی اور اس کا اثر خواص اور عوام پر تہران میں کیا ہوا۔

قصیدہ

گر برزی شکر فروشی از ہند شکر آورد ۔ ای ہندی از کان شکر لب عقد گوہر آورد
مولی القاسم راستین کز تحفۂ نطق آتشین ۔ بر جان ہر نمرود دین صد شعلۂ آذر آورد
زین پس گرار دکاروان از ہند امیناں ارمغان ۔ خوشتر کہ صد بار گران از مشک اذفر آورد
آئین پاک جعفری از او ستاند برتری ۔ کز گفت ہندی یادری چون نی ز جعفر آورد
رخشندہ مساعی ورا باشد ز شکوہ دلا ۔ کز تابش نور ہدی بر جان کافر آورد
ہرگہ بکرسی بر شود یا خاطب منبر شود ۔ باطل از و ابتر شود حق را مصور آورد
حق را ز حق عنوان کند برہانش از قرآن کند ۔ چون تکیہ بر تبیان کند حقش مظفر آورد
راہ سعادت رایگان بکشاید بر اہل آن ۔ ہر دشمن گر از نطق و بیان چون پور آذر آورد
از نخوت بنیاد او وز گفتہ شیوای او ۔ در ہر سر سودای او فکر منور آورد
چون لب بدعوت وا کند یا خطبہ انشا کند ۔ الحادیان رسوا کند حجت ز داور آورد
چون حق بود منظور او ناحق ہمی مقہور او ۔ حق یار او در زنور او بر فرق افسر آورد

باپاس احترام مقدم محترم جناب مولے القاسم علی از طرف این ناچیز با اینکہ فن شاعری ندارم بعنوان یادگار تقدیم شد۔

(دستخط) ابو القاسم الطباطبائی

(مجتہد العصر تہران)

تهران ۔ بنجف اشرف خدمت جناب مستطاب حجۃ الاسلام آقای آقا
میرزا مہدی آیۃ اللہ خراسانی

روزنامہ یومیہ "ایران" تاریخ ۱۱/۸/۸

قربانت شوم

امیدوارم وجود محترم عالی را کسالتی نباشد۔ در این موقع کہ جناب آقای مولانا لقار علی حیدری بعزم زیارت عازم عتبات عالیات ہستند لازم دانستم ایشان را حضور محترم معرفی نمودہ مراتب فضل و کمال معنوی و خدمات دینی کہ بجامعہ مسلمین می نمایند عرض دارم۔ در تہران کنفرانسہائے مہمے دادہ و مردم از بیانات ایشان استفادہ کردہ اند امیدوارم در مدت اقامت عتبات مورد انواع مراحم عالی شوند۔ آقای آقا محمد رضا را بندہ مخلصم۔ رہنما

تہران۔ روزنامہ یومیہ "ایران" تاریخ ۱۱/۸/۸

قربانت شوم۔ دستخط عالی را زیارت کردم۔ از سلامتی وجود محترم نہایت خوشوقتی حاصل گردید۔ راجع بقونسول کربلا دستور دادم شرحے در روزنامہ بنویسند۔ جناب آقای مولانا لقار علی حیدری کہ از مبلغین مہم اسلامی شخصی بافضل و دانشمندی ہستند و از حیثیت اخلاق واقعاً امتیاز مخصوص دارند عازم عتبات عالیات می باشند امیدوارم مظہر لطف و محبت عالی قرار گیرند در این ایام توقف با ایشان خوش بگذرد۔ نور جہان

دستخوش شد۔ قربانت شوم رہنما

بحضور مبارک بشرف عرض میرساند۔

امیدوارم پیوستہ بہ ترویج شریعت غرا مستعد و موفق بودہ و در راہ عظمت اسلام ابقدا کاری مشغول و موجب سرافرازی مسلمین را فراہم فرمائید دانشمند محترم آقای مولوی لقار علی صاحب حیدری از راہ زاہدان بخراسان آمدہ و خطابہ مہمی در مشہد با حضور دہ ہزار نفر ایراد نمودہ بزرگان علماء خراسان بہ بندہ نوشتند کہ در ترویج ایشان بکوشم کہ در انجمن ادبی ایران ہم خطابہ ایراد فرمایند۔ این بندہ ہم بقدر مقدور سعی بلیغ نمودم کہ خطابہ ہائے در انجمن و مسجد شاہ و زیارتگاہ مقدسہ ایراد کردند ہر یک بنوبہ خود کمال تاثیر را در نفوس نمود و موجب توجہ اولیائے معظم دولت شاہنشاہی واقع گردید علمائے روحانی و سائر طبقات نہایت خوشوقتی حاصل نمودند مخصوصاً ازاینکہ باکلاہ پہلوی بہ منبر می رفتند بیشتر طرف توجہ گردید۔ و حضور مبارک حضرت مستطاب اشرف آقائے وزیر دربار و حضرت اشرف آقای رئیس الوزرا مشرف شدند کہ شرح آنرا خودشان خواہند گفت۔ چون اعلیحضرت اقدس شہریاری ارواحنا فداہ در شرف حرکت بطرف جنوب بودند وقت پیدا نہ شد کہ مشرف شوند۔ حضرت اشرف آقای وزیر معارف ہم از طرف ہیئت معظم دولت از ایشان بازدید نمودند مترصدم کہ در قم ملاقات ہمدان۔

کرمان شاہان خطابہ ایراد نمایند۔ دستخط از شیخ الرئیس نمایندہ مجلس شورائے ملی (شاہزادہ محمد ہاشم افسر)

انجمن ادب ایران۔

خدمت ذی افاضت حضرت مستطاب حجۃ الاسلام والمسلمین مروج شریعت سید المرسلین نجم الملۃ والدین آقا سید نجم الحسن دامت برکاتہ۔

آقای مولوی لقا علی صاحب حیدری در انجمن ادبی ایران با حضور عدہ کثیرے از علماء و اعیان و اشراف وارد با خطابہ در موضوع اینکہ مذہب اسلام مذہب انسانیت است ایراد نمودند کہ موجب توجہ عموم شدہ و در سرفرازی و امتنان علاقہ مندان بدیانت واقع گردید۔ این است کہ اعضاء محترم انجمن ادبی ایران بحضرت عالی عرض تشکر داشتہ و خدمت اولیاء محترم مدرسۃ الواعظین عرض ارادت میرسانند۔ (دستخط) رئیس انجمن ادبی ایران شیخ الرئیس شاہزادہ محمد ہاشم افسر

آقائے مرزا محمود المعروف بہ آقائے خراسانی نے ایک اہم صفحہ کا خط سرکار نجم العلماء کو تحریر کیا جس میں موصوف نے حرکت و سکون پر فاضلانہ بحث کرتے ہوئے دین و دیانت کے لئے بھی حرکت و سکون کا تذکرہ کیا۔ اس تحریر میں موصوف نے لکھا تھا کہ دین میں اگر حرکت نہ ہو تو سکون ہوگا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ بے دینی کا زور ہوگا۔ اور حرکت بغیر محرک کے نہیں ہوتی۔ دین میں حرکت پیدا کرنے والے واعظین اور مبلغین ہوتے ہیں۔ مدرسۃ الواعظین کا خیر مقدم کرتے

ہوئے لکھا ہے کہ اس مدرسہ مبارکہ کے وجود میں آنے سے یہ امید ہوگئی تھی کہ انشاء اللہ تعالے دین اسلام میں زبردست حرکت پیدا ہوگی اور موصوف اپنے اطمینان قلب کے واسطے یہ آیت پڑھا کرتے تھے "والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم وانہاراً وسبلاً لعلکم تھتدون وعلامات وبالنجم ھم یھتدون" (النحل ۱۵) اور اس خیال سے خوش تھے نجم دین کے طالع ہونے سے دنیائے تیرہ مسلمین روشن ہوگی۔ فرماتے ہیں "اکنون کہ فاضل محترم آنش منہ معظم۔ مبلغ دیانت۔ مروج احکام شریعت۔ مربی کامل۔ مہذب ہادی واصل حضرت مولوی لقا علی صاحب ادام اللہ ایام افاضاتہ الشریفہ از قدوم شریف مسلمین این حدود را سرافراز بہ بیانات شیرین شین مقاصد پاک و اقدامات تابناک آں وجود محترم را در تاسیس مدرسۃ الواعظین تشریح فرمودند بہ علاوہ یغنی العیان من البیان وجود محترم ایشان کہ خود بہترین نمونہ آں مدرسہ مبارکہ است زیارت وملاقات شد و بیش از پیش امیدواری حاصل شدہ"

تہران۔ مدیر عالی سپہ سالار "مرزا محمود آقای خراسانی مدرس مدرسہ عالی روحانی"

آقائے ملک خلاقی جو تہران کے سب سے بڑے خطیب زبردست عالم تھے، موصوف نے ایک ہم صفحے کا ٹائپ شدہ پیام برادران اسلام ہندوستان کے نام بھیجا تھا جس کا عنوان تھا "پیام بہ برادران اسلامی ہندوستان" اس پیام میں موصوف نے کلام پر بحث کی ہے اور اپنے علم وفضل وکمال کا مظاہرہ

فرمایا ہے کلام پر بحث کرتے ہوئے تبلیغ مذہب کو لازمی بتاتے ہوئے برادران اسلامی ہندوستان کو مبارکباد دیتے ہیں کہ انہوں نے مدرسۃ الواعظین کے قیام سے دنیا میں اسلام کا پرچم لہرانے کا تہیہ کیا ہے۔ امید ظاہر کی ہے کہ اعلیٰحضرت شاہنشاہ ایران کی توجہ خاص سے انشاء اللہ مستقبل قریب میں وہ خود ایک ایسا ادارہ قائم کریں گے۔ خاتمہ پر تحریر ہے۔ "در خاتمہ از حضرت آقائے مولانا القار علی صاحب حیدری دام بقاہ ہمان یگانہ مبلغ کہ مایۂ افتخار تمام مبلغین است باکمال صمیمیت تشکر کردہ واز بارگاہ قدس ربوبی موفقیت او را خواہانیم۔ جناب معظم در پایۂ تخت دولت شاہنشاہی ایران کہ شہر شہیر تہران است سہ خطابۂ غرا ایراد فرمودند۔ نخست در منزل حضرت والا شاہزادہ افسر نمایندہ محترم مجلس شورائے ملی۔ و دیگر در مسجد اعظم سلطانی۔ سوم در صحن مقدس حضرت عبدالعظیم۔ عقیدۂ ما بر این است کہ این سہ خطابہ غرا کوچکترین فائدہ اش استحکام رشتہ محبت وعلاقہ دیانت برادران اسلامی است۔" (دستخط) ملک خلاقی۔

(مہر شریف)

خلاصہ تحریر آقائے شریعت سنگلجی۔ صدر دارالتبلیغ تہران۔ موسومہ سرکار نجم العلماء۔ ۲۸ جمادی الآخری ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"در شهر جمادی الآخری حبر معظم ثقة الاسلام مروج الاحکام الخطیب البارع مولوی لقار علی صاحب حیدری سلمہ اللہ تعالیٰ کہ مربّی و پرورده آنحضرت است بہ تہران وارد و از طرف علاقہ مندان در ترویج ایشان سعی بلیغ شد خصوصاً از طرف بندگان حضرت اقدس والاشاہزادہ شیخ الرئیس افسر رئیس انجمن ادبی ایران سلمہ اللہ تعالیٰ۔ وعصر در انجمن ادبی ایران در حضور جمع کثیرے از علماء و اعیان و خواص وعوام در تحت این عنوان کہ اسلام دین انسانیت است، خطابہ ایراد نمودند وعصر یکشنبہ نیز در مسجد سلطانی منبر خطابہ بالا رفتند و توده مسلمین از خواص وعوام از بیانات شیرین و پرشور ایشان برخوردار گردیدند۔ ونیز ہمچنین عصر جمعہ دیگر در زاویہ مقدسہ حضرت عبدالعظیم سلام اللہ علیہ خطابہ دیگر انشار فرمودند۔ بہ حقیقت کہ مشار الیہ بخوبی از عہدہ انجام کار خویش برآمدند و با گفتاری شیوا و پرہیجان یگانگی واتحاد برادران اسلامی را گوشزد کردند۔ مسلمین ایران با قلوب لبریز از شعف وشادمانی مقدم ایشان را آفرین خواندند و از اینکہ در اندیار جمعی از ہمکیشان در راه بسط و بر ومندی اسلام کوشش بسیاری کنند و مبلغین چنین توانا و پرشور بہ ہر دیار گسیل میدارند موجب شادمانی وسرافرازی شد امید است کہ برادران دیگر نیز از این شیوه نیکو پیروی نمایند۔"

(دستخط) حررہ العبد الجانی شریعت طہرانی سنگلجی۔ (مہر شریف)

طہران سے رخصت کے وقت آقائے رئیس الوزراء نے ایک سرکاری تحریر مرحمت فرمائی جو ایران کے حکام ذوی الاحتشام کے نام تھی۔

تاریخ ۷/۸/۱۳۱۱ نشان شیر و خورشید

نمرہ ۵۵۴۳ (مونوگرام)

ریاست وزراء

حکام ذوی الاحتشام قم۔ عراق۔ ملائر کرمانشاہان

جناب مولانا لقا علی حیدری کہ از اعزہ و محترمین فضلائے ہند و بہ ہدایت و دعوت مشغول خدمت بجامعہ اسلامیہ ہستند۔ عازم عتبات عالیات شدہ مسافرت می فرمایند۔ رعایت احترامات جناب معظم و انجام مہماتے اگر پیش بیاید لازم است۔ (دستخط) آقای رئیس الوزراء

ورود قم شریف

طہران سے روانہ ہو کر قم میں قیام کیا۔ مع اپنے رفقا کے ہوٹل میں ٹھہرا اور سرکار آیۃ اللہ آقائے آقا شیخ عبدالکریم مازندرانی کی خدمت پاک میں حاضر ہوا اس بزرگ ہستی کے اوقات نہایت منظم تھے رات کا زیادہ حصہ عبادت میں بسر کرتے نماز صبح سے فارغ ہوتے اور اطراف قم میں گردش کی۔ باوجود ضعیف اور مسن ہونے کے اپنے الاغ پر میلوں کا دورہ روزانہ صبح کو ہوتا تھا ظہر سے قریب واپسی ہوتی تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر کھانا نوش فرماتے تھے۔ اس عرصہ

میں اطاق انتظار میں ملاقات کے مشتاق حضرات کا کافی مجمع ہوجاتا تھا۔ باہر اکر حاضرین کی دینی و دنیاوی ضرورتوں کے متعلق مشورہ اور حتے الامکان حاجت مندوں کی حاجت براری ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ مغرب کا وقت آجاتا صحن جناب معصومہ قم میں نماز باجماعت ہوتی تھی۔ بعد نماز مغربین درس خارج کا سلسلہ شروع ہوتا تھا۔ جو کم از کم دو گھنٹہ رہتا تھا۔ قم میں جناب معصومہ کا مزار مقدس نہایت شاندار ہے۔ ایوان طلائی میناریں طلائی۔ اور در و دیوار پر شیشہ کا کام ایرانی صنعت کا بہترین نمونہ ہے۔ وسیع صحن جس میں بیک وقت ۲ ہزار آدمی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ایک طرف ایک بہت بڑا حوض تھا جس میں بکثرت مرغابیاں تیرا کرتی تھیں۔ پہلی ملاقات میں میں نے عرض کیا کہ حضور والا کی سرپرستی میں اگر کسی جلسہ وعظ کی بنا ہو سکے تو میری عزت افزائی ہوگی۔ فوراً اعلان کا حکم دیا کہ کل بعد نماز مغربین درس خارج کے بجائے آقائے حیدری کا بیان ہوگا

دوسرے دن صحن معصومہ سلام اللہ علیہا میں نماز مغربین کے بعد فوراً ہی مجھے منبر پر جانے کا حکم دیا گیا۔ بالکل منبر سے متصل سرکار آیۃ اللہ آقائے شیخ عبدالکریم قمی مازندرانی جو اس زمانہ کے اعلم العلماء تھے تشریف فرما تھے اور حاضرین میں ایک ہزار سے زیادہ تعداد ان حضرات کی تھی جو فارغ التحصیل ہو چکے تھے اور درجہ اجتہاد پر فائض تھے۔ باقی مجمع شہر قم کے مشاہیر کا تھا۔ جس میں عورتوں کی تعداد خاصی تھی۔ خداوند عالم کے لطف و مرحمت اور حضرات

حصومین کی توجہ خاص کی وجہ سے ایسی کامیاب مجلس ہوئی کہ ختم مجلس کے بعد دیر تک رونے کا سلسلہ جاری رہا۔ آقائے محترم نے بے حد محبت کے الفاظ میں میرا دل بڑھایا اور تقریر کی تعریف کی حضرات علمائے اعلام نے بیحد مدح کی اور خواہش کی کہ میں کسی دوسرے دن بھی تقریر کروں۔ پروگرام مرتب ہو چکا تھا۔ یہاں سے عراق۔ ملایر۔ ہمدان اور کرمان شاہان ہوتے ہوئے خانقین کے راستہ سے عراق جانا تھا۔ ہر مقام کو اطلاع دے چکا تھا مکرر سے بھی ٹیلیفون کے ذریعہ سے اطلاع ہر مقام کو دی جا چکی تھی۔ اس وجہ سے میں نے معذرت چاہی۔ اس جلسۂ وعظ کا جو اثر ہوا وہ ذیل کی دو تحریروں سے واضح ہوگا۔ حضرت آیۃ اللہ نے جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کو ایک خط لکھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔ اصل بھی میرے پاس محفوظ ہے جو جناب مدظلہ نے عطا فرمائی تھی۔ یہ خط بذریعہ ڈاک لکھنؤ گیا تھا۔ آغائے الحاج عبداللہ طہرانی خطیب اعظم مقیم قم کی تحریر بھی قابل ذکر ہے جس کی نقل درج ذیل ہے یہ خط بھی جناب متولی منتظم مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کو بھیجا گیا تھا اور اب میرے پاس ہے۔ نقل تحریر حضرت آیۃ اللہ آقائے آقا شیخ عبدالکریم مازندرانی مجتہد اعلم ایران موسومہ سرکار نجم الملت متولی مدرسۃ الواعظین لکھنؤ۔

۲ ر رجب المرجب ۱۳۵۱ھ۔

بعرض مبہر ساند۔ امید است پیوستہ در پناہ حضرت ولی عصر عجل اللہ

زحمہ در ترویج احکام شرع مقدس و تشیید اسلام موید و منصور باشند۔

ضمناً درین اوقات کہ جناب مستطاب لسان الملۃ ناصر الشریعۃ آقای مولوی لقا علی حیدری دام افضالہ وارد قم شدہ بہ منبر خطابہ رفتند از تحقیقات مفیدہ ایشان ← اہالی بہرہ مند گردیدند۔ البتہ وجود محترم امثال ایشان برائے مسلمین مغتنم است ... (دستخط آقای عبدالکریم مہر شریف)

بحمد اللہ موفق بزیارت و استفادہ از منبر و تبلیغات و ترویجات

جناب العالم الفاضل المجاہد فی سبیل اللہ الناشر لاحکام اللہ المبلغ لآثار رسول اللہ المروج لمذہب الامامیہ المولوی لقا علی حیدری وفقہ اللہ تعالے وایدہ بتائیداتہ الالٰہی کہ مشرف بقم شدند در محضر حضرت آیۃ اللہ و عموم علماء و طلاب و کسبہ و تجار و اصناف محترمین در صحن مقدس منبر رفتہ و شرح مدرسۃ الواعظین و ترویجات دینیہ حضرت عالی را دادہ عامہ را مستفیض فرمودند و مجلس بہ تبلیغات دینیہ و مواعظ شافیہ و ذکر مصائب ائمہ علیہم السلام خاتمہ دادہ و مجلس بقدرے باعظمت و شکوہ بودہ کہ نظیر نداشتہ۔"

(دستخط) الاحقر عبداللہ طہرانی

قم سے روانہ ہو کر عراق (ایران) آیا۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ یہاں کے لوگ مجلس اور وعظ کے خواہشمند نظر نہ آئے۔ موسم بھی اچھا نہ تھا صرف چند گھنٹے قیام کرکے روانہ ہوا اور ملایر پہونچا۔ یہاں بھی صرف چند گھنٹے قیام کرکے ہمدان وارد ہوا۔ گرینڈ ہوٹل میں قیام کیا۔ دوسرے دن صبح کو گورنر ہمدان کی ملاقات کو گیا۔ دربان نے میری صورت دیکھتے ہی کہا "آقا تشریف ندارند"

میں نے حکومت کے دروازہ پر کھڑے کھڑے پنسل سے ایک پرچہ پر لکھا کر مولوی لقار علی حیدری تہران سے آئے ہیں گرینڈ ہوٹل میں مقیم ہیں کل چلے جائیں گے اگر ان کی ڈاک آئی ہو تو ہوٹل میں بھجوا دی جائے۔ وہ اندر گیا اور تھوڑی دیر کے بعد آ کر کہا آپ کو بلا رہے ہیں۔ میں نے کہا کیا ہوائی جہاز سے مکان کی چھت پر اترے۔ کہاں سے آئے۔ اس دروازہ سے تو کوئی اندر گیا نہیں ہے۔ وہ کچھ نہ بولا۔ میں اندر گیا۔ بالاخانہ پر ایک دفتر کی صورت کا کمرہ تھا اس پر ایک صاحب سوٹ پہنے کرسی پر بیٹھے تھے۔ میز کے گرد کرسیاں پڑی تھیں۔ ٹیلیفون بھی میز پر تھا۔ مجھے دیکھا میں نے سلام علیک کی کوئی جواب نہ ملا۔ میں ایک کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ جب بیٹھے بیٹھے تھک گیا میں نے کہا "خبرے از تہران برا۔ یہ مولوی لقار علی حیدری آمدہ است" فرمانے لگے "وہ کجا ست آقائے محترم سہ روز است من انتظار می کشتم"۔ میں نے کہا "ان بدنصیب خود من ہستم"۔ یہ سنتے ہی کھڑے ہو گئے ہاتھ ملایا۔ بعد معذرت کی اور میری ڈاک جو آئی تھی وہ حوالہ کی۔ دو خط ہندوستان کے تھے اور دو ایک تہران مشہد وغیرہ کے تھے۔ میں نے کہا جناب والا مجھے کس طرح پہچانتے۔ آپ نے خیال کیا ہوگا کہ وزیر اعظم جس شخص کے متعلق تار دیں خط بھیجیں وہ کوئی شاندار انسان ہوگا۔ آپ کو کیا خبر کہ میں مولا کے قنبر کا غلام ہوں اور میرے ساتھ ظاہری اسباب وجاہت موجود نہیں ہیں۔ کہنے لگے کیا حکم ہے

ہم کو تہران سے ٹیلیفون آیا ہے کہ آپ کی ہر فرمائش کی تعمیل کی جائے۔ میں نے کہا میری کوئی خواہش نہیں ہے صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ اگر ایک جلسہ وعظ کی بنا ہو سکے تو میں کچھ کہہ کر آگے بڑھوں۔ کہنے لگے بصد خوشی کے ساتھ آپ وعظ فرمائیں لیکن ایک ہفتہ قیام کریں وزیر معارف آج یہاں آنے والے ہیں ان کی آمد کے سلسلہ میں اہتمامات ہو رہے ہیں۔ میں نے کہا میں کل ضرور چلا جاؤں گا ٹھہر نہیں سکتا آپ وزیر معارف کو میرا سلام پہونچا دیں ان کی خدمت میں مجھے شرف نیاز حاصل ہے۔ اب وہ پریشان ہوئے اور ٹیلیفون اٹھا کر رئیس نظمیہ اور مقامی مشاہیر علماء کو میرے آنے کی اطلاع دی۔ فوراً سب حضرات آگئے اور کانفرنس شروع ہوئی۔ سب نے مجھ سے مل کر اظہار مسرت کیا اور ایک ہفتہ قیام کی خواہش کی میں نے صورت حال بیان کر دی اور صاف کہہ دیا کہ موٹر میرے ہمراہ ہے آگے کا پروگرام بنا چکا ہوں میرے پاس وقت نہیں ہے اگر ممکن ہو تو ایک جلسہ کی بنا کی جائے ورنہ میں کل چلا جاؤں گا۔

سب حضرات نے کہا اچھا آپ صرف کل صبح کے بجائے بعد عصر چلے جائیں ہم قبل از ظہر جلسہ کا بندوبست کرتے ہیں فوراً اعلان کا بندوبست کیا گیا دوسرے دن ۱۰ بجے قبل از ظہر شہر کی مسجد جامع میں جلسہ وعظ کی بنا کی گئی۔ وسیع صحن میں قالینوں کا فرش تھا اور ایک ۲۰ - ۲۵ پایہ کا منبر وسط میں نصب تھا۔ زندگی بھر میں اتنا اونچا منبر پہلی مرتبہ دیکھنا نصیب ہوا۔

بہر حال تقریر کی۔ مجمع بھی کافی تھا تقریباً ۵-۶ ہزار کا مجمع ہوگا۔ حاضرین نے خواہش کی کہ کسی دوسرے دن پھر تقریر کی جائے میں نے معذرت کی اور ہوٹل آیا۔ کھانے سے فارغ ہوا تھا کہ گورنر صاحب تشریف لائے اور بے حد اظہار پسندیدگی فرمایا۔ اور معذرت چاہی کہ میرے قیام کا کوئی بندوبست نہ کرسکے نہ میری دعوت کرسکے۔ میں نے عرض کیا اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں جس مقصد کو لے کر آیا تھا وہ حاصل ہوا۔ موصوف نے مدرستہ الواعظین کو ایک خط بھیجا تھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔ یہ خط بھی میرے پاس اصل موجود ہے۔

موتو آرام نشان شیر و خورشید

تاریخ ۷، ماہ ۱۱ ۱۳۱۳ وزارت داخلہ

نمرہ ۵۶۵۶ ادارہ حکومت ہمدان

محضر محترم حضرت مستطاب حجۃ الاسلام قبلۃ الانام آقائے سید نجم الحسن دامت برکاتہ۔ باتقدیم از عہد تعارف و مراتب اخلاص و ارادت صمیمی بعرض عالی میرساند۔ دراں موقع کہ حضرت آقائے مولوی لفار علی حیدری دامت افاضاتہ بہ ہمدان تشریف آوردند با اینکہ بیشتر از چند ساعت در ہمدان توقف نشدند خیلے خوشوقت ہستم کہ از محضر ایشان در مدت قلیلہ کہ در ہمدان اقامت داشتند مکرر استفادہ نمودہ واز افاضات منبر ایشان کہ در مسجد جامع کہ

یکے از مساجد تاریخی شہر ہمدان است و جمعیت زیادہ نیز برائے استفاضہ
حضور بہم رسانیدہ بودند بہرہ مند شدم .....

(دستخط) محمد تقی میرزا رکن حکومت ہمدان (مہر شریف)

ہمدان سے روانہ ہو کر کرمانشاہان پہونچا۔ یہاں بھی ایک ہوٹل میں قیام کیا
اور دوسرے دن گورنر جنرل کرمانشاہان سے ملاقات کو گیا۔ پہلے اطاق انتظار
میں ٹھہرا۔ اطلاع کی گئی۔ چند منٹ کے بعد بلایا گیا۔ بے حد محبت و اخلاق
سے پیش آئے۔ میں نے رئیس الوزرا کا خط جو میرے پاس تھا دکھایا۔ فرمایا
میرے پاس تہران سے اطلاع آچکی ہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا صرف
ایک جلسہ وعظ میں تقریر کرنا چاہتا ہوں اور مدرستہ الواعظین کے حالات
سے اس ملک کے حضرات کو باخبر کرنا چاہتا ہوں۔ فوراً دوسرے دن بعد
مغرب جامع مسجد میں وعظ کی بنا ہوئی۔ خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے
کہ یہ جلسہ بھی بے حد کامیاب ہوا۔ تقریر کے بعد آقائے سردار حیدر قلی خاں شاہزادہ
کابلی میرے پاس آئے۔ بغل گیر ہوئے اور کہنے لگے کہ عرصہ سے آپ کا نام سنتا
تھا۔ بے حد ملاقات کا مشتاق تھا خدا کا شکر ہے آپ کا دیدار نصیب ہوا۔
میں نے سینٹ برنباس کی انجیل کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا ہے وہ آپ کی
خدمت میں پیش کرنا چاہتا تھا لیکن یہاں حکومت نے اس کی اشاعت ممنوع
کردی ہے۔ انشاء اللہ آپ کے وطن پہونچنے سے قبل آپ کے پاس کتاب

پہونچ جائے گی۔ میرا پتہ لکھ لیا۔ میں جب چند ماہ کے بعد وطن پہونچا ہوں۔ تو رجسٹرڈ انشورڈ پارسل کے ذریعہ سے کتاب مرکان پر پہونچ گئی تھی۔ یہ کتاب بے مثل ہے۔ اور غالباً میرے سوا کسی دوسری جگہ ہندوستان اور پاکستان میں نہیں ہے۔ یہ اصل نسخہ زبان اطالوی کا ترجمہ ہے اور ڈاکٹر سعادت خلیل مصری عیسائی نے اس پر ایک پیش لفظ مفصل لکھا ہے اور تصدیق کی ہے کہ حرف بحرف اصل نسخہ کے مطابق ہے۔ اس کتاب میں دو صفحے کا اطلی زبان کی اصل کتاب کا فوٹو ہے۔ جس میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر "محمد الرسول اللہ" کے الفاظ کے ساتھ ہے۔

آقائے اسد اللہ مرزا شہاب الدولہ۔ گورنر جنرل کرمانشاہان نے ایک خط جناب قبلہ ذکے کو لکھا تھا جس کی نقل درج ذیل ہے یہ خط بھی اصل نسخہ میرے پاس ہے۔

مونوگرام نشان شیر و خورشید

تاریخ ۱۸/۸/۱۳۱۱ — وزارت داخلہ

نمرہ ۸۴۵ — حکومت کرمانشاہان

خدمت حضرت مستطاب حجۃ الاسلام ملاذ الانام آقائے سید نجم الحسن رئیس معظم مدرسۃ الواعظین۔ پس از تقدیم تحیات وافیہ وادعیہ خالصہ زحمت افزا ہست۔ جناب مولانا آقائے لقاء علی حیدری کہ بیانات ومواعظ وخدمات

ایشان به عالم اسلامی قابل تمجید است بکرمان شاه تشریف آوردند و این جانب
را از سعادت ملاقات خود برخوردار فرمودند۔ در مسجد حاج شهباز خان
که از مساجد عمده شهر است به منبر خطابت و موعظه تشریف برده و مستمعین را
بمواعظ و نصیحت خود مستفیض فرمودند۔ موفقیت موسسه جلیله مدرسة الواعظین
و کامیابی حضرت مستطاب عالی و کارکنان آن را از خداوند تعالی خواستارم

(دستخط) اسدالله میرزا شهاب الدوله (مهر شریف)

Sd/ Asadullah Mirza - Shahab ud Daulah

Governor General Kermanshah

آقای مرزا ابراہیم نریمان جو یہاں بنک ملی کے منیجر تھے میرے پاس آئے
اور تخصیصی ملاقات کی۔ یہ ہمارے مہربان مرزا احمد اصفہانی کے عزیز قریب
ہیں۔ آقائے فرہودی نے بڑھ کر مصافحہ کیا۔ تقریر کی بے حد تعریف کی اور
کہا رات زیادہ گئی ہے۔ اور ابھی آپ نے شام کا کھانا نہیں کھایا ہے۔
میرا مکان مسجد سے بالکل متصل ہے۔ شب کو یہاں قیام کیجئے۔ کھانا کھائیں
اور صبح کو ناشتہ کے بعد ہوٹل تشریف لے جائیں۔ میرے ساتھ بی بی۔ دو
بچیاں اور میرے ہمزلف تھے۔ بی بی اگرچہ فارسی زبان اچھی طرح جانتی
تھیں لیکن انہوں نے کہا میں قیام نہ کروں گی۔ لوگ بات کریں گے مجھے جواب
دینا پڑے گا اور شرمندگی ہوگی۔ آقائے فرہودی نے کہا جناب والا ایک

اطاق مخصوص آپ کے واسطے رکھا جائے گا کوئی شخص وہاں نہیں آئے گا۔
کسی قسم کی زحمت نہ ہوگی۔ میری خواہش ہے کہ آپ کھانا کھا کر جائیں رات
کو قیام نہ کریں۔ آخر ہوٹل میں بھی جا کر کھانا ہوگا۔ میں نے منظور کیا۔ ایک
نہایت پر تکلف و آراستہ کمرہ میں جو کافی وسیع تھا اور جس میں ایرانی عمدہ
قالینوں کا فرش تھا۔ ہم کو ٹھہرایا گیا۔ فوراً کھانا حاضر کیا گیا جو یقیناً دس
پندرہ آدمیوں کو کافی ہوتا۔ ہم نے تھوڑا سا لے لیا اور باقی واپس کیا۔ کھانے
کے بعد بہترین چائے پیش کی۔ اور ایک کتاب موسومہ "کشف الحق" بہائی مذہب
کی رد میں ہم کو نذر کی۔ مشہد اور تہران کے بعض حضرات علمائے اعلام نے
کچھ کتابیں نذر کی تھیں جو موجود ہیں۔ نصف شب کے بعد درشکہ میں سوار
ہو کر ہم لوگ ہوٹل آئے۔ صبح کو ناشتہ سے فارغ ہو کر ہم قزوین کیواسطے
روانہ ہوئے۔ ہمارا موٹر ایک ایسے راستہ سے گزر رہا تھا جو نشیب
کی طرف جا رہا تھا دو طرف پہاڑ تھا۔ ایک بیل موٹر کے سامنے آ گیا۔ موٹر
ڈرائیور نے ہر چند روکا نہ رک سکا۔ بیل کی موٹر سے ٹکر ہوئی وہ دور
جا کر گرا اور مر گیا۔ موٹر بھی کافی زخمی ہوا۔ اتنے میں اس علاقہ کا حاکم اور
افسر پولیس گشت کرتے ہوئے آ رہے تھے۔ بیل والے نے فریاد کی انہوں
نے ہمارے موٹر کو روکا اور ہم سے کہا آپ کو کچھ دیر ٹھہرنا ہوگا۔ بیل والے
کا تصفیہ کرنا ہوگا۔ میں نے رئیس الوزراء کا سرکلر خط دکھایا۔ وہ دونوں نے

فوراً گھوڑوں سے اُتر کر مجھے سلام کیا۔ معذرت چاہی اور کہا ڈرائیور کی غلطی ہے اسکو بیل کی قیمت ادا کرنی لازمی ہے۔ ہم نے کہا بیل کی قیمت کیا ہوگی کہا ۲۵ تومان۔ میں نے کہا اسکی کھال بھی ضرور کچھ قیمت کو بک جائے گی دونوں نے کہا "گاؤ مردہ۔ پوستش بکار نمی خورد" یہ سنکر مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ اور خدا کا شکر کیا کہ اس اسلامی سلطنت میں حلال وحرام کا فرق سمجھا جاتا ہے۔ ڈرائیور نے ۲۵ تومان اُس کو دیدیئے۔ اور ہم لوگ بعد مغرب خانقین پہونچے۔ فوراً پولیس والے آگئے اور ہم کو دفتر پولیس میں لے گئے میں نے افسر پولیس کو وزیراعظم کی تحریر دکھائی۔ اس نے بے حد احترام کیا۔ اور کہا کہ ہمارے پاس ٹیلیفون دفتر پولیس سے آیا ہے کہ ڈرائیور نے ارتکاب جرم کیا ہے۔ اس کو گرفتار کرلیا جائے اور مقدمہ چلایا جائے۔ میں نے سارا حال بیان کیا۔ پولیس افسر نے کہا آپ ایک تحریر لکھ کر دیدیں کہ ڈرائیور بے قصور ہے۔ رئیس شہر اور افسر پولیس نے ۲۵ تومان اس سے بیل والے کو دلوادیئے تھے۔ دعویٰ جھوٹا ہے۔ اس نے میری تحریر لے کر کہا آپ اطمینان رکھیں اس پر کوئی مقدمہ نہیں چلے گا بلکہ ہم بیل والے کو جھوٹا دعویٰ کرنے کے الزام میں سزا دلوادیں گے۔

پولیس سے فارغ ہو کر ہم قیام گاہ پر آئے۔ یہ ایک قرنطینہ کا کیمپ تھا۔ عراق میں داخل ہونے کے لئے یہاں چیچک کا ٹیکہ لگایا جاتا تھا۔ ہماری

بیگم صاحبہ کسی طرح ٹیکہ لگانے پر راضی نہ ہوئیں اندر ڈاکٹر کو فیس معقول دے کر سارٹیفکٹ لکھوا لئے کہ سب کے ٹیکہ لگا دیا گیا ہے۔ اب ہم ریل کے ذریعہ سے بغداد اور وہاں سے کاظمین آئے۔ رجب کا مہینہ تھا۔ ۲۵ رجب کو کاظمین میں مخصوص ہوتی تھی حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے تابوت کی شبیہ بغداد کے پل سے لائی جاتی تھی۔ چند روز کے قیام کے بعد جب ۲۵ رجب قریب آئی میں مرض فالج مع اللقوہ میں مبتلا ہو گیا۔ بعد کو مرض کا پتہ چلا چند روز معمولی تدارک کیا گیا۔ ۲۵ رجب کی مخصوص کے ملنے میں زیارت تابوت کے واسطے جانے کے قابل نہ تھا۔ قطعی نشست و برخاست کی طاقت نہ تھی اپنے بچوں کے لئے انتظام کر دیا کہ وہ کسی اچھی جگہ بیٹھ کر زیارت کر سکیں تابوت کے ہمراہ بغداد سے کاظمین تک برابر آدمی پر آدمی گر رہا تھا۔ رات گئے سب لوگ آئے اور میں نے ارادہ کیا کہ اب کربلائے معلٰی جا کر علاج کرا لوں گا۔ موٹر میں کربلا آیا۔ سید ناصر مرحوم نے ٹھہرنے کا بندوبست کر دیا تھا۔ سید کاظم نے ایک مختصر سے مکان میں ہم کو ٹھہرا دیا۔ ہمارے مکان کے پڑوس میں خان بہادر چودھری سید ارشاد حسین صاحب تعلقہ دار رودلی مقیم ہو گئے۔ اور ان کے ہمراہ مولانا سید ابن حسن صاحب نونہروی سلمہ اللہ تعالےٰ بھی تھے۔ ہم کو پان کی ضرورت ہوتی تو کبھی کبھی مولوی ابن حسن صاحب دو ایک پان بھیج دیتے تھے۔ ورنہ ہفتہ وار بغداد سے سو پان منگوا لیا کرتا تھا

جمیل زین العابدین سول سرجن کربلا کو بلایا غالباً ۵۰ روپیہ فیس دی انہوں نے فالج مع اللقوہ تجویز کیا۔ دوا دی۔ بحضرت سدت خارج ہوئے لیکن مرض میں کمی نہ ہوئی۔ اب میں نے ارادہ کیا کہ نجف اشرف جا کر حضرت ابوالائمہ سے استمداد کروں۔ امید تھی کہ خداوند عالم اس بلا سے نجات دے گا۔ نجف اشرف گیا۔ لیکن اب بھی موٹر سے اترنے کے قابل نہ تھا۔ تین چار شخصوں نے کسی نہ کسی طرح اتارا۔ ایک خادم کے یہاں قیام کیا۔ غالباً سید علی کمونہ کے یہاں قیام ہوا۔ دو دن تک نقل و حرکت نہ ہو سکا۔ بالآخر میں نے فیصلہ کیا کہ جس طرح نادر شاہ کو بے جایا گیا تھا اسی طرح مجھے کشاں کشاں لے جایا جائے چند قدم کے بعد میں نے محسوس کیا کہ اب میں کسی طرح نہیں جا سکتا۔ بدقت تمام ایک ڈولی میں بٹھا کر رحمان لے کر حرم میں پہونچا گئے۔ میں نے حضرت امیر المومنینؑ کی ضریح مبارک سے لپٹ کر فریاد کی کہ مولا میں آپ کا امتحان لینے نہیں آیا ہوں اگر میری قسمت میں اسی مرض میں مبتلا رہ کر عالم جاودانی کی طرف کوچ کرنا تھا ہے تو میں خوش ہوں صرف اس قدر خواہش ہے کہ میں مسجد کوفہ کے اعمال بجا لاؤں اور اپنے بیوی بچوں کو کربلا لے جاؤں۔

دوسرے ہی دن مجھ میں اس قدر طاقت آگئی کہ میں دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد کوفہ کے اعمال بجا لایا۔ آقائے سید ابوالحسن صاحب اصفہانی اعلی اللہ مقامہ نے میرے پاس پیغام بھیجا کہ وہ میری ملاقات کے

واسطے تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے کہا اچھا حضور والا زحمت نہ فرمائیں میں خود قدمبوسی کے لئے حاضر ہوں گا۔ میری بچی سیدہ اختر جہاں بیگم جو اس وقت ۲ سال ۶ ماہ کی تھی مصر تھی کہ اس کی رسم بسم اللہ حرم مبارکہ میں حضرت باب مدینۃ العلم کے ہو۔ اس کے واسطے ایک شہانہ جوڑا بغداد سے خریدا تھا۔ ضریح مقدس کے قریب آقای سید ابوالفتح شیرازی شوستری جو میرے بہت چاہنے والے دوست تھے اور میری بی بی کو بہن بنایا تھا۔ ان سے فرمائش کی کہ بسم اللہ پڑھا دیں۔ انہوں نے سورہ فاتحہ اس بچی کو پڑھائی اور بچی نے اس طرح پڑھی کہ جناب مولانا کو شبہ ہوا کہ شاید اس کو پہلے سے یاد کرا دیا گیا تھا۔ جب ان کو بتایا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ اسکو سورہ فاتحہ پڑھائی گئی تو ان کی حیرت کی حد نہ رہی۔ ڈاکٹر شفاعت اللہ خاں صاحب میرے فیض آباد کے ملاقاتی تھے سنی سے شیعہ ہوگئے تھے اور نجف اشرف میں مطب شروع کر دیا تھا۔ بہت ہوشیار اور کامیاب ڈاکٹر تھے۔ میرے دیکھنے کو روزانہ آتے تھے۔ میرے پاس خرچ کم رہا تھا اور نیمہ شعبان کے بعد فوراً ہندوستان واپس ہونے کا قصد تھا۔ اسلئے میں نے آقا سید ابوالفتح سے کچھ روپیہ طلب کیا اور کہا کہ ایکہزار روپیہ کا قیمتی زیور رکھ لیں اور ۲-۳ سو روپیہ کسی سے لے دیں جب ہندوستان جاکر روپیہ بھیجدوں تو زیور واپس کر دیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمشیرہ کا زیور گرو رکھ کر رقم دینا میری غیرت گوارا نہیں کرتی۔ میرے

پاس مکان ہے اس کو ضمانت میں دے کر کسی سے روپیہ لے لوں گا۔ چنانچہ
وہ دو سو روپیہ کے نوٹ مجھے دے گئے تھے میں نے ڈاکٹر صاحب سے آقای
محترم کی اس ہمدردی کا ذکر کیا اور کہا کہ ان کو کیا امید ہے کہ میں روپیہ
واپس کرنے کے واسطے زندہ بھی رہوں گا اس وقت تو حالت نازک ہے
لیکن واقعی ہمدردی اور خلوص اسے کہتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب جب جانے لگے
تو میرے ہمزلف کو ہمراہ لیے گئے۔ دوا بھی اور ۲۰۰ روپیہ بھیجے کہ یہ میرے
پاس امانت جمع ہے۔ جب میں ہندوستان آؤں گا تب واپس لیلوں گا
یا جب پھر مولانا صاحب آئیں وہ یہاں دیدیں۔

میں نے خدائے تعالے کا شکر کیا کہ عالم غربت میں اس نے مالی پریشانی
سے نجات دی اب یہ رقم کراچی پہونچنے تک کے لیئے کافی سے زیادہ تھی۔
میں کربلا آیا اس مرتبہ ایک بالاخانہ پر ٹھہرایا گیا جس طرح سے ممکن ہوا کئی آدمیوں
نے اٹھا کر پہونچا دیا۔ مرض میں کمی نہ ہوئی نیمۂ شعبان بھی آگئی۔ اس مخصوص
میں کربلائے معلے میں لاکھوں آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ میری بی بی صرف
۷۵ پونڈ وزن سے بدایوں سے روانہ ہوئی تھیں اور تمام ڈاکٹروں کی رائے
تھی کہ یہ زندہ نہ پہونچ سکیں گی۔ ہر جگہ اطمینان کے ساتھ آداب زیارت
بجالاتی رہیں اور ۱۵ شعبان ۵۲ھ کو کربلائے معلے میں مخصوص میں نہایت
جرأت اور ہمت کے ساتھ شریک ہوئیں ساری رات نماز اور دعاؤں میں

بستر کی قریب صبح واپس ہوئیں اور میں بستر مرگ پر تھا۔ دوسرے دن بصرہ
جانے کا قصد تھا۔ علے الصباح میری بی بی سامان تیار کر کے حرم میں سلام
آخری کے واسطے روانہ ہوئیں اور میں بچوں کے ساتھ دو رشکہ میں بیٹھ کر
حرم جناب سیدالشہدا علیہ السلام میں حاضر ہوا۔ میں چونکہ نقل و حرکت کے
قابل نہ تھا۔ میرے چار فیض آبادی دوستوں نے مجھے اس طرح اتارا کہ میری
پیٹھ زینہ پر رگڑ کھاتی ہوئی زخمی ہو گئی۔ خون جاری ہو گیا تھا لیکن مجھے
مطلق محسوس نہ ہوا۔ بعد کو جب ریل میں بیٹھ گیا ہوں تب پتہ چلا تھا۔ مجھے
چار آدمی ہاتھوں پر ڈال کر ضریح مبارک کے قریب لائے اور فرش پر لٹا دیا۔
میں دونوں ہاتھوں سے ضریح مبارک کی جالی پکڑ کر اٹھ بیٹھا اور کہا۔ "یا
ابا عبداللہ۔ اگر میں نے آپ کے دین کی خدمت نیک نیتی کے ساتھ کی ہے
اور آپ آئندہ مجھ سے خدمت لینا چاہتے ہیں تو اب میں ان لوگوں کے
ساتھ نہ جاؤں گا۔ جناب ابوالفضل العباسؑ میرے ہمراہ چلیں اور میری
مدد کریں۔" اس کلام کے ختم ہونے کے ساتھ ہی میں نے محسوس کیا کہ اب
میں بیمار نہیں ہوں۔ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ چھوٹی بچی کو گود میں لیا اور خود
گاڑی میں سوار ہوا۔ لوگ دوڑے۔ یہ کیا ہوا۔ میں نے کہا وہی ہوا جو ہونا چاہئے
تھا اور جو اس دربار میں روزانہ ہوتا ہے۔ جو لوگ مجھے لے گئے تھے وہ
لپٹ گئے اور ہاتھ پیر چومنے لگے اور ہر طرف شور مچ گیا۔ "معجزہ ہوا معجزہ

ہوا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ۔ ڈاکٹر صاحب نے آئڈولوز .... ایک
فرانسیسی دوا میرے واسطے تجویز کی تھی اور کہا تھا کہ ایک قطرہ اس دوا کا
صبح و شام بتاشے میں رکھ کر برابر کھاتے رہنا۔ میں نے آقای سید ابوالفتح
مدظلہ العالی کو اپنے جانے کی اطلاع دی تھی اور راستہ کے لئے نجف اشرف
کی مچھلی تلی ہوئی منگوائی تھی موصوف ایک دن بعد پہونچے اور میں روانہ ہوچکا
تھا۔ وہ میری چھوٹی بچی کے لئے ایک عبا سلوا کر لائے جو واپس لے گئے۔
ہم سب لوگ اسٹیشن پہونچے اور آج کئی دہے کے بعد یہ نوبت آئی ہے کہ
میں بچی کو گود میں لئے ہوئے اسٹیشن پر ٹہل رہا ہوں اور خدا کے تعالےٰ کا شکر ادا
کر رہا ہوں۔ ریل پر سوار ہوکر بصرہ پہونچے۔ یہاں تین دن قیام کرنا پڑا۔
اور تین دن کے بعد ہم روانہ ہوا جہاز میں جگہ مل گئی اور ہم کراچی پہونچ
گئے۔ بصرہ میں سیٹھ قاسم علی بھائی فرزند حاجی نور محمد جبیجا بھائی زائرین کی
مدد کرتے تھے میرے ساتھ حد درجہ کی محبت و مہربانی کا برتاؤ کیا اس محبت
اور مہربانی کو عمر بھر نہ بھولوں گا۔ ایک پورا ہال ہمارے واسطے مخصوص کردیا
تھا۔ اور ہر قسم کی مدد کے لئے ہمہ وقت موجود رہتے تھے (جزاہ اللہ خیرا)
کراچی میں مرحوم حاجی رحمت اللہ کے مسافر خانہ میں قیام کیا۔ ہندوستان
کے ہر گوشہ میں چیچک کا بڑا زور تھا اور بچے تو بچے جوان بلکہ بوڑھے اس
مرض میں مبتلا ہو رہے تھے اور بکثرت اموات ہو رہی تھیں۔ کراچی میں جہاز

پھر ہمارے ساتھ مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی اور ان کی بیگم صاحبہ اور بچے بھی تھے۔ ہماری اہلیہ کے ساتھ ان کی بیگم صاحبہ بہت مانوس تھیں۔ ایک دن ہم لوگ گاندھی گارڈن گئے۔ میری بی بی نے بڑی لڑکی کے چہرہ پر ایک بھرا ہوا دانہ چیچک کا دیکھا اور کہا بچی کے چیچک نکل آئی لیکن بھری ہوئی ہے۔ انشاء اللہ جلد درست ہوجائے گی۔ دو تین دن کے اندر اس قدر شدت سے چیچک نکلی کہ سر سے پا تک بالکل سیاہ ہو گئی۔ صرف دانت سفید نظر آتے تھے جن کو دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔ دس بارہ دن میں کچھ افاقہ ہوا وہ سیاہ پوست اتر گیا اور ہم لوگ بدایوں واپس ہونے کو آمادہ ہوئے۔ ریل میں سوار ہو کر سٹی اسٹیشن سے روانہ ہوئے کراچی کینٹ پر ہمارا ڈبہ کاٹ دیا گیا کہ اس میں چیچک کا مریض ہے۔ اس مرض والے کو سفر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ حاجی کلو کا خدا بھلا کرے مجھے پہونچانے صدر تک آئے تھے فوراً میرے پاس مردانہ ڈبہ میں آئے اور کہا جلد باہر آئیں۔ گاڑی کٹ گئی۔ میں کچھ نہیں سمجھا۔ دیکھا بی بی بچے اترے کھڑے ہیں سامان قلی اتار رہے ہیں۔ بریک میں جو سامان تھا وہ فوراً لے لیا اور جلد ۲-۲ گھوڑا گاڑی میں سامان لاد کر مع اپنے رفقا کے پھر مسافر خانہ میں آگیا۔

اب بڑی لڑکی کو صحت شروع ہوئی اور چھوٹی بچی مبتلا ہوئی ایک ہفتہ کے اندر سر سے پیر تک ایک چھالا ہو گیا تھا اور برابر کھنچتی تھی حاجی کلو ذرشکہ

نہیں لائے۔ میں چشمہ علی پر جاؤں گی۔ مکان کو تار دے دیا تھا کہ آ رہے ہیں سیدہ کی حالت ایک دم خراب ہوئی۔ میں نے اسپشلسٹ کو بلایا۔ ایک انگریز ڈاکٹر جو نمونیہ کا سب سے بڑا ڈاکٹر تھا آیا اور کہا اگر آج کی رات گزر گئی تو اچھی ہو جائے گی۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد فوراً بچی نے دم توڑ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم لوگوں پر کیا گزری یہ بیان سے باہر ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ میں تمام خوجہ حضرات کا شکر گزار ہوں جنہوں نے بچی کی میت ہاتھوں ہاتھ علی باغ تک پہونچائی؛ دریا کے پل کے قریب چشمہ علی پر جانے والی کی آرام گاہ بن گئی۔ دوسرے دن ہی ہم لوگ روانہ ہو گئے کس طرح بدایوں پہونچے یہ ناقابل بیان ہے۔ کل تار دیا تھا کہ بالخیر آ رہے ہیں آج تار دیا ہے کہ سیدہ کو دفن کر کے آ رہے ہیں۔

بدایوں میں ہمارے استقبال کے لئے جس گاڑی سے آنے کی امید تھی سیکڑوں آدمی اسٹیشن پہونچ گئے تھے۔ ریل کی پٹری پر گولے رکھ دئے گئے تھے جو برابر چھوٹ رہے تھے لیکن جب گاڑی بدایوں اسٹیشن پر پہونچی تو ہم کو اور ہمارے رفقا کو نہ پاکر مجمع کو بے حد مایوسی ہوئی۔ اتنے میں مجمع کو اطلاع دی گئی کہ چھوٹی بچی کا انتقال ہو گیا اس کو دفن کر کے کل پہونچیں گے۔ دوسرے دن بھی کافی اعزا و احباب اسٹیشن پر آئے تھے لیکن بجائے خیر مقدم کے اسٹیشن پر نالہ و فریاد کی آوازیں بلند تھیں۔ وہ بچی سارے

محلہ والوں کو عزیزہ تھی تین برس کے سن میں منبر پر بیٹھ کر ۳-۴ منٹ تک تقریر کرتی تھی بے حد خوش گفتگو تھی۔ اور ہر شخص کو اپنا بیٹا یا بیٹی بنائی تھی اور لوگ خوش ہوتے تھے۔ آج وہ نہیں آئی ہے اور محلہ میں کہرام تھا۔ مولوی سید محمد صاحب دہلوی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی بیٹی بنایا تھا اور محترمی جناب نواب سید ابوالحسن صاحب بلگرامی دام عزہٗ علاوہ اس کو بیٹا کہتے تھے۔

میں نے مخدومی و محترمی جناب خان بہادر سید احمد علی صاحب مرحوم کو عریضہ لکھا اور مرحومہ کی تاریخ وفات کی فرمائش کی۔ موصوف کے خط کا خلاصہ جس میں تاریخ وفات بھی ہے درج ذیل ہے۔

آہ از دست سپہر کجمدار - وز جفائے تیغ نامہربان + شد حزین قلب لقار حیدری - از وفات دختر شیریں بیان + نام او اختر جہاں بیگم بدہ - سیدہ بود و آن جنت مکان + از وفاتش باب او جگر ریست خون - وز فراقش مادرش شد نیم جان + احمد محزون دل بگفتہ سال فوت - بیشتر زہرا سید رفت از جہان - ۱۳۵۱ھ

میری عدم موجودگی میں ایک خط ... کولمبو سیلون سے آیا تھا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے - Extracts from letter received from

MR M.S.T. Ramblan - Colombo 1 - "Honoured Sir,

May the mighty Allah bless you with the best

شہید ملت جناب سیٹھ یسین بھائی خلف الصدق الحاج
سیٹھ قاسم علی نور محمد جو حادثہ موٹر میں ایک
زائر کی خدمت کے سلسلہ میں راھی جنت ہوئے
(اشراق ص ۲۶۹)

عالی جناب خان بہادر نواب سید احمد علی
خان صاحب بہادر طالب ر پنشنر ڈپٹی کلکٹر
پٹنہ فن تاریخ گوئی میں اپنا ثانی نہیں
رکھتے تھے (ص - ۱۳۷۳)

عالیجناب سید مظفر حسین صاحب مرحوم
وکیل اعظم گڑھ جنکو ہیوے ساتھ و الہانہ
الفت تھی (حیدری) (ص - ۳۷۳) ۴۳

health and prosperity for your brilliant book Review of the Holy Quran on the death of Jesus

I have saved many Muslim youths who were misled by the preachers of Qadian, mainly with the help of your above named book which was published at Singapore on 15th June 1928

I pray for your longevity in life and may Almighty spare your Co-workers in the cause of safeguarding the Fortress of Islam and will be much thankful if you can send me a few more copies on Islam which are sure to save the English Reading Muslims from going astray

I close this with my best regards to self   As-salamu Alaikum

— your loving brother in Islam

Ramblan"

10.9.33.

میں اگرچہ سفر کے قابل نہ تھا لیکن بعض احباب کے اصرار سے ممبئی عشرہ محرم کے واسطے گیا۔ محفل حیدری، محفل شاہ خراسان اور بعض دوسرے مقامات پر مجالس پڑھنے کا موقعہ ملا۔ سیٹھ غلام حسین لاڈی والا نے اس سفر میں غیر معمولی محبت کا اظہار کیا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ لاڈی والا کی لڑکی کی شادی اپنے عزیز دوست سیٹھ غلام حسین داداجی کے سعید اور لائق فرزند مسٹر حسن علی غلام حسین کے ساتھ کرا دوں۔ اور میں اس معاملہ میں قوی امید کامیابی کی رکھتا تھا لیکن افسوس سیٹھ غلام حسین لاڈی والا کی عمر نے وفا نہ کی اور مرحوم ایک سال کے اندر راہی جنت ہو گئے۔ ان کی صحت اچھی نہ تھی۔ اور دیولالی علاقہ ممبئی میں ایک ٹھنڈا مقام ہے جہاں اطراف ممبئی کے لوگ گرمی کے موسم میں آرام کی خاطر جاتے ہیں سیٹھ غلام حسین لاڈی والا کی ذاتی کوٹھی یہاں تھی اور وہ عشرہ محرم کے بعد آب و ہوا کی تبدیلی کی خاطر وہاں جایا کرتے تھے۔

ایک دن ہمارے عزیز دوست سیٹھ احمد سلیمان جمانی مرحوم نے فرمایا کہ سیٹھ احمد حبیب اسمٰعیل کو ڈاکٹر نائر نے جو ممبئی میں سب سے بڑے دولت مند بدھ مت کے ماننے والے ہیں مجھے چاء پر مدعو کیا ہے اور موصوف نے خواہش کی ہے کہ مولانا صاحب بھی تشریف لے چلیں۔ میں چونکہ خوجہ جماعت کا مہمان تھا اور خصوصیت کے ساتھ سیٹھ احمد سلیمان جمانی کے ساتھ حد درجہ کی بے تکلفی اور محبت کا تعلق تھا اور یہ جناب سیٹھ احمد حبیب کے کاروبار کے منیجر تھے۔

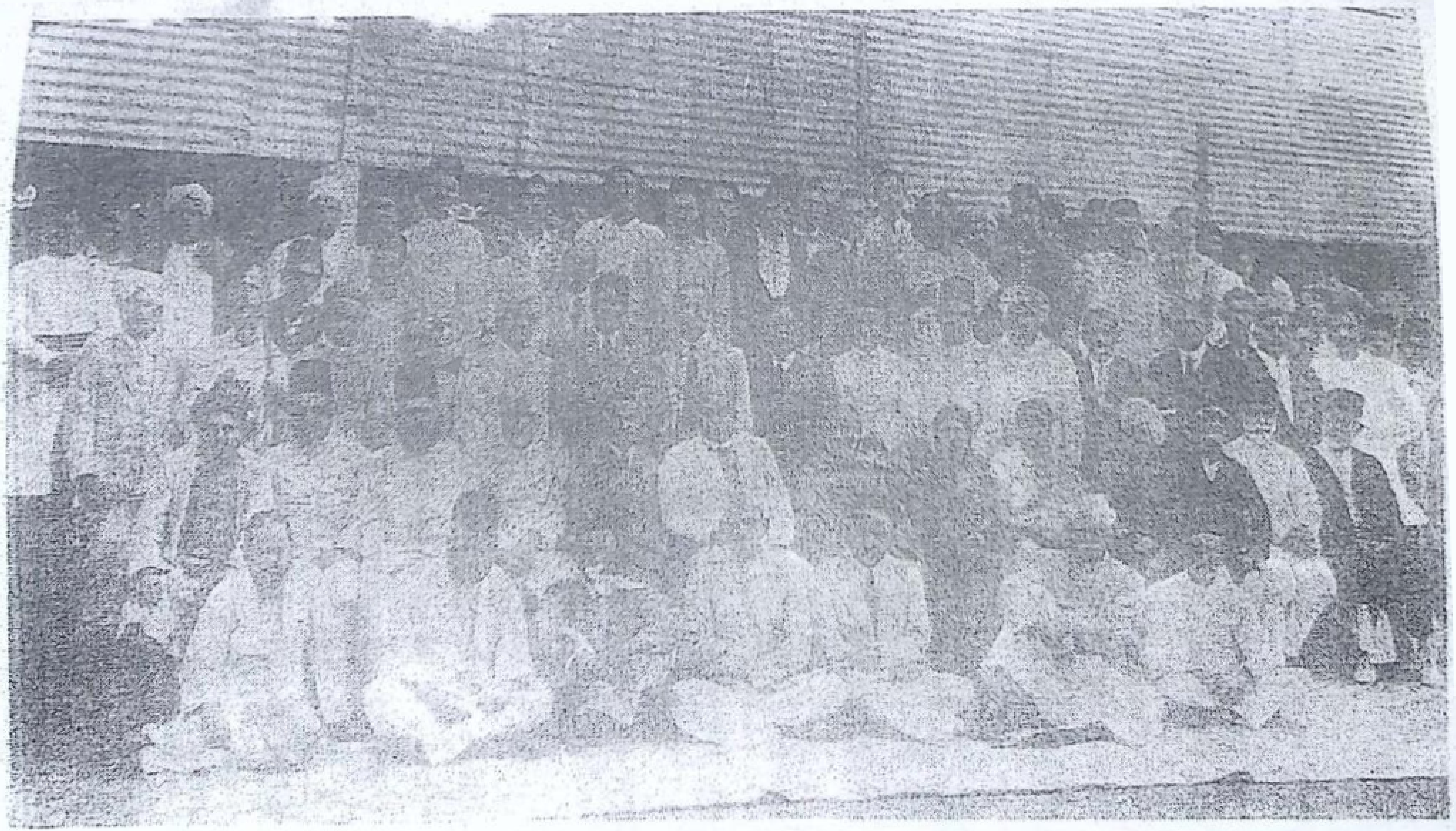

گروپ آل فیتھ کانفرنس ناسک سنہ ۱۹۳۳ء جسکی صدارت جگت گرو شنکر اچاریہ ڈاکٹر کرتکوٹی نے کی تھی۔ صدر کے بائیں طرف سب سے آخر میں لقاء علی حیدری بیٹھے ہیں۔ صدر نے ۲۸ مقررین میں سے صرف آنکی تقریر پر اچھے الفاظ

عالی جناب سیٹھ احمد سلیمان جمانی اعلی اللہ مقامہ
متولی محفل شاہ خراسان بمبئی و مترجم قرآن مجید
بزبان گجراتی
(ص - ۲۷۳)

اس وجہ سے عذر نہ کر سکا۔ ہم لوگ گئے اور دیکھا کہ ایک درجن کے قریب بدھ مذہب کے پیرو اس جلسہ میں موجود ہیں۔ ہمارا تعارف نہایت شاندار الفاظ میں سیٹھ احمد بھائی نے کرایا۔ اور ڈاکٹر نائر کے اعلیٰ صفات کا بھی ذکر کیا۔ اس جلسے میں پروفیسر بھگوت۔ ایم ایس اسی لیے آج تک یاد ہیں اور ہمیشہ یاد رہیں گے۔ بات چیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس جلسے میں چند ڈاکٹر اور بھی تھے۔ ایک صاحب کہنے لگے۔ لارڈ بدھا ہرگز خدا کے وجود کے قائل نہ تھے اور اسی لیے ہم خدا کو نہیں مانتے۔ پروفیسر بھگوت نے کہا کہ لارڈ بدھا نروان اور روح کے قائل تھے اس لئے وہ ضرور اس کے قائل تھے۔ ڈاکٹر نائر نے فوراً انگریزی زبان میں کہا جس کا مطلب ہے "لارڈ بدھا خدا کے وجود کے قائل تھے یا نہ تھے مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔ میں خود وجود خدا کا قائل ہوں۔"

اب پیار کا دور شروع ہوا۔ ایک گردش کرنے والی میز ہمارے سامنے آئی یہ جانتے ہوئے کہ سوائے ڈاکٹر نائر کے ہر شخص وجود جناب احدیت کا منکر ہے مجھے کچھ کھانے پینے میں تامل ہوا۔ میں نے اپنے شفیق دوست سیٹھ احمد سلیمان جمانی سے کہا کہ کسی طرح جان بچاؤ۔ بہت بری طرح پھنسے۔ میں نے کہا آپ یہ کہدیں کہ مولوی صاحب کا روزہ ہے (بدھ کا دن تھا) اور مولوی صاحب ہر بدھ کو روزہ رکھتے ہیں یہ کچھ نہیں کھا سکتے۔ اور خود بھی جمانی صاحب

نے کچھ نہ کھایا۔ ڈاکٹر نائر نے ضرور برا مانا ہوگا لیکن وہ بڑا فراخ دل انسان تھا اس نے کچھ اثر نہ لیا لیکن سیٹھ احمد بھائی کو بہت ناگوار گزرا اور انہوں نے جمالی صاحب سے بعد کو کہا کہ ہم کو مولوی صاحب کے اس عمل سے بڑی شرمندگی ہوئی۔

اس جلسہ میں پروفیسر بھگونت نے بیان کیا کہ: پرتھ کے مہینہ میں ناسک میں ایک مذاہب عالم کی کانفرنس ہونے والی ہے جس میں دنیا کے ہر گوشے سے بالعموم اور ہندوستان کے ہر گوشے سے بالخصوص مذاہب عالم کے نمائندوں کو دعوت دی گئی ہے۔ اگر مولانا صاحب منظور فرمائیں تو ہم ان کو بھی دعوت نامہ بھیجیں۔ میں نے بلا تامل اپنی رضامندی کا اظہار کیا۔ مسز سوفیا وارڈیا Mrs Sophia Wardia ایک نامور تھیوسوفسٹ لیڈی اس زمانہ میں آئی ہوئی تھیں۔ وہ بدھ مذہب قبول کر چکی تھی اور اس مذہب کی تبلیغ اور اشاعت کے لئے دنیا کے مختلف مقامات کا دورہ کر رہی تھی۔ کیمپنی میں ڈاکٹر نائر نے ان کو اپنے بدھ مندر میں تقریر کی دعوت دی اور ہم سے بھی خواہش کی کہ لکچر سنیں۔ میں نے کہا مجھے بھی دلچسپی ہے تو ضرور جائیے۔ ڈاکٹر نائر نے کہا اس موقعہ پر عزت دار ایسا [illegible] تقریر کا بڑا [illegible] ہوگیا [illegible] وقت پاس وقت کم ہے۔ میں اپنے مندر میں آپ کا لکچر کراؤں گا۔ [illegible] تقریر

پر میں سیٹھ احمد سلیمان جمانی کے ہمراہ جلسے میں گیا۔ مجمع کافی تھا۔ مقررہ ایک
حسین فرانسیسی عورت تھی۔ طرز بیان نہایت سادہ اور دانشمندانہ تھا۔
کسی مذہب کے خلاف ایک حرف بھی نہ کہا ورنہ ہم کسی نہ کسی طرح جواب
ضرور دیتے۔ ابتدائی تین جملے آج بھی ہم کو یاد ہیں۔ انہوں نے کہا
سنگھم سرنم اچامی۔ دھرمم سرنم اچامی۔ بدھم سرنم اچامی۔ جن کا
مطلب یہی تھا کہ ہمارے مذہب کی بنا اتحاد۔ صداقت اور عقل کی پیروی
ہے۔ تقریر نہایت دل آویز تھی اور مجمع نے خوب داد دی۔

بمبئی سے ہم حیدرآباد پہنچے اور وہاں ہم کو سیٹھ احمد حبیب اسمٰعیل
کا خط ملا (موصوف اس وقت حبیب بنک اور تمام اداروں کے سرپرست
تھے) جو آپ کے افراد خاندان سے متعلق ہیں۔ مسٹر محمد علی حبیب مرحوم کے
آپ بڑے بھائی ہیں اور ان کے تیسرے چھوٹے بھائی سیٹھ داؤد حبیب
مرحوم اخلاق کا مجسمہ۔ اور انسانیت کے بہترین نمونہ تھے۔ خداوند عالم
ان کے درجات کو عالی کرے۔) اس خط کے ساتھ ہم کو ایک کارڈ ملا۔
جس کی قیمت دو روپیہ سیٹھ احمد بھائی نے ادا کی تھی۔ میں نے کہہ دیا
تھا کہ میں کانفرنس سے کوئی مدد نہ لوں گا۔ نہ اُن کا مہمان بن کر کھانا
کھاؤں گا نہ ان سے کرایہ لوں گا بلکہ اپنے قیام و طعام کا خود انتظام
کروں گا۔ میرے عزیز دوست سیٹھ غلام حسین لاڈی والا مرحوم نے

طے کر لیا تھا کہ میں ان کے پاس دیولالی میں ٹھہروں اور موصوف مجھے اپنے ساتھ
ہر جلسے میں اپنے موٹر میں لے جایا کریں گے اور اپنے ساتھ واپس لایا کریں گے
میرے قدیم مہربان سیٹھ غلام حسین دادا جی کے لائق فرزند سیٹھ حسن علی سلمہ
ہمارے ہمراہ بمبئی سے گئے۔ اس نوجوان کو ہمارے ساتھ بے حد محبت ہے
اس کے سب گھر والے بے حد مانوس ہیں۔ دیولالی پہونچے۔ سیٹھ غلام حسین
لادی والا ہمارے منتظر تھے۔ دوسرے دن کانفرنس کے اجلاس ہونے
والے تھے۔ مارچ۔ اپریل اور مئی ۳ ماہ حیدرآباد اور بمبئی میں گزارے بہت
سی تقریریں ہوئیں اور سب کامیاب آخر مئی میں بمبئی پہونچا تھا اور ۲ر
جون سنہ ۳۲ء کو دیولالی پہونچا۔ ۳ لغایتہ ۵ رجون کانفرنس کے اجلاس ہونے
والے تھے۔ اس کانفرنس میں ۲۸ مقرر تھے۔ جو سب ہندوستان کے مختلف حصوں
کے رہنے والے تھے۔ ان میں مختلف مذاہب کے نمائندے تھے اور ہر ایک
نے اپنے مذہب کی تائید میں جو ممکن ہوا بیان کیا۔ مغربی ملکوں کے نمائندوں
میں صرف ایک شخص تھے۔ Dr Clifford Manshardt
جن کا موضوع تقریر "Religion and Machine Industry"
تھا۔ ڈاکٹر کلفرڈ کی تقریر نہایت فاضلانہ تھی۔ اور انہوں نے بہت خوبی کے
ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ ہندوستان کے رہنے والے جب تک
مذہب کی مدد لے کر اپنے پیروں پر خود کھڑے ہونے کی کوشش نہ کریں گے موجودہ

زمانے کی جدید مشینیں ان کو کچھ مدد نہ دے گی کیوں کہ آج تک ہندوستانیوں کی ساری کوشش یہ ہے کہ ان کا خام مال مغرب کے بازار میں فروخت ہو اور مغرب والے اپنے تیار کردہ سامان کی منڈی ہندوستان کو بنائے ہوئے ہیں۔ بدھ مذہب کی نمائندگی ڈاکٹر جے۔ کے ڈاجی ...... اور پروفیسر بھگوت ایم ایس سسی اور مسٹر شاہ نے کی۔ یہودیت کی نمائندگی مس ایلین نے کی۔ بہائی مذہب کی نمائندہ مسز شیرین نوزدار ایک پارسی لیڈی تھیں جن کی تقریر بیحد شوق اور دلچسپی کے ساتھ سنی گئی تھی اور مسٹر قریشی بھی تھے۔ قادیانیوں کے نمائندے الحاج مولوی عبدالرحیم نیر تھے۔ آغا خانی جماعت کے نمائندے پروفیسر ظہور الدین احمد تھے۔ آریہ جماعت کے نمائندے پنڈت بخشی رام اور پنڈت دیو یجنور ناتھ شاستری تھے۔ مختلف دوسرے ہندو جماعتوں کے نمائندے ہندوستان کے ہر گوشہ کے رہنے والے تھے۔ اور ایک صاحب عجیب وغریب نظریہ کے حامی تھے انہوں نے باری تعالیٰ کو "Mother" یعنی ماں ثابت کرنے کی کوشش کی تھی اور وہ اس نئے مذہب کے بانی تھے جس کا عقیدہ God the mother ہے۔ اہل سنت کے نمائندے مسٹر اے۔ آر۔ ڈی مٹھم کار تھے۔ اور موصوف کا موضوع تقریر پیغام اسلام تھا جس میں آپ نے صرف حضرت عمر کے زمانہ کے فتوحات کو بہ تفصیل بیان کیا اور اسی کو پیغام اسلام سمجھا اور سمجھایا۔ اس ساری جماعت میں شیعوں کا نمائندہ صرف میں تھا۔

کسی ایسی مجلس میں تقریر کرنے کا پہلا موقع تھا جہاں مذاہب مختلفہ کے نمائندے
جمع ہوں اور ہر شخص اپنی ساری جماعت کا منتخب شدہ نمائندہ ہو۔ اور جس
جلسہ کا ... سارے ہندوستان کے بزرگوں کا مذہبی پیشوا جگت گرو...
ہز ہولی نس شنکر اچاریہ ڈاکٹر کرتکوٹی ایم اے۔ پی ایچ ڈی۔۔۔۔۔
ہو۔ جگت گرو ایک سنیاسی بزرگ ہیں اور مذہبی اعتبار
سے ان کے ماننے والے گاندھی جی سے زیادہ ان کی عزت کرتے ہیں۔ خوش
قسمتی یا بدقسمتی سے مسٹر ڈمشم کار کا موضوع تقریر بھی وہی تھا جو میرا تھا۔
یعنی "The Message of Islam"۔ مسٹر ڈمشم کار نے ایک دس
پندرہ منٹ کا مضمون جو لکھ کر لائے تھے پڑھ کر سنا دیا اور درحقیقت کس
بشنود یا نشنود من گفتگوے میکنم کا مصداق رہا لیکن میں نے کاغذ پر لکھ کر
کچھ نہیں رکھا تھا بلکہ ۴۵ منٹ تک برجستہ اپنے موضوع پر تقریر کی تھی۔ دوران
تقریر میں ہال چیرز سے گونج رہا تھا۔ اور اخبار کے نمائندوں نے لکھا تھا کہ
[illegible] applause یہ تقریر سنی گئی۔ صدر جلسہ یعنی جگت
گرو کا خاتمہ جلسہ پر بیان قابل دید ہے۔ کانفرنس کے حالات پر تبصرہ کرتے
Extract from Page ہوئے ۲۰ مقرروں میں صرف میرا نام لے کر فرمایا۔
159 of "Proceedings of All Faiths Conference - [illegible]
(1933) - Nothing was more pleasing than the

remark of Moulana I.A. Haideri that he holds all to be Muslims who accept the principle of surrender to God for according to him ... Mus Sur-render.. There is, thus, no change of allegiance on the part of any to realise this principle common to all Faiths" [from the concluding remarks of the President: DR Kuitkoti]

سید نظام حسین لاڑکانوی مرحوم کی خوشی کی حد نہ رہی جب انہوں نے
یہ دیکھا کہ ان کے مولوی صاحب کے سوا کسی اور دوسرے مقرر کے متعلق صدر
جلسہ نے ایک لفظ بھی تحسین کے ساتھ نہ کہا۔ چند روز وہاں رہ کر بمبئی آیا
بمبئی میں چند روز کے قیام میں متعدد مجالس میں بیان کرنے کا موقع ملا۔ شفیقی آغا
مرزا محمد صادق اصفہانی نے مغل مسجد میں ایک مجلس کا وعدہ لیا۔ مجمع کافی ہو گیا
اس مجلس میں سفیر دولت افغانستان اور دیگر مشاہیر اہل سنت مدعو تھے۔
مجھ سے اصفہانی صاحب نے فرمایا کہ مولانا اہلسنت آج کافی تعداد میں آ گئے
ہیں ذرا احتیاط کی ضرورت ہے۔ میں نے کہا آپ نے مجھے کبھی بے احتیاطی کرتے
بھی دیکھا ہے جو آج فرمائش کر رہے ہیں۔ وہ خاموش ہو گئے۔ ختم مجلس کے

بعد میرے پاس آئے اور کہنے لگے سفیر افغانستان تشریف فرما ہیں آپ چل کر ان سے ملاقات کر لیجئے۔ آج کی مجلس بے حد کامیاب ہوئی ہے اور ہر شخص تعریف کرتا ہوا جا رہا ہے۔ میں نے کہا جناب والا مجھے سفیر صاحب کی ملاقات کی خواہش نہیں ہے اگر ان کو مجھ سے ملنے کی خواہش ہے تو میرے پاس تشریف لے آئیں۔ اصفہانی صاحب نے بے حد عاجزی سے کہا کہ میری خاطر سے آپ چلے چلیں وہ منتظر ہیں۔ میں بدرجہ مجبوری گیا۔ وہ میری تعظیم کو کھڑے ہوئے معمولی تعارفی الفاظ کے بعد فرمانے لگے۔ "آقائے لقار علی شما تنہا برائے شیعیان عالم نیستید۔ شما برائے ما اہلسنت والجماعت ہم عالم ہستید۔ میں نے کہا "آقائے محترم۔ شما شیعہ نیستید؟" یہ سنتے ہی اصفہانی صاحب اور ان کے ساتھی تو بدحواس ہو گئے کہ اب شیعہ سنی اس شخص نے لڑا دیا۔ پھر میں نے کہا در لغت "شیعۃ الرجل بالکسر۔ پیروان ویاران مرد ودیگر ہے از ہوادار ان علیؑ و اولاد فاطمہؑ دہواسم لہم خاصاً"۔ یہ سنتے ہی فرمانے لگے۔ "الحمدللہ من فخری کنم کہ من ہم شیعہ علی و اولاد فاطمہ ہستم۔"

مجلس بخیر و خوبی ختم ہوئی۔ سردار صلاح الدین سلجوقی سفیر دولت افغانستان نے اپنے بنگلہ پر جا کر مجھے ایک خط بھیجا جو درج ذیل ہے۔ اس سے موصوف کی دلچسپی کا اندازہ ہو سکے گا۔

نقل خط سردار صلاح الدین سلجوقی سفیر دولت افغانستان۔

مونوگرام

دولت شہنشاہی افغانستان

حضرت الفاضل العلامہ جناب آقای مولانا لقار علی صاحب اشکر اللہ سعیکم

موعظات خیلے عالمے شما را راجع باسلام و اتحاد فرق اسلامی شنیدم موضوع موعظات شما و اجادت بیان و طرز استدلال شما فوق العادہ موجب سرور و مباہات من شد۔ عالم اسلام کنونی بمثل شما علمای جامع و فکور کہ دارای معلومات دیروزہ و امروزہ باشند سخت محتاج است اسلوب موعظات شما با زبان دانی ہای شما از موفقیت ہای مزید آیندہ شما اشعار می کند۔ من از خداوند مہربان خود آرزومندم کہ امثال شما علمای کثیر العلم و وسیع النظر با موجودیت زندہ و قوی در دنیای اسلامی باشند تا مسلمانان بمزیت اتحاد کماہی واقف شوند۔ من جناب شما را از ہر جہت یک عالم حقانی و خادم حقیقی اسلام دانستہ مزید عمر و تکثیر امثال شما را از خداوند نیاز می کنم۔

مخلص شما

(دستخط) صلاح الدین سلجوقی

اس دن کے بعد ۱۹۳۳ء میں شملہ میں ملاقات کا موقع ہوا۔ موصوف نے میری دعوت کی جس میں مولانا شوکت علی صاحب مرحوم بھی شریک تھے۔ مجھ سے وعدہ لیا کہ جب کبھی میں جاڑے کے موسم میں دہلی آؤں تو موصوف کا مہمان

ہوئی۔ دیر کو جب سلجوقی صاحب افغانستان کے وزیر اعظم ہو گئے میرا
ایک عزیز مسٹر مختار جمیل ایم۔ اے قندھار جغرافیہ کے لکچرر مقرر ہو گئے۔
انہوں نے مجھ سے خواہش کی کہ ایک خط سفارشی سردار صاحب کے نام
ان کو دیدوں۔ میں نے خط دیدیا اور جب وہ ایک مرتبہ قندھار سے کابل
گئے اور سردار صلاح الدین سلجوقی وزیر اعظم سے ملاقات کی اور میرا خط
دیا تو موصوف نے آٹھ روز تک اپنا مہمان رکھا۔ اپنے موٹر پر سارے
شہر کی روزانہ سیر کرائی اور کہا تم کو جب کسی چیز کی ضرورت ہو مجھے لکھنا
میں تمہاری مدد کروں گا میرے دل میں مولانا حیدری صاحب کی بیحد عزت ہے
پھر لکھنؤ پہونچ کر جناب قبلہ وکعبہ کو حالات سنائے بیحد خوش ہوئے
مختلف مقامات پر تبلیغی دورہ کیا اور لوگوں کو مدرسہ کا ہمدرد بنایا۔ نومبر
سنہ ۳۳ء میں جبلپور کی سیرۃ کمیٹی نے اس سال پھر بہ اصرار بلایا اور مختلف
مقامات پر دورہ کرتا ہوا جبلپور ۲۲ نومبر کو پہونچا۔ اسی دن جلسہ کی بنا
ہوئی۔ دوسرے دن انجمن کے اسکول میں طلباء کے لئے تقریر کی پھر شام کو
ٹاؤن ہال میں تقریر ہوئی۔ دوسرے دن پھر شب کو تقریر کی بنا کی گئی اور
۱۲ بجے شب کے قریب جلسہ ختم ہوا۔ پھر وہاں سے بمبئی روانہ ہوا۔ ان
جلسوں کی کیفیت رپورٹ مرسلہ سکریٹری صاحب انجمن سیرۃ النبی جبلپور سے
واضح ہوگی جس کی نقل درج ذیل ہے۔

انجمن سیرۃ النبیؐ جبلپور کی درخواست کو حضرت ثقۃ الاسلام لسان الملۃ جناب مولانا مولوی سید لقا علی صاحب حیدری مبلغ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ نے اخلاق کریمانہ سے باوجود اپنے کثیر المشاغل اور عدیم الفرصت ہونے کے نامنظور کرنا نہ چاہا اور بمبئی جاتے ہوئے بارادہ قیام چند ساعت ہمیں ممنون کیا اور اس احسان کی کوئی حد نہیں رہی جبکہ مولانائے موصوف ہماری استدعا کو تین دن تک برابر شرف قبول بخشا گئے اور جبلپور کی پبلک کو تین دن میں چار وعظ بیان فرما کر محظوظ فرمایا گئے۔ مولانا ئے موصوف کے مواعظ کی خوبیوں کے شاہد صرف ہم ہی نہیں بلکہ ہمارے برادران ہنود بھی ہیں۔ چنانچہ پہلا وعظ آٹھ بجے شب سے گیارہ بجے شب تک جس میں ہزاروں مسلمین و ہنود کا مجمع تھا۔ بمقام ٹاؤن ہال بہ صدارت عالیجناب معظم و مکرم حاجی سراج احمد صاحب ریٹائرڈ ای۔ اے۔ سی معراج شریف پر ہوا۔ جس میں مولانائے موصوف نے اتحاد انسانیت و غرض بعثت رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ثبوت معراج جسمانی بدلائل عقلی کچھ اس طرح بیان فرمایا کہ تمام حاضرین بے حد مسرور و محظوظ ہوئے بلکہ ہنودوں نے تو یہاں تک ظاہر کیا کہ ہم نے ایسا بیان کبھی نہیں سنا تھا۔ دوسرا وعظ بھی ٹاؤن ہال ہی میں بہ صدارت عالیجناب معزز و محترم جناب مسٹر [illegible] صاحب بیرسٹر ایٹ لا و پبلک پراسیکیوٹر جبلپور اسلام اور رواداری

پر ہوا۔ اس وعظ کی مختصر تعریف یہ ہے کہ ہزاروں ہندو و مسلمانوں کا مجمع ساڑھے تین بجے دن سے ساڑھے پانچ بجے شام تک ہمہ تن گوش تھا۔ اس وعظ کی یہ خصوصیت تھی کہ باوجود علالت طبع عالیجناب آنریبل یوسف شریف صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔ منسٹر لوکل سلف گورنمنٹ و محکمہ تعلیمات بھی تشریف لاکر مشاب ہوئے۔ چونکہ مغرب کی نماز کا وقت قریب تھا اس واسطے جلسہ ختم کر دیا گیا۔ اور جناب صدر صاحب اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکے۔ دوسرے روز انجمن کے سکریٹری اور ممبران صاحب موصوف کا شکریہ ادا کرنے کی غرض سے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو صاحب موصوف نے نہایت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ "وقت نہ ہونے کی وجہ سے میں اپنے خیالات کا اظہار نہ کر سکا۔ میں مولانا کی تقریر سے بے حد خوش ہوا۔ مولانا ایک بڑی قابل قدر ہستی ہیں۔ جس قسم کی تقریر مولانا نے فرمائی اسی کی ضرورت موجودہ زمانے میں ہے جو ہر شخص کے لئے مفید ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر مولانا کی ایسی دو چار ہستیاں اور ہندوستان میں ہوں تو تمام جھگڑے فساد اور ظلم ختم ہو جائیں اور ہر شخص کسی مذہب یا ملت کا ہو نہایت آرام اور چین سے زندگی گزارے۔ مولانا بے شک نہایت لائق و فائق مبلغ اسلام ہیں میری زبان میں اس قدر طاقت نہیں کہ ان کی تعریف کما حقہ کر سکوں۔" تیسرا وعظ دس بجے دن کو صرف ایک گھنٹہ کے

لئے انجمن اسکول میں طلبائے انجمن اسلامیہ اسکول جبلپور کی درخواست پر مخصوص طلبائے انجمن اسلامیہ کے سامنے ہوا جس میں مولانائے موصوف نے طلبا کو فرض شناسی و تعلیم شریعت اسلام پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی

چوتھا وعظ شب کے وقت نو بجے سے ساڑھے گیارہ بجے تک بصدارت عالیجناب خان بہادر سید ذاکر علی صاحب۔ آئی۔ ایس۔ او۔ ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر اسی موضوع اسلام اور رواداری پر ہوا۔ مجمع حسب سابق ہندو و مسلمانوں کی کثرت پر مشتمل تھا۔ مولانا کا بیان۔ اور موضوع بھی بہترین۔ کیا کہنا اس تقریر کا۔ مولانائے موصوف نے اس تقریر میں عیسائیوں کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے عصمت انبیا اور آنحضرتؐ کا افضل الناس ہونا بیان فرمایا ان تمام بیانات کی خصوصیت یہ تھی کہ مولانا نے مذہبی دنیا میں سے کسی کے مذہب کے خلاف کوئی جملہ زبان سے نہ نکالا اور غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کے وعظ میں یہاں ہندو بھی شریک ہوتے ہیں اور اس کے بعد اسٹیشن بارادہ بمبئی روانہ ہو گئے۔ ہم مولانائے موصوف و مدرسۃ الواعظین کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں پاتے صرف یہ دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم مولانائے موصوف کو تا صد و سی سال قائم و دائم رکھے اور ان سے ایسے ہی معرکۃ الآرا بیان کا ظہور ہوا اور مدرسہ مذکور ہمیشہ باقی رہے اور اس سے دوسرے دوسرے مولانا ظفار علی صاحب پیدا ہوتے رہیں۔ (دستخط) خادم ملت عبدالغنی سکریٹری

مسٹر منترا صدر جلسہ نے جب نہ وہ میرے ہمراہ ماربل راکس کے معائنہ کو گئے۔ اور اپنی کار میں صرف مجھ کو ہمراہ لے گئے صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ میرے بیان سے وہ اس درجہ متاثر ہوئے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلم کہنے اور سمجھنے کے لئے تیار ہیں۔ ماربل راکس کی سیر کے لئے انجمن کے ارکین بھی گئے تھے اور جب ہم کار سے اترے اور مسٹر منترا کے خیالات ان لوگوں نے سنے تو ان کی مسرت کی حد نہ رہی۔

جبلپور سے بمبئی آیا یہاں چند روز قیام کر کے حیدر آباد گیا۔ بہت سے جلسوں میں نہایت کامیاب تقریریں ہوئیں۔ سرکار اعلیٰحضرت نے اکثر میں شرکت فرمائی۔ اور تقریر پسند فرمائی۔ دو مرتبہ باریابی کا شرف بھی عطا فرمایا۔ مولوی حاجی سید فتح اللہ صاحب امام بوہرہ (سنی جماعت) برابر مجالس میں شریک ہوتے رہے۔ موصوف کا خط اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

مکرمی جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب دام الطافہ۔ السلام علیکم۔ خیریت جانبین مطلوب۔ جناب مولوی لقا علی حیدری صاحب تقریباً چار پانچ سال سے یہاں تشریف لایا کرتے ہیں اور اپنا فرض منصب تبلیغ اسلام کا نہایت خوبی سے ادا فرماتے ہیں جس سے ہم اور سب سامعین ممنون و مشکور ہیں جزاہ اللہ خیرا وضاعف اجرًا۔ (احقر فتح اللہ وفقہ اللہ۔ سلیمانی مسجد۔ بارہ گلی۔ مرقوم ۱۰ ر صفر ۱۳۵۲ھ

حیدر آباد دکن

نواب سالار جنگ بہادر اور مہاراجہ سرکرشن پرشاد سے متعدد بار ملاقاتیں کیں۔ مدرسہ کی ہمدردی پر آمادہ کیا۔ مہاراجہ بہادر نے ایک خط اور ایک سلام بھیجا تھا جو درج ذیل ہے

خواجہ منش ! ۲۷ رصفر ۱۳۵۲ھ

محب شاد مولوی نقار علی صاحب حیدری

جب کبھی آپ کا حیدر آباد آنا ہوتا ہے تو مجھ کو آپ کی تقاریر کے سننے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ آپ کی اسلوب انداز شان ہنر اور سلیقہ سے مسائل علمی اور مباحث مذہبی پر تنقید اور تقریظ کرتے ہیں اس میں آپ کو ایسی خصوصیت حاصل ہے کہ وہ امور بھی جو مختلف فیہ ہونے کے مد نظر نزاکت رکھتے ہیں بڑی سلجھاوٹ کے ساتھ بیان میں آتے ہیں جس سے مختلف الخیال اشخاص بھی خوشگوار اثر حاصل کرتے ہیں۔ آپ کی تقریر کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ گو آپ حقیقتاً مذہب اسلام کے حقائق اور اصول کی تبلیغ کرتے ہیں مگر رواداری کا رنگ آپ کی تقریر پر ایسا غالب رہتا ہے کہ بلا قید مذہب ہر سامع کو حظ سماعت حاصل ہوتا ہے۔ اگر مبلغین عام طور پر آپ کا رنگ اور طریقہ اختیار کریں تو آئے دن کے مجادلوں کی نوبت ہی نہ آئے۔ واللہ المستعان علی ما تصفون۔

(دستخط فقیر کرشن پرشاد شاد)

سلام

محرم آمد دیگر ہلالِ غم ہویدا شد
دلِ پیر و جوان را شاد ہر دم درد پیدا شد
ملائک حور و غلمان سینہ کوبان چشم گریاں اند
ز فریادِ دلِ رضوان بجنت حشر برپا شد
علیؑ و مصطفیٰؐ گریاں بصد اندوہ می گفتند
بہ پیشِ حضرتِ داور کہ زخمی قلبِ زہراؑ شد
ندا آمد حبیبِ من مکن گریہ صبوری کن
کہ صبرِ ہر مصیبت را جزا از درگہِ ما شد
بحقِ پنجتن اے شادؔ کامِ دل روا گردد
بحالِ زارِ تو لطفے اگر از شاہِ بطحا شد

مدراس میں مسلم یوتھ کانفرنس آف ساؤتھ انڈیا کی طرف سے ایک دعوت نامہ آیا کہ ۱۴ر لغایت ۱۶ر اپریل ۱۹۳۲ء ایک واعظ کی ضرورت ہے جو انگریزی میں مذاہب عالم کی کانفرنس میں تقریر کر سکے۔ مدرسہ نے میرا نام بھیج دیا اور مجھے ہدایت کی کہ حیدرآباد۔ بمبئی۔ مدراس کے دورہ سے فارغ ہو کر میں اس کانفرنس میں شرکت کروں۔ مختلف مقامات پر گردش کرتا ہوا رائچور (علاقہ حیدرآباد دکن) پہونچا یہاں ایک ہائی اسکول میں ایک ہندو پرنسپل کی صدارت میں

تقریر (انگریزی میں) کی۔ طلباء۔ اساتذہ اور دوسرے شہر کا بچہ بچہ خوش ہوئے میر احمد علی صاحب مرحوم تعلقدار اول (کلکٹر تھے) انہوں نے چند جلسہ عام میں تقریریں کرائیں۔ جس کا اثر ہندو مسلم سب پر یکساں ہوا۔ رائچور سے مدراس میں صرف چند گھنٹے قیام کیا کوئی تقریر نہ کر سکا۔ بنگلور میں حاجی مرزا علی رضا صاحب شوستری مرحوم کے مکان پر قیام کیا۔ موصوف بنگلور کے ممتاز حضرات میں سے تھے آپ کے فرزند مرزا ہاشم سلمہ موجود تھے دوسرے صاحبزادے ولایت تعلیم کے واسطے گئے تھے۔ کانفرنس میں مذاہب عالم کے نمائندے بلائے گئے تھے۔ چونکہ تمام مذاہب کی نمائندگی بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر نہ ہو سکی اسلئے صرف باہر سے آنے والے حضرات سے صرف اسلام کے مختلف عناوین پر تقریریں کرائیں۔ اس کانفرنس میں مدراس کے سب سے بڑے دولت مند تاجر مسٹر سیٹھ عبدالحکیم صدر تھے دوسرے دن مسٹر لوکر بیرسٹر ایٹ لا صدر ہوئے۔ انہوں نے انگریزی میں تقریر کی۔ جو مجھے تو پسند نہ آئی مولوی بہادر خاں صاحب حیدرآبادی بھی جو اس وقت تک نواب بہادر یار جنگ نہیں ہوئے تھے۔ بلائے گئے تھے انہوں نے بھی اچھی تقریر کی۔ مجھ سے دو تین تقریریں کرائی گئیں جن کا اثر بہت اچھا ہوا۔ ابھی کانفرنس ختم نہ ہوئی تھی کہ مسٹر عبدالجبار خلیل ایڈوکیٹ جو اس کانفرنس کے آنریری جنرل سکریٹری تھے میرے پاس آئے اور کہا کہ جناب مولانا صاحب میں نے بغیر آپ کی اجازت

حاصل کیے ہوئے یہاں کی مقامی عیسائی انجمن کے سکریٹری سے وعدہ کرلیا ہم کہ آپ ان کے جلسے میں ۱۵ اپریل ۱۹۳۴ء کو تقریر فرمائیں گے اور موضوع تقریر "قرآن مجید کلام ربانی ہے" ہوگا۔ تقریر انگریزی میں ہوگی۔ میں نے ان کی اس نوازش کا شکریہ ادا کیا۔ میں ہمیشہ ایسے مواقع کی تلاش میں رہتا تھا جہاں غیر مسلمین کے مجمع میں اسلام کو پیش کرسکوں۔ مولوی بہادر خاں نے بھی مجھ سے درخواست کی کہ اگر نامناسب نہ ہو تو وہ میرے ہمراہ مع اپنے بچے کے چلیں۔ میں نے کہا تمہیں اختیار ہے اپنے ہمراہ جس کو چاہو لے جاؤ۔ شفیق حاجی مرزا علی رضا صاحب شوستری بھی جانے کو تیار ہوئے۔ دوسرے حضرات کو اول تو دعوت نہیں دی گئی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے نزدیک اس کانفرنس کی اہمیت بھی نہ تھی ورنہ اور بھی چند حضرات جاتے اور دراصل بنگلور کے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو پتہ بھی نہ تھا کہ مولانا القارعلی حیدری انگریزی میں بے ساختہ کسی اہم موضوع پر کس طرح تقریر کرتے ہیں۔ خدائے تعالے کے فضل اور حضرات معصومینؑ کی مدد کے بھروسہ پر میں مع اپنے ۲ ½ رفقا کے پہونچا۔ مجھے دعوے ہے کہ اگر میری جگہ کوئی دوسرے صاحب ہوتے تو یقیناً حواس باختہ ہوجاتے۔ نہایت شاندار بنڈال تھا اور سارے مجمع میں مقرر کے علاوہ صرف دو جوان اور ایک بچہ مسلم جماعت کا نمائندہ تھے۔ اس انجمن کا نام جس نے کانفرنس کی بنا کی تھی۔ Internation...

Religious Fellowship of

"Christ" تھا۔ مسٹر ہنٹن ر. Mather وزیر مال ریاست میسور جو
ایک جوشیلے عیسائی تھے صدر جلسہ رہتے۔ حاضرین کی چارپائی کا انتظام ان کی طرف
سے تھا۔ مجمع کسی طرح ایک ہزار سے کم نہ تھا اور سب کے سب اعلیٰ تعلیم یافتہ
اور جنوبی ہند کے مختلف مذاہب کے نمائندے تھے۔ ان کی رائے میں کوئی مسلم
اس قابل نہ تھا کہ اس کو شرکت کی دعوت دی جاتی ورنہ صرف ۲½ مسلم
اس جلسے میں نہ ہوتے۔ میں نے تقریر شروع کی۔ ایک گھنٹے کے قریب
میں نے "قرآن مجید" کے متعلق بیان کیا اور ثابت کیا کہ قرآن مجید حقیقتاً
کلام ربانی ہے۔ میری تقریر کے بعد صاحب صدر جلسہ نے حاضرین کو اجازت
دی کہ وہ مجھ سے تقریر کے بابت اگر کچھ شبہ ہو تو سوال کر سکتے ہیں دوران
تقریر میں لوگ میری تقریر کے متعلق نوٹ کرتے جاتے تھے۔ اب چاروں
طرف سے سوالات کی بوچھار شروع ہوئی صدر جلسہ نے کہا آپ لوگ صبر سے
کام لیں۔ ایک ایک صاحب اپنا اعتراض پیش کریں اور مقرر سے امید ہے
کہ وہ جواب دے کر حاضرین کا اطمینان کریں گے۔ میں نے تمام سوالات کا
جواب نہایت خندہ پیشانی سے دیا۔ کسی جگہ یہ ظاہر نہ ہونے دیا کہ میں اعتراضات
سے گھبرا رہا ہوں یا جواب دینے سے قاصر ہوں۔ درجنوں مختلف قسم کے
اعتراضات کے منجملہ ایک یہ تھا۔ ایک صاحب نے فرمایا "You Say

that Islam is nothing but toleration.
Why then there is Conversion in
i.e. Islam?"

"My dear friend, I am sorry جواب دیا۔
you did not follow me. I have
already stated that Islam means
submission & resignation to the will of
God. When it is so, where does Con-
-version lie?"

اس کو سارے مجمع نے پسند کیا اور صدر جلسہ نے مزید سوال کرنے

"The patience and tolerance with سے روکا اور فرمایا
which the learned speaker replied to
relevant & even irrelevant questions
was the main characteristic of the
speaker. He has proved that Quran
is the word of God and that Mu-
hammad is the true prophet of

of Allah." The meeting ended with loud + hearty cheers to the Speaker.

جلسہ ختم ہوا۔ چائے پانی سے فارغ ہو کر جب باہر نکلے تو مولوی بہادر خاں میرے قدم چھونے لگے اور کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کو اتنا بڑا آدمی نہیں سمجھتا تھا۔ میں آپ کی تقریر کا تو لوہا مانے ہوئے تھا لیکن بے ساختہ مختلف قسم کے اعتراضات کا جواب اس خندہ پیشانی سے دینا اور سارے مجمع کو مطمئن کر کے داد حاصل کر لینا یہ آپ ہی کا کام تھا۔ بعد دعائیں دیتے ہوئے گئے۔ اب آج پھر ۸ بجے شب کے مسلم کانفرنس کا آخری اجلاس تھا اس کے صدر مسٹر بوکر تھے۔ اس نام کی جب آپ کو تشریح معلوم ہوگی تو آپ بے ساختہ ہنس پڑیں گے۔ یہ حضرت جب ولایت گئے تو اردو بالکل نہیں جانتے تھے آپ کا نام تھا "ابو بکر" جس کو آپ نے ولایت میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ عرب کے لفظ کو انگریزی لباس پہنا کر منگلش کر دیا۔ اور مسٹر بوکر ہو گئے۔ اس جلسہ میں مولوی بہادر خاں کے پیر صاحب بھی شریک تھے۔ مولوی بہادر خاں صاحب مہدوی تھے۔ یعنی سید محمد صاحب جونپوری کو مہدی موعود جانتے تھے۔ اس فرقے کے دس ہزار اشخاص حیدر آباد میں اس وقت تھے۔ میری موجودگی میں مولوی بہادر خان نے اپنے پیر صاحب سے کہا۔ میرے دل میں حسرت تھی کہ کسی موقعہ پر میں مولوی

لقار علی صاحب حیدری سے بازی لے جاؤں لیکن موقعہ نہیں ملتا تھا۔ ابھی ربیع الاوّل گزشتہ میں میں اور مولوی صاحب گلبرگہ شریف جلسۂ سیرۃ میں تقریر کے واسطے گئے۔ حیدرآباد سے میں اور مولوی صاحب دونوں ایک ہی ڈبہ میں ہمسفر رہے۔ پھر وہاں پہونچ کر ایک ہی جگہ قیام بھی کیا۔ میں نے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ آپ بزرگ ہیں میں آپ کے بعد تقریر کرنا نہیں چاہتا اگر آپ اجازت دیں تو میں پہلے کچھ عرض کر لوں پھر آپ تقریر فرمائیں۔ مولانا صاحب نے کہا مجھے کوئی عذر نہیں۔ زندگی بھر میں نے کبھی قبل و بعد کی فکر ہی نہیں کی ہے۔ اور ہر میدان میں خداوند عالم کی نصرت میرے ساتھ رہی ہے۔ جلسہ گاہ میں ہم لوگ پہونچے حسب قرارداد ضروری نعت خوانی کے بعد میں اسٹیج پر آیا۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ ۹ بجے شب سے ۱۲ ½ بجے تک میں نے ایسی تقریر کی کہ اس سے پیشتر کوئی تقریر ایسی شاندار اور پراثر نہیں ہوئی تھی۔ مجمع میں کافی جوش پیدا ہو گیا تھا۔ اور ہر طرف سے نعرۂ تکبیر اور صلوات کے نعرے بلند ہو رہے تھے۔ اب میں نے تقریر ختم کی اور مولانا لقار علی صاحب حیدری سے صدر جلسہ نے خواہش کی کہ وہ بھی کچھ بیان فرمادیں مجھے یقین تھا کہ اب مولانا صاحب کچھ نہ کہہ سکینگے۔ مولانا صاحب اسٹیج پر آئے چند منٹ میں آپ نے کچھ ایسا اثر پیدا کر دیا کہ سارے مجمع کو یاد بھی نہ رہا کہ اس سے قبل کوئی تقریر وہ لوگ سن چکے ہیں ۵ بجے صبح تک

مولانا نے ایسی شاندار تقریر کی کہ گلبرگہ کی تاریخ میں یادگار ہے۔ انسپکٹر جنرل پولیس ڈائس کے قریب بیٹھے تھے ان کو ۵ ½ بجے ریل سے حیدرآباد ایک ضروری کام کی وجہ سے واپس جانا تھا اور کچھ کروٹیں بدل رہے تھے مولانا کو یہ تو معلوم نہ تھا کہ آپ پولیس کے افسر اعلیٰ ہیں یا کون ہیں فرمایا اگر آپ تھک گئے ہیں تو جاکر آرام کرسکتے ہیں میں ابھی اپنے بیان کو ختم کرنے کو تیار نہیں ہوں۔ مجمع کی ہر طرف سے آواز آئی ہم اور سننا چاہتے ہیں جو جانا چاہے چلا جائے۔ فوراً گلبرگہ شریف کے سپرنٹنڈنٹ پولیس (ڈسٹرکٹ پولیس) کھڑے ہوئے اور کہا کہ میاں یہ انسپکٹر جنرل صاحب اس تقریر کو چھوڑ کر جانا تو نہیں چاہتے لیکن مجبور ہیں ایک ضروری سرکاری کام کے لئے آپ کو کل دوپہر سے قبل حیدرآباد موجود ہونا ضروری ہے۔ مولانا نے ان کو خوشی اجازت دی اور وہ بے حد اظہار افسوس کرتے ہوئے گئے۔ ۵ ½ بجے مولانا نے تقریر ختم کی اور سارا مجمع مولانا افقار علی حیدری زندہ باد کے نعرے لگاتا ہوا رخصت ہوا۔

مسٹر عبدالجبار خلیل نے ایک تحریر مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کو بھیجی تھی جس کی نقل درج ذیل ہے۔ اس سے پوری کیفیت اس کانفرنس کی اور تقریروں کی ظاہر ہوگی۔

From A. J. Khaleel, B.A., LL.B.,
General Secy, the Muslim Youth Conference
Bangalore. 13. 5. 1934.

Honorable Sir, I have no adequate words to praise the institution which has got people of the type of Maulana Syed Ali Sb Heidari. Even though the Conference for which his services were required was unavoidably postponed that representatives of other faiths could not be got, yet the the presence of Maulana Sb was utilised to do work of a religious nature as well, not to mention the learned discourses which he gave in the youth Conference. The International Religious Fellowship of Christ had arranged a meeting of their association and a Muslim gentleman who could give a lecture on the Holy Quran was wanted. The Secretary

approached me for this purpose. With full faith in God and depending upon the presence of Maulana Sb. and even without consulting him, I gave his name. Mr. Nathan, a very religious minded Christian presided over the meeting. The discourse of the Maula was very much appreciated more so his answers to critical questions went a long way to remove the doubts and misgivings they had about Islam. The audience consisted of the pick of the intellectuals in the south representing almost all faiths present. More propaganda for Islam has been done by this one lecture than I could have done by three conferences." ...

بھاگلپور سے لکھنؤ واپس ہوا۔ ماہ مبارک میں مدرسے میں لکھنؤ یونیورسٹی کے
اُردو کے چیئرمین صاحب کی ایک تحریر آئی کہ "برہمو سماج ہال لکھنؤ میں راجہ
رام موہن رائے بانیٔ برہمو سماج کی برسی کے سلسلہ میں جلسہ ہونے والا
ہے اس میں مختلف مذاہب کے نمائندوں کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ
آن کر تقریر کریں۔ مجھ سے خواہش کی گئی ہے کہ میں کسی شیعہ مقرر کو نامزد
کروں جو انگریزی میں مذہب جعفری کی نمائندگی کر سکے۔ لہٰذا چاہتا ہوں
کہ آپ (متولی مدرسۃ الواعظین) مولانا نقار علی صاحب حیدری کو اس جلسہ
میں تقریر کے واسطے آمادہ کر دیں۔" قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔ میرا نامزد
کیا گیا اور تاریخ مقررہ پر میں جانے کو آمادہ ہوا۔ میرے ہمراہ مولوی سید اکبر
حسین صاحب[1] مرحوم جوائنٹ سکریٹری۔ مرزا عابد حسین صاحب[2] سلمہ سکریٹری۔
بابو اچھن صاحب[3] مرحوم۔ مولوی سید حسین صاحب[4] قمی مجاہد (آل) جو اس وقت
ڈھاکہ میں ہیں، مولوی محمد بشیر صاحب[5] (بشیر الملۃ انصاری) مولوی محمد نذیر صاحب[6]
ہال تک گئے۔ ۸ بجے شب کے جلسہ شروع ہونے والا تھا۔ جب جلسہ گاہ
کے قریب پہونچے روشنی کا اہتمام کافی تھا۔ جلسہ گاہ میں بہت سی لیڈیز بھی
نظر آئیں نمبر ا و ۵ و ۶ تو عورتوں کو دیکھ کر سیدھے مدرسہ واپس گئے اور ہم
مع اپنے ۳ ساتھیوں کے اندر داخل ہوئے۔ لکھنؤ میں کسی اعلیٰ تعلیم یافتہ
مجمع کے روبرو انگریزی زبان میں تقریر کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ ذاتی طور پر متردد

[illegible] سالانہ کے موقع پر لیا گیا تفصیل
[illegible] (ص - ۳۰۱)

صاحب کے داہنی طرف مولوی ابن حسن صاحب نمبر ۳ [illegible]
خواجہ غلام الثقلین صاحب پانی پتی ۴ رئیس
مولوی محمد [illegible] علی صاحب مہدوی
[illegible] ۱۱ حضرت مولانا رضوی سید کلب حسین
صاحب [illegible] کے خطیب اعظم حضرت مولانا سید محمد صاحب
سید صاحب ایڈوکیٹ صدر مجلس شیعہ اتحاد
نمبر صاحب مولوی [illegible] صاحب جناب خواجہ
خواجہ عابد حسین صاحب سہارنپوری -

بیٹھے ہوئے داہنے سے نمبر ۲ نواب سید حسن مرزا صاحب
حیدر مرزا صاحب نمبر نواب سید کاظم مرزا صاحب
مرتضیٰ مرزا صاحب

[illegible] کے [illegible] میں نمبر ۲ کی پشت [illegible] حسن
[illegible] کی پشت پر آپ سید مصطفیٰ مرزا

تھا کہ اگر سب سے پہلے مجھ سے تقریر کو کہا گیا تو کیا کہوں گا۔ خداوند عالم سے
دعا کر رہا تھا کہ مجھے چند مقررین کے بعد موقع دیا جائے۔ الحمدللہ دعائیں قبول
ہوئیں اور سب سے پہلے Dr. Kumar Appa Ph.D. نے
تقریر شروع کی۔ ان کا موضوع تھا "The Essence of Religion"
موصوف نے اپنے ولایت جانے کے حالات بیان کئے اور مختلف ملکوں میں
گردش کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام مذہب کا ایسنس ہیں۔
ان کے بعد ستی آریہ سماج کے صدر نے "راجہ رام موہن
رائے" موضوع قرار دے کر تقریر کی۔ پھر ایک اور صاحب کھڑے ہوئے
اور انہوں نے برہمو سماج کی تاریخ اور آریہ سماج کے اغراض و مقاصد کی تشریح
کی۔ اب چوتھا نمبر میرا تھا۔ میں پلیٹ فارم پر آیا۔ میرے دوستوں کو میرے
بیان سننے کا ضرور اشتیاق بھی ہوگا اور یقیناً وہ متردد بھی ہوں گے کہ اگر
میں فیل ہو گیا تو مدرسہ کی توہین کے علاوہ خود ان کو موقعہ پہ شرمندگی ہوگی
اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا۔ میرا عنوان تقریر تھا۔ "The message
of Islam" موضوع پر تقریر کرنے سے قبل میں نے ڈاکٹر Appa
کی خوب تعریف کی اور کہا کہ آپ نے بڑی فاضلانہ تقریر کی ہے۔ اور چونکہ
آپ تاریخ کے ماہر ہیں اگر اجازت دیں تو دریافت کروں کہ حضرت مسیح
علیہ السلام کے دنیا میں آنے سے قبل بھی کوئی مذہب تھا۔ اور اس مذہب کا

۳۴۸

کچھ اینسنس بھی تھا یا نہیں۔

اس سوال کو صدر جلسہ Dr Sen نے نوٹ کیا۔ اب میں نے کہا میرا موضوع ہے پیغام اسلام۔ موضوع پر تقریر کرنے اور پیغام سنانے سے قبل میں چاہتا ہوں کہ اپنے سامعین کو بتا دوں کہ "اسلام" کیا ہے۔ اور اسکے متعلق دنیا کو جو غلط فہمی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ اسلام کے معنی ہیں "Surrender to the Will of God"

اور غلط فہمی کا سبب جو اہل مغرب کو پیدا ہوئی اور جو یقیناً اہل مشرق کو بھی ہوتی ہوگی۔ سر ایڈورڈ ڈینی سن راس۔ سی آئی ای۔ پی ایچ ڈی وغیرہ کے بیان سے ظاہر ہوگی جو موصوف نے جارج سیل کے انگریزی ترجمہ قرآن مجید کے پیش لفظ میں نہایت جرأت اور دیانتداری کے ساتھ لکھا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں: For many centuries the acquaintance which the majority of Europeans possessed of Muhammadanism was based almost entirely on distorted reports of fanatical Christians which led to the dissemination of a multitude of gross

calamnies. What was good in Muham-
madanism was entirely ignored,
and what was not good in the eyes
of Europe was exaggerated or mis-
-interpreted. It must not how-
ever be forgotten that the central
doctrine preached by Muhammad
to his contemporaries in Arabia
who worshipped the stars, to the Turks
who had no particular worship,
to the Persians who worshipped
Ormuz + Ahirman, and to the Indians
who worshipped the idols was
the Unity of God; and that the
simplicity of his creed was
probably a more potent fac-
-tor in the spread of Islam

than the Sword of the
Ghazis.

اس کے بعد میں نے کلام مجید سے ایک آیت پیش کی پھر اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا۔ اور بتایا کہ پیغام اسلام صرف نیکی ہے۔ اور یہ پیغام نیا نہیں ہے۔ جتنے انبیاء ہمارے پیغمبر سے قبل گزرے وہ سب یہی پیغام لے کر آئے تھے۔ ڈاکٹر صاحب برابر کچھ لکھے جا رہے تھے اور ہم کو اندیشہ ہو رہا تھا کہ اب ہماری تقریر پر تبصرہ کریں گے اور ہم کو صفائی پیش کرنے کا موقعہ نہ ملے گا۔ ہمارے بعد ایک صاحب اور تھے جنہوں نے اس جلسہ کے اغراض و مقاصد بیان کیے۔ اور صدر جلسہ سے خواہش کی کہ وہ اپنے خیالات سے مجمع کو مستفیض فرمائیں۔

صدر صاحب کھڑے ہوئے آپ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تھے اور سائنس میں ہندوستان میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے میری تقریر ہی سے اپنے بیان کو شروع کیا اور مجھے سخت پریشانی ہوئی کہ اب یہ میری تقریر پر اعتراض کریں گے اور میں سب کچھ سن کر گھر چلا جاؤں گا۔ لیکن میری حیرت کی حد نہ رہی جب صدر جلسہ نے حاضرین سے خواہش کی کہ وہ میری تقریر کو نوٹ کر لیں اور یاد رکھیں کہ پیغام اسلام یہ ہے جو مسٹر حیدری نے اپنی آسمانی کتاب کے حوالہ سے سنایا۔ ہم ... اس نمونہ

کی زندگی بسر کرنا چاہئے۔ اور میں مسٹر حیدری کا بڑا ممنون ہوں کہ انہوں نے ایسے فاضلانہ اور مفید بیان سے ہم سب کو محظوظ کیا۔ میں اس ادارے کو مبارکباد دیتا ہوں جس کے آپ نمائندہ ہیں۔ جلسہ ختم ہوا اور ہمارے رفقا راستہ بھر ہماری تقریر کی تعریف کرتے واپس ہوئے۔ جناب نجم الملۃ اعلی اللہ مقامہ کو جب صبح کو سکریٹری صاحب نے رپورٹ سنائی تو انہوں نے مجھے بے حد دعائیں دیں۔ اور خداوند عالم کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے عام مجمع میں صحیح طور پر اسلام کو پیش کرنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے۔

اسی ماہ مبارک میں سٹی آریہ سماج لکھنؤ کے سکریٹری نے اخبارات میں اعلان کیا کہ ان کے مکان پر ایک جلسہ کی بنا ہے اور دوسرے مذہب والوں کو "شنکا سمادہان" یعنی رفع شکوک کا موقع دیا جائے گا۔ اس جلسے کے واسطے بھی میں ہی منتخب کیا گیا۔ چونکہ ماہ مبارک میں زمانے مدرسہ میں ہی قیام کیا تھا۔ اس لئے روزے بھی رکھ رہا تھا۔ اسی حالت میں گیا اور آریہ مناظر دھرم بھکشو کی تقریر پر چند اصولی اعتراض ایسے کئے جن کا وہ جواب نہ دے سکے اور کہا کہ اب جلسے کا وقت ختم ہو گیا۔ مسلمانوں نے اسی وقت اعلان کیا کہ کل سہ پہر کو امین الدولہ پارک میں مولانا ذوالفقار علی صاحب حیدری۔ پنڈت دھرم بھکشو کی آج کی تقریر پر جو اعتراضات ہیں پیش کریں گے۔ دھرم بھکشو صاحب کو بھی دعوت دی گئی لیکن وہ نہ آئے۔ ہزاروں

کی تعداد میں لوگ جمع ہوئے جن میں ہندو بھی تھے۔ تقریر نہایت کامیاب ہوئی اور کسی شخص نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

اکتوبر ۱۹۴۲ء میں مولانا سید محمد رضی صاحب نبیرہ جناب نجم العلماء کی ہمراہی میں دہلی کرنال ہوتا ہوا شملہ پہونچا۔ اس سفر کا مقصد اصلی مولانا سید محمد رضی صاحب کا تعارف اور اس کے ضمن میں مدرسۃ الواعظین کے واسطے سرمایہ فراہم کرنا بھی تھا۔ اکتوبر میں سرکاری دفاتر سے تعلق رکھنے والے حضرات سب واپس جاتے ہیں۔ اور یقیناً ہم لوگوں کا ایسے موقعہ پر جانا بے محل سا ہوا لیکن خدا کا شکر ہے کہ بعض باہمت اور درد دین رکھنے والے حضرات کی خاص توجہ کی بنا پر مدرسہ کا وفد ناکام نہ رہا۔ انجمن حیدریہ شملہ رجسٹرڈ نے تین سو روپیہ سے زیادہ وفد کی خدمت میں پیش کئے۔ اسلامیہ اسکول اور مسجد قطب میں دو تقریریں میری ہوئیں جن میں حاضرین کی تعداد بہت کافی تھی۔ انجمن کے جلسہ کی صدارت خان بہادر نجم الدین صاحب جعفری (سنی المذہب) ڈائرکٹر انفارمیشن بورڈ نے کی اور مسجد قطب کے جلسہ کی صدارت مولانا شوکت علی مرحوم صدر مسلم لیگ نے کی۔ اس مسجد میں بدقت تمام تقریر کی اجازت ملی۔ منتظمین شیعہ کے نام سے ڈرتے تھے اور ان کو اندیشہ تھا کہ خدا جانے یہ شیعہ واعظ ہماری مسجد میں کیا بیان کر دے جس سے ہماری مسجد کی مذہبی روایات کو ضرب کاری لگ جائے۔ میرے بیان کے خلاف

گلی کوچہ میں پروپاگنڈا ہو رہا تھا اور لوگوں سے کہا جاتا تھا کہ اس جلسے میں ہرگز نہ جانا۔ ہم مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کو بلا رہے ہیں وہ آن کراچی طرح سے رد کر دیے گئے۔ خدا کی شان بے نیازی۔ مولانا شوکت علی اور مسلم لیگ کے اثر سے جلسہ وعظ کی بنا ہوئی۔ مسلم لیگ کے ارکان نے زبردست تعاون کیا اور مجمع اس قدر ہوا کہ مسجد کے ہر گوشہ میں آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ تقریر کا اثر کیا ہوا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مولانا شوکت علی صاحب نے اپنے بیان میں جو ختم تقریر پہ ہوا حاضرین سے خواہش کی کہ وہ اگر تقریر سے خوش اور مطمئن ہوئے ہیں تو مقرر کی زندگی اور صحت کی دعا کریں۔ اب سارا مجمع مولانا افتخار علی حیدری زندہ باد کے نعرے لگا رہا تھا۔ جلسہ بخیر و خوبی ختم ہوا اور سال آئندہ گرمی کے موسم میں آنے کی مجھ سے درخواست کی۔ میں نے مدرسہ کی منظوری کے بعد آنے کا وعدہ کر لیا۔ خان بہادر مرزا بدرالدین اور جناب سید حسن صاحب بلتستانی اور دیگر تبتی حضرات نے بے حد خلوص اور ہمدردی کا اظہار کیا۔ جناب محسن علی صاحب ممبر ریلوے بورڈ نے بھی کمال ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ خداوند عالم ان سب حضرات کو جزائے خیر دے۔ بدقسمتی سے یہاں بھی پارٹی بازی کا مرض پرانا ہو چکا تھا اور ایک بزرگ چاہتے تھے کہ جو کچھ ہو وہ انفرادی حیثیت سے اور ایک ہی شخص کے نام سے ہو۔ انجمن حیدریہ سے ان کو کچھ.....

اختلاف بھی تھا۔ لہٰذا انہوں نے صرف زبانی ہمدردی پر اکتفا کیا۔ ہمارا وفد کامیاب واپس آیا۔ میری اہلیہ کی وفات ہو چکی تھی۔ اور بچوں کی نگرانی کرنے والا اور گھر کے کاروبار کا دیکھنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ اسلئے میں نے مخدوم و محترم جناب مولانا محمد علی حیدر صاحب زاد فضلہ رئیس پانی پت کے مشورہ سے نواب میر اصغر حسین خان صاحب ناظم زادہ اودھ کی صاحبزادی سے عقد کر لیا۔ عماد العلما مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ مجتہد نے میری طرف سے عقد پڑھا اور منکوحہ کے وکیل مولانا صاحب پیشنماز بڈولی تھے۔ ماہ جنوری میں عقد ہوا۔ اور ۳۵ء کے شروع میں مختلف مقامات پر مولانا سید محمد رضی صاحب کی معیت میں دورہ کیا اور نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ لوگوں کو مدرسہ کا ہمدرد بنایا۔ الواعظ اور مسلم ریویو کے خریداران کی فہرست میں نمایاں اضافہ ہوا مدرسہ کو کچھ معمولی مالی اعانت بھی ملی۔ اس سفر میں الہ آباد میں چند تقریریں کرنے کا مجھے موقعہ ملا۔ ایک مجلس میں جبکہ حضرات سامعین پر کافی اثر تھا۔ مدرسہ کی اعانت کی اپیل کی۔ سید محمد ذبح الحسن صاحب ڈپٹی سب انسپکٹر نے اپریل کے مہینہ میں ۔/۵۰۰ کی رقم دینے کا وعدہ کیا۔ اور ۱۸ اپریل کو یہ رقم موصوف نے بکمال خوشی ادا کر دی۔ شملہ کے سیزن بھر کے واسطے دعوت آ چکی تھی لیکن یہ شرط تھی کہ واعظ کے صرف قیام کے واسطے جگہ دی جاسکے گی کھانے پینے اور کرایہ آمد و رفت کی ذمہ داری انجمن کے ذمہ نہ ہوگی۔ بیر

فخر الحاج عالی جناب میر اصغر حسین خاں صاحب بہادر
مرحوم ناظم زادہ اودھ نبیرہ عمدۃ الملک نواب میر
حامد علی خاں صاحب بہادر وزیر اعظم دہلی

(ص۔ ۳۰۸)

نواب زادہ جناب سید ناصر عباس صاحب قیصر مرحوم
ایڈوکیٹ ناظم زادہ اودھ۔ آپ سنہ ۴۷ء کے
ہنگامہ میں شہید ہوئے
(ص ۳۰۸)

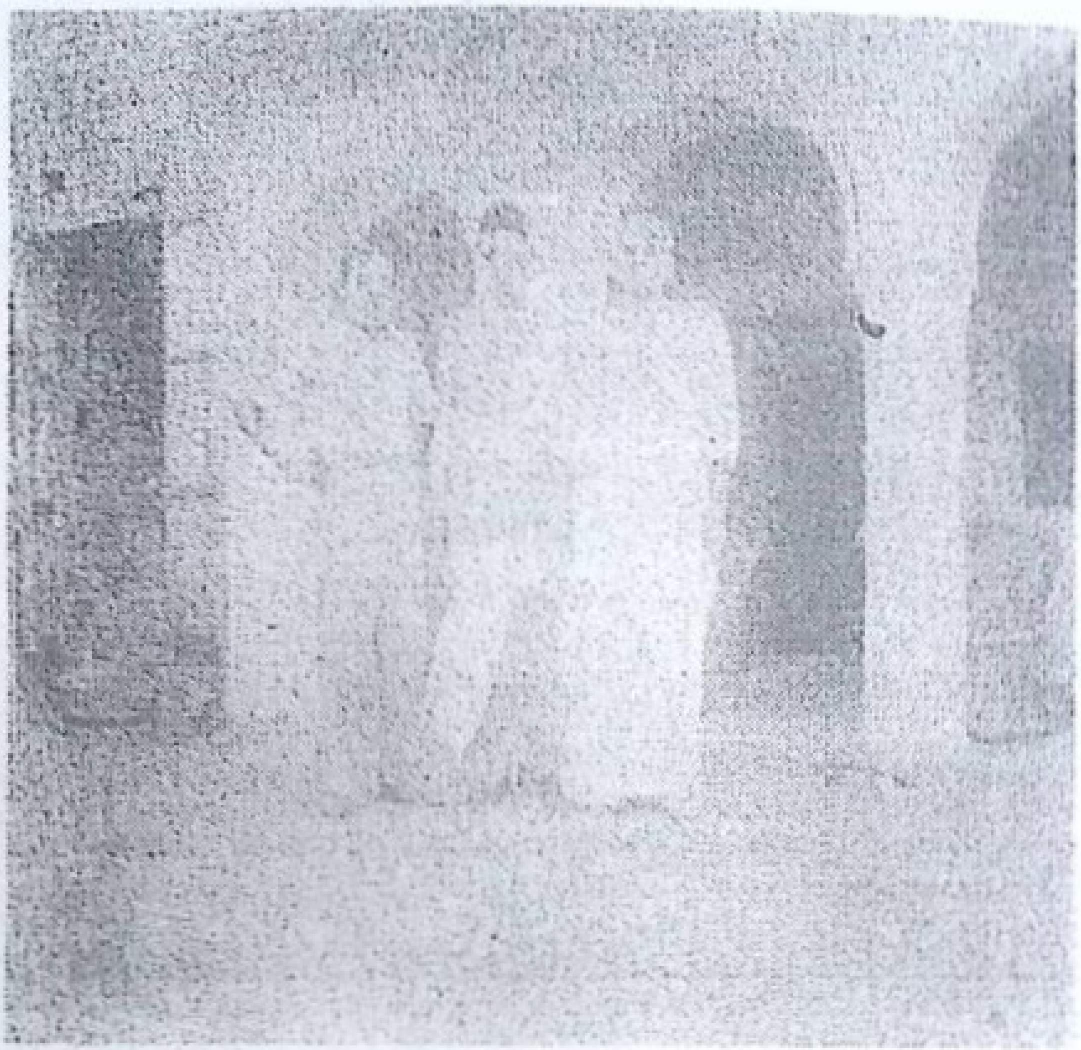

سید السادات رفیع الدرجات عالی جناب
آغا سید شبیر علی صاحب ہمدانی اعلی اللہ مقامہ
میری اہلیہ کے حقیقی پھوپھا تھے ۔ مرحوم کو
میرے ساتھ غیر معمولی محبت تھی (حیدری)
ہمراہ نواب زادہ سید ناصر عباس صاحب
قیصر مرحوم (داماد آغا صاحب)

(ص - ۳۰۸)

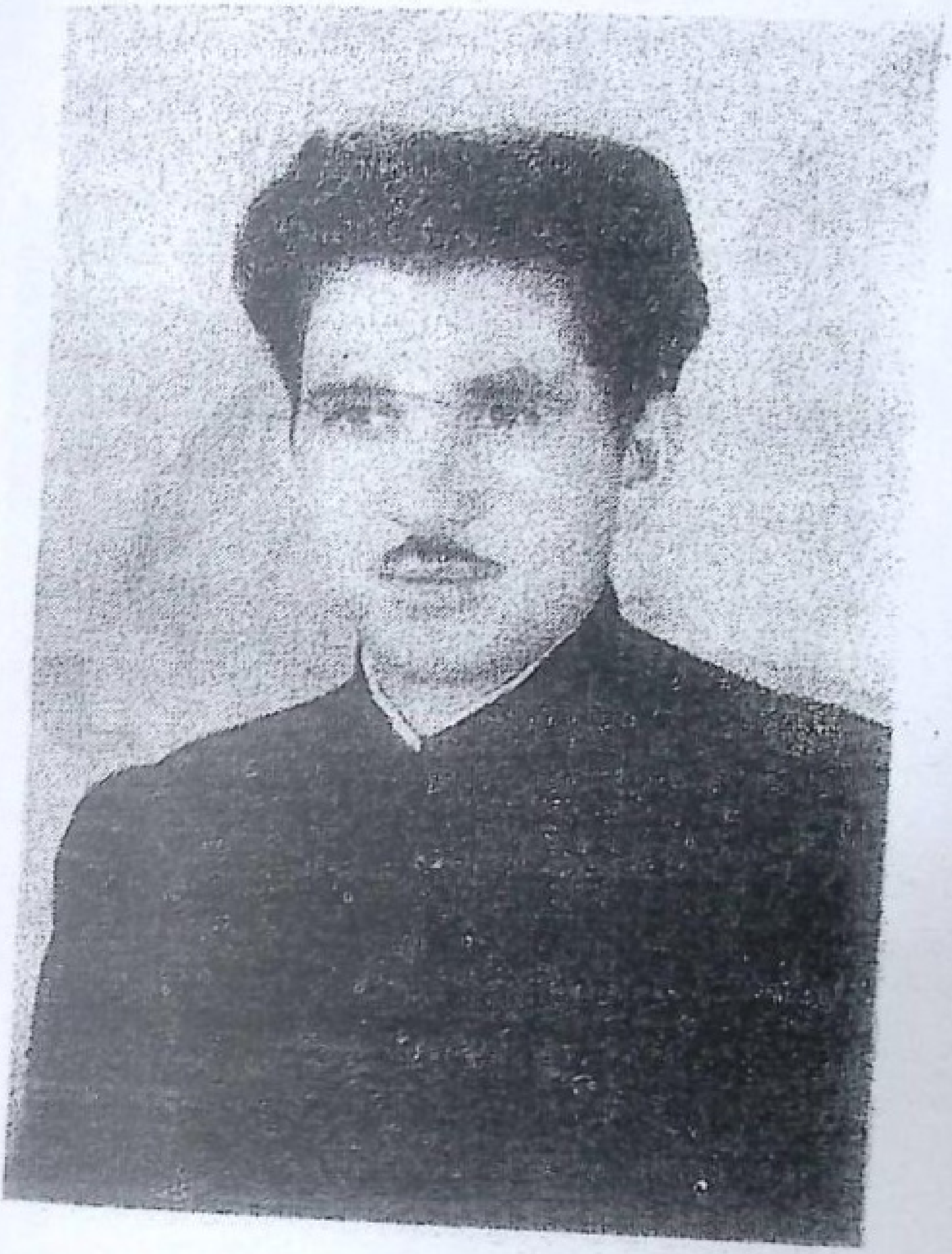

نواب زادہ سید حسن مہدی سلمہ اللہ تعالی نبیرہ
آغا صاحب فرزند نواب زادہ سید ناصر عباس
صاحب مرحوم (س ۳۰۸۰)

۳۸

نے مدرسہ کو آمادہ کیا کہ دعوت منظور کرلی جائے۔ اور دعوت منظور کرلی گئی اور انجمن کو اطلاع دے دی گئی کہ مولوی نثار علی صاحب حیدری کا سیزن بھر کے لیے شملہ میں تقرر کر دیا گیا۔ اور انجمن کے ذمہ ان کے مصارف کا کوئی بار نہ ہوگا۔ میں آخر ماہ مئی میں شملہ پہونچا۔ سنجولی میں مسٹر شکور علی مرحوم ٹھیکہ دار نے اپنا مکان میرے واسطے خالی رکھا اور کرایہ پر نہ دیا ورنہ اُن کو کئی سو روپیہ کی آمدنی صرف ۳۔۴ ماہ کے عرصہ میں ہو سکتی تھی۔ ان کے لائق فرزند مسٹر محمد علی بی اے ہمہ وقت ساتھ رہتے تھے اور ہر کام میں امداد دینے کے واسطے آمادہ تھے۔ (آج کل سنہ ۶۱ء میں موصوف کراچی میں مقیم ہیں)

شملہ جب ہماری گاڑی پہونچی مسٹر سید حسن بلتستانی جو انجمن حیدریہ کے جنرل سکریٹری۔ اور درحقیقت شیعیان شملہ کے صحیح نمائندے اور جوشیلے نوجوان تھے مع اپنے چند احباب کے استقبال کے واسطے موجود تھے۔ ہم سنجولی لائے گئے اور اس مکان میں اتارے گئے جو ہمارے واسطے سیزن بھر کے واسطے مخصوص کیا گیا تھا۔ چار پانی سے تواضع کی گئی اور شام کے کھانے کے واسطے بھی کہا گیا لیکن ہم اپنے ساتھ کافی ناشتہ لے کر چلے تھے۔ اس واسطے ضرورت نہ ہوئی۔ کھانا پکانے کے واسطے ضروری برتن ہمراہ تھے اور ایک دو دن کے واسطے سامان خورد و نوش بھی تھا۔ دوسرے دن بہت سے حضرات ملاقات کو آئے۔ سید علی اختر صاحب زیدی ہمارے عزیز قریب

تھے موصوف نے باوجود اپنی مصروفیت کے زیادہ تر وقت ہمارے ساتھ صرف کیا اور ہمارے مشن کو کامیاب بنانے میں مدد کی۔ سید ظفر حسن صاحب انبالوی جو واقعی ایک مومن خالص اور حد درجہ کے دیندار ہیں ہمارے پاس اکثر تشریف لائے اور پروگرام بنانے میں مدد دی۔ عام طور پر اعلان کیا گیا کہ مدرسۃ الواعظین کا ایک مبلغ آیا ہے اور تمام اسلامی انجمنوں کو حق ہے کہ وہ اپنے اداروں میں ان کے بیانات کرائیں اور مسلم اور غیر مسلم حضرات کو حقائق اسلام سننے کا موقعہ دیں۔ جلسوں کی ابتدا شروع ہوئی اور ہر ماہ میں ۲-۳ تقریروں کا مستقل بندوبست ہوتا رہا۔ بعض انجمنوں نے کئی کئی بار اپنے یہاں تقریر کا بندوبست کیا۔ مدرسہ نے نہج البلاغۃ کا ترجمہ علامہ عبداللہ یوسف علی کو ملاحظہ کرانے کے واسطے دیا تھا۔ میں نے متعدد بار موصوف سے ملاقات کی۔ ترجمہ دکھایا۔ پسند کیا۔ کہیں کہیں کچھ مشورہ بھی دیا۔ وہ اس زمانہ میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنے میں مصروف تھے۔ میں نے گھنٹوں ان کو ترجمہ کرتے دیکھا۔ ایک دن مجھ سے دریافت کیا کہ آپ نے میرا ترجمہ کیسا پایا۔ میں نے کہا آپ کے ترجمے کے متعلق میں کیا رائے دے سکتا ہوں۔ فرمانے لگے نہیں میں آپ کی رائے ضرور دریافت کروں گا۔ میں نے کہا آج میں نے پانچویں پارے کا ترجمہ سنجولی میں اپنے دوست خان بہادر مرزا بدرالدین کی دکان پہ دیکھا تھا اور پہلی نظر میں میں نے یہ پتہ لگا لیا کہ آپ شیعی نقطۂ نظر سے ترجمہ

کر رہے ہیں۔ کہنے لگے لوگ کہتے ہیں کہ میں قادیانی ہوں میں نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ آپ ہرگز قادیانی نہیں ہو سکتے۔ مجھ سے بے حد مانوس ہو گئے تھے اکثر میوہ اور پھل بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز فرمانے لگے میں آپ کو ایک زحمت دینا چاہتا ہوں۔ مذاہب عالم کی ایک کانفرنس ناگپور میں یکم مارچ سنہ ۲۹ء سے ہونے والی ہے مجھے اس میں بلایا گیا ہے لیکن میں اسی زمانہ میں جنیوا...... جا رہا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میری بجائے آپ اس کانفرنس میں مسلمانان ہند کی نمائندگی کریں۔ میں نے کہا جناب والا آپ کو بلایا ہے میں آپ کی جگہ کیا کر سکوں گا۔ میری انگریزی ایسی کہاں ہے جو کسی اتنے عظیم الشان جلسے میں تقریر کر سکوں۔ کہنے لگے نہیں نہیں! آپ کی انگریزی بے حد شیریں ہے۔۔ میں نے کہا اگر آپ اس کو شیریں..... بتلاتے ہیں تو میں اس سے شیریں تر بول سکتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ مجھے دعوت دیں تب میں جا سکوں گا۔ فرمایا بے شک میں ابھی لکھتا ہوں۔

میرے روبرو خط لکھا کہ میں جینوا جا رہا ہوں۔ اپنے سے بہتر ایک صاحب سے وعدہ لے لیا ہے لیکن جب تک آپ لوگ براہ راست ان سے درخواست نہ کریں گے وہ نہ آسکیں گے۔ خط گیا۔ اور شملہ کے قیام کے دوران ہی میں دعوت نامہ آگیا اور کانفرنس کے سکریٹری نے لکھا کہ علامہ عبداللہ یوسف علی نے ہم کو ہدایت کی ہے کہ آپ سے درخواست کریں اور ان کی جگہ آپ

ہمارے جلسہ میں تقریر کریں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ دعوت قبول کریں۔ لیکن ہم آپ کو تقریر کے واسطے ۲۰ منٹ دے سکیں گے اور پیشتر سے آپ اپنا مسودہ ..... ہمارے یہاں بھیجدیں۔ میں نے لکھا۔ دعوت منظور ہے۔ شکریہ لیکن ۲۰ منٹ بہت کم ہیں کم از کم ۴۵ منٹ دیجئے۔ اسکرپٹ بھیجدوں گا۔ آپ مطمئن رہیں آپ کی انجمن چونکہ مالی مشکلات میں ہے اور آنے جانے کے کرایہ کا بار نہیں اٹھا سکتی ہے میں کرایہ خود ادا کروں گا۔ اور آپ کی انجمن کو کھانے پینے کے مصارف کی بھی زحمت نہ دوں گا میں اپنا انتظام خود کر لوں گا اور آنے سے قبل اطلاع دوں گا۔ شملہ کے قیام کے دوران میں مدرسۃ الواعظین کے ایک نوجوان ناتجربہ کار سکریٹری کی بے اعتدالی کی وجہ سے مجھے استعفا دینا پڑا لیکن کانفرنس میں جانے کا مصمم ارادہ تھا۔ شملہ کے قیام میں کیا ہوا یہ انجمن حیدریہ کی ۱۹۳۵-۳۶ء کی رپورٹ سے واضح ہوگا جس کا صفحہ ۷، ۸ کا اقتباس درج ذیل ہے:۔

انجمن حیدریہ شملہ اپنے مرکز تبلیغ یعنی مدرسۃ الواعظین لکھنؤ کی تہ دل سے ممنون ہے کہ اس نے امسال ہماری درخواست پر جناب مولانا محمد لقا علی صاحب قبلہ حیدری جیسے عالم بے بدل کا سیزن بھر کے لئے تقرر فرما کر ہماری ہمتوں کو بلند کیا۔ الحمد للہ مولانا کا ورود شملہ میں مختلف حیثیت سے کامیاب رہا۔ مولانائے موصوف کے متعدد لیکچر زیر صدارت عبداللہ یوسف علی صاحب

محترم مرحوم حاجی [illegible] صاحب
[illegible] سکریٹری
[illegible]
(ص ۳۱۵)

حاجی داؤد علی مرحوم جاپان والے
رنگون کی خوجہ اثنا عشری جماعت
کے رکن رکین تھے
(ص ۳۱)

مرکز تعلیم حضرت مدرسۃ الواعظین لکھنؤ میں [illegible] سید ابو الحسن
صاحب ممتاز العلماء اور مولانا الحاج محمد اعجاز حسین صاحب مستند العلماء باقر صاحب راجہ صاحب محمود
آف محمودآباد ، آنریبل جسٹس سید محمد رضا اور استاد الواعظین مولانا مولوی سید سبط حسن صاحب
(ص - ۳۰۹)

پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور و جناب خان بہادر ڈاکٹر نجم الدین احمد صاحب جعفری ڈائرکٹر انفارمیشن بیورو، مولانا شوکت علی صاحب ایم۔ ایل۔ اے مختلف اسلامی جماعتوں کے زیر اہتمام مثلاً سیرت کمیٹی، انجمن اسلامیہ، ینگ بوائز مسلم ایسوسی ایشن، جمعیۃ انصار المسلمین وغیرہ منعقد ہوئے۔ الحمد للہ یہ جلسے خصوصیت سے تعلیم یافتہ طبقہ کے مجمع پر مشتمل تھے۔ جملہ حضرات نے مولانا کی تقاریر کی تعریف کی۔ سب سے بڑی اسلامی خدمت اور اہم کامیابی وہ ہے۔ جو مولانا کو "جلین متروپال" کی آل ریلیجنس کانفرنس میں بفضل تعالیٰ حاصل ہوئی۔ اس کانفرنس میں مسلمانوں کی طرف سے اگرچہ دو ایک اور نمائندے بھی موجود تھے مگر شکر ہے کہ مولانا کی تقریر عام حضرات نے پسند کی۔ اور بعض مسلمانوں کو تو یہ کہتے سنا گیا کہ "اس مجمع میں آج مولانا حیدری نے مسلمانوں کی لاج رکھ لی اور اسلام کا بول بالا ہو گیا"۔ مزید برآں مولانا سے عوام کی پرائیویٹ صحبتیں اس سے بھی زیادہ دلچسپی کا باعث ہوئیں۔ مختلف مذاہب کے لوگ مولانا کے خیالات سے مستفیض ہوئے اور موصوف کی قابلیت اور اخلاق کی تعریف کرتے نظر آئے۔ اونچے طبقے میں مسٹر بارنس کی ملاقات جو ایسوسی ایٹڈ پریس کے نمائندے ہیں قابل ذکر ہے۔ صاحب موصوف نے جناب مولانا اور مسٹر محمد علی بی۔ اے کارکن انجمن حیدریہ کو سیسل ہوٹل میں چاء پر مدعو کیا اور کافی دیر تک مختلف مذہبی مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ مسٹر بارنس جو

ایک قابل جرنلسٹ اور پکے رومن کیتھولک ہیں، مولانا سے مل کر بہت خوش ہوئے اور مولانا کی تقریر سے متاثر ہو کر بے ساختہ کہنے لگے۔ کہ "یہ بات ناقابلِ انکار ہے کہ اس وقت دنیا کا سب سے بہتر مطابق عقل مذہب اسلام ہے"۔........ نیز مسلمانوں کی مایہ ناز ہستی جناب علامہ اے یوسف علی صاحب سے متعدد بار ملاقات ہوئی اور اسلامی تبلیغی امور پر گفتگو رہی شملہ میں مولانا کے قیام سے علاوہ اس نفع کے کہ نہج البلاغہ کا انگریزی ترجمہ جو مدرسۃ الواعظین لکھنؤ سے شائع ہو گا علامہ موصوف کو مولانا کے توسط سے دکھایا گیا۔ ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوا کہ جناب علامہ نے مولانا کا نام آل ریلیجنس کانفرنس کے لئے جو بمقام ناگپور فروری ۱۹۳۶ء سے منعقد ہونے والی ہے۔ بحیثیت مسلم نمائندہ پیش کیا چنانچہ کمیٹی کانفرنس مذکور کی طرف سے جس میں مہاتما گاندھی اور سر سپرو جیسے قابل اور بارسوخ حضرات شامل ہیں۔ مولانا کو دعوت نامہ موصول ہو گیا۔ اس کانفرنس کے لئے برادران وطن کی طرف سے دس لاکھ روپیے کے سرمایہ کی اپیل کی گئی ہے اور دیگر ممالک کے چیدہ چیدہ مذہبی مقررین کو دعوت شرکت دی گئی ہے۔

مذکورہ بالا صحبتوں کے علاوہ کونسل جنرل ایران۔ کونسل جنرل افغانستان جناب نواب زادہ خورشید علی خاں صاحب۔ نواب احسان علی خاں صاحب نواب عبدالرحمٰن خاں صاحب (احمدی) مالیر کوٹلہ وغیرہ سی ذی احترام ہستیوں

کی ملاقات بھی خالی از فائدہ نہ تھی۔ مختلف موضوع پر گفتگو رہی۔ مولانا کی روشن خیالی ووسعت معلومات و پاکیزہ اخلاق نے ان حضرات کے دلوں میں مدرسۃ الواعظین کی تربیت اور اہمیت کا گہرا نقش بٹھایا۔ اور ہر ایک مولانا کا مدح سرا تھا۔ "سید حسن بلتستانی جنرل سکریٹری انجمن حیدریہ شملہ"

ستمبر میں مکان واپس آیا۔ مدرسہ کو استعفا لکھ کر بھیجدیا تھا کوئی جواب نہ ملا۔ میں نے ایک تاکید بھیجی اور اس کو متولی منتظم مدرسۃ الواعظین کے پاس دستی بھیجا۔ اس کا بھی جواب نہ ملا۔ آخر اکتوبر میں ایک تحریر مدرسہ کی فیض آباد میں ملی کہ ۲۲/۱۰/۳۶ء کو میرے معاملات کا تصفیہ ہوگا مجھے مدرسہ پہونچنا ضروری ہے۔ فوراً روانہ ہو کر دوسرے دن صبح لکھنؤ پہونچا۔ اس روز مدرسہ کے پرنسپل صاحب کی جگہ کے واسطے بندوبست ہو رہا تھا۔ مولوی عدیل اختر صاحب حافظ کفایت حسین صاحب مولوی یوسف مرزا صاحب اس جگہ کے خواہشمند تھے مولوی عدیل اختر صاحب مرحوم کمیٹی کے باہر تشریف رکھتے تھے مجھ سے فرمانے لگے اگر میرا تقرر نہ ہوا تو میں مدرسہ کی اینٹ سے اینٹ بجادوں گا (انا للہ وانا الیہ راجعون) مجھے اس ذہنیت پر بہت افسوس ہوا۔ بہرحال مولوی عدیل اختر صاحب کا تقرر ہو گیا۔ اب میں کمیٹی میں گیا۔ جلسہ برخاست ہو رہا تھا۔ میں نے مولانا نجم الحسن صاحب کو مجبور کر کے بٹھایا اور میں نے عرض کیا کہ آج

سکریٹری ان کی نمائندگی کے لئے ٹھہرے۔ راجہ صاحب بہادر تشریف لے گئے سعید صاحب نے کہا مولانا آپ مدعی ہیں ہم مدعا علیہ ہیں اگر آپ پر ہم کوئی اعتراض کریں تو آپ برا نہ مانیں۔ میں نے کہا جناب والا اگر اعتراض نیک نیتی کے ساتھ کیا جائے گا اور حق کو واضح کرنے کے لئے ہوگا تو بخدا میں بہت خوش ہوں گا لیکن اگر ناواجب اور غلط اعتراض ہوا تو آپ میرے جواب سے بددل نہ ہوں۔ معاملہ کی صورت یہ تھی کہ مدرسہ کی مختلف مقامات سے آئی ہوئی رقومات جو میری تحویل میں تھیں ان کی مقدار 1379/6/- تھی نواب نوازش علی خاں صاحب نے سکریٹری کے عہدہ کا چارج لیتے ہی مجھ کو شملہ نوٹس بھیجا کہ ”آپ کے ذمہ مدرسہ کا -/1500 روپیہ باقی ہے وہ فوراً داخل کر دیجئے۔ اگر کوئی عذر ہوگا وہ بعد کو سماعت کیا جائے گا۔“ اس عبارت کو میں نے واقعہ کے خلاف اور اپنے لئے حد درجہ کا موہن سمجھ کر شملہ ہی سے استعفا لکھ کر بھیجدیا تھا۔ اور نواب صاحب کو لکھ دیا تھا کہ رقم 1300/- ہے -/1500 نہیں ہے۔ اگر میں مر بھی جاؤں تو مدرسہ میری جائداد سے جو اس رقم سے بدرجہا زیادہ قیمتی ہے وصول کر سکتا ہے لیکن آپ مجھے فوراً مطلع کریں کہ میری رقم 5804/9 جو مدرسہ کے ذمہ ہے اور جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ آپ کب مرحمت فرمائیں گے۔ مصارف سفر ایران 1420/- (اس مد کے واسطے میں خود زنگون سے -/500 رو سے زیادہ لایا تھا) تنخواہ لغایتہ اکتوبر

۳۵ء ۔/1600 سفر خرچ ۲ سال کے عرصہ میں جو ہوا 2839/9 ۔ سفر خرچ کی
تفصیل میری ڈائری میں درج ہے جو ماہ بہ ماہ مدرسہ کو بھیجی گئی۔ تنخواہ کے لئے
نقش الوصول مدرسہ کا دیکھ لیا جائے گا اور ایران کے مصارف کا بل بھیج چکا
ہوں یہ رقم مدرسے کے فنڈ میں جمع ہے۔ اور میں نے جو تبلیغی خدمات انجام دی
ہیں اور جن کے متعلق ایران کے مشاہیر کی تحریریں موجود ہیں جو متولی منتظم مدرسہ
کے پاس براہ راست ایران سے آئی ہیں میرے بیان کی شاہد ہیں۔ اس رقم
میں سے اگر آپ اپنی ۔/1300 کی رقم مجرا کرلیں اور 4554/9 مجھے مرحمت
فرما دیں تو نوازش ہوگی۔

سعید صاحب نے ایک ایک مد کا حساب لکھ کر ایک ایک کرکے تصفیہ کرنے
کا ارادہ کیا۔ اور حاضرین نے منظور کر لیا۔

(۱) تنخواہ کا مطالبہ ۔/1600 کا ہے۔ اکبر حسین صاحب سکریٹری نے فرمایا
کہ مدرسہ نے مولوی صاحب کو اطلاع دیدی تھی کہ جس تاریخ سے انہوں نے
استعفا دیا ہے یا کام کرنا چھوڑ دیا ہے وہ مدرسہ کی خدمت سے علیحدہ ہیں
تنخواہ واجب نہیں ہے۔ میں نے جواب دیا۔ آپ نے ۸ فروری کا لکھا ہوا۔ ایک رجسٹری
شدہ پوسٹ کارڈ مجھے بذریعہ ڈاک ۲۸ فروری ۳۶ء کو بھیجا ہے جو ۲ مارچ
کو میری عدم موجودگی میں میرے مکان پر وصول کیا گیا۔ اگر یہ بیان آپ کا صحیح ہے
تو مسلم ریویو جو مدرسہ کا واحد انگریزی آرگن ہے۔ اس نے ستمبر ۳۶ء میں ذیل

کی سرخی کے ساتھ لکھا ہے۔ یہ تحریر انگریزی میں تھی مسلم ریویو کی میری کاپی آج ہمبرگ جرمن ...... میں ہے جو میں نے مسٹر عمر المہندی، جرمن مبلغ مذہب شیعہ کو سید فرزند رضا صاحب بی ایس سی امروہوی کے معرفت بھیجدی ہے اس لئے اس کا اقتباس پیش کرتا ہوں اصل مدرسہ میں موجود ہے۔ "مدرستہ الواعظین کے مبلغ کو ناگپور کی مذاہب عالم کی کانفرنس میں شاندار تبلیغی کامیابی"۔ میں نے کہا ستمبر میں تو مجھے مدرسہ کا مبلغ اور مارچ ۱۹۳۶ء میں ناگپور کی کانفرنس میں مدرسہ کی شاندار تبلیغی خدمت کرنے والا تسلیم کیا گیا ہے۔ اب کہا جاتا ہے کہ میں مدرسہ کی خدمت سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ اس کا جواب نہ اکبر حسین صاحب کے پاس تھا اور نہ جناب متولی منتظم کے پاس۔ سعید صاحب نے کہا مولانا! آپ کا دعویٰ ثابت ہوگیا۔ آپ نے ہمیشہ مدرسہ کے ساتھ ہمدردی کی ہے۔ اگر اس رقم میں کچھ معاف کردیں تو اچھا ہو۔ میں نے کہا بخدا میں اب کل رقم معاف کرنے کے واسطے تیار ہوں میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ اور آپ کا مدرسہ یہ تسلیم کرے کہ میں حق پر ہوں اور مدرسہ کی تیرہ سو روپیہ کی رقم میں نے کھا نہیں لی ہے بلکہ اپنا ذاتی ہزاروں روپیہ مدرسہ کے راستے میں صرف کر دیا ہے۔ کہنے لگے آپ پانچسو روپیہ لینا منظور کرلیں اور باقی سے دستبرداری کر دیں میں نے منظور کیا۔ اور ریزولیوشن لکھا گیا "مولوی لقار علی صاحب کا -/1600 روپیہ کا مطالبہ تھا جو ثابت ہوا لیکن مولوی صاحب نے صرف -/500 لینا منظور کیا بقیہ

سے دستبرداری کی۔" میں نے کہا لائیے دستخط کردوں۔

اب ایران کے سفر کا معاملہ پیش ہوا۔ میں نے وہ تمام کاغذات جو مولوی نجم الحسن صاحب کے پاس سے ایران سے آئے اُن سے لے کر نقل کرلئے تھے۔ میں نے تمام تحریریں پیش کیں۔ جناب نے تسلیم کیا اور یہ بھی کہا کہ ایران سے آنے والے حضرات نے مولوی نثار علی صاحب کی تقریروں ان کے اخلاق، تہذیب اور شائستگی کی بے حد تعریف کی ہے۔ لیکن میں نے صرف پانچسو روپیہ دینا منظور کیا تھا۔ میں نے اب قبلہ و کعبہ سے سوال کیا۔ جناب نے یہ رقم میرے جانے سے قبل دینے کا وعدہ کیا تھا یا میرے آنے کے بعد۔ اگر جانے سے قبل وعدہ کیا تھا تو اس لئے غلط ہے کہ آپ کو کیا خبر تھی کہ میں ایران میں کتنے دن ٹھہروں گا۔ کرایہ میں کیا صرف ہوگا کھانے کے مصارف کس قدر ہوں گے۔ اور مصارفِ زائد کا کیسے اندازہ کیا۔ مولوی صاحب قبلہ نے قسم کھائی کہ میں نے تو -/500 ہی دینا منظور کیا تھا۔ سعید صاحب اس پر انگشت بدنداں ہوئے اور کہنے لگے مولانا اب آپ ہی جانے دیں ان کی قسم کے بعد سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے۔ میں نے کہا بہتر ہے -/500 تو منظور ہوا۔ دو ہزار آٹھ سو سے زیادہ مصارف سفر تھے جن میں تین ماہ کے مصارف شملہ بھی تھے۔ ناگپور کانفرنس میں جانا۔ لیکچر طبع کرانا ۴۰۰۰ کاپیاں جلسہ میں تقسیم کرانا تھا۔ سعید صاحب نے ان تمام امور کو میری ڈائری سے مقابلہ کر کے اور مدرسہ کے کاغذات سے ملا کر فرمایا آپ کا

معاملہ صاف ہے۔ آپ واقعی کل رقم پانے کے مستحق ہیں۔ لیکن اس مد میں بھی اگر آپ کمی کردیں اور صرف -/1000 روپیہ لے لیں یعنی کل 1801/ روپے لے لیں اور -/1300 مجرا دیدیں یعنی -/3300 منظور کرلیں بجائے 5804/7 کے اور باقی رقم 2504/9 معاف کردیں تو بہتر ہے۔ میں نے بخوشی منظور کرلیا اور کہا جب میرا حق آپنے تسلیم کرلیا تو اب میں مدرسہ کو کل رقم معاف کرسکتا ہوں۔ سعید صاحب نے فرمایا نہیں مولانا آپ بھی ضرورت رکھتے ہیں یہ ایثار آپ کا قابل تعریف ہے۔ مولوی اکبر حسین کو اب شکست فاش ہوئی۔ کہنے لگے مدرسہ کے پاس سردست رقم نہیں ہے مولانا اگر باقساط لے لیں تو بہتر ہے۔ میں نے یہ بھی منظور کیا۔ اور منٹ بک میں لکھ لیا گیا کہ مولانا نے باقساط لینا منظور کرلیا ہے۔ جب کمیٹی برخاست ہوئی اور مدرسہ کے احاطہ کے باہر نکلے اکبر حسین صاحب بڑھے اور کہنے لگے مولانا آئیے بھرت ملاپ کرلیں۔ اب آپ معاف کردیں۔ استعفا واپس لے لیں اور مدرسہ کے ساتھ اسی طرح ہمدردی کریں جیسی کہ اب تک کرتے رہے۔ میں نے کہا جناب اس وقت اس سوال کو رہنے دیجئے۔ جب یہ رقم ادا ہوجائے گی اس وقت میں سوچوں گا کہ آپ کے حکم کی تعمیل کرسکتا ہوں یا نہیں۔

ناگپور کانفرنس کے سلسلہ میں بعض چیزیں بہت اہم تھیں جن کا ذکر ضروری ہے۔ ناگپور کانفرنس کے شرکا کی فہرست میں میرا نام دیکھ کر

میرے عزیز اور محترم دوست جناب سید دلاور حسین شاہ صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس امراوتی نے مجھے ایک خط لکھا۔ اور بے حد اشتیاق ظاہر کیا کہ بہار کانفرنس سے قبل یا بعد دو دن کے واسطے امراوتی ضرور آؤں۔ میں نے موصوف سے وعدہ کر لیا کہ کانفرنس سے قبل دو دن کے واسطے آسکتا ہوں۔ چنانچہ موصوف کو تار دیدیا اور میں ناگپور پہونچ کر بجائے موٹر بس کے ذریعہ سے جانے کے ریل سے روانہ ہوا۔ وقت بھی زیادہ صرف ہوا اور صرفہ بھی زیادہ ہوا۔ لیکن پہونچا۔ کپتان صاحب کے بنگلہ پر پہونچا وہ میرے منتظر تھے تار نہ پہونچا تھا ورنہ اسٹیشن پہونچتے فوراً جناب سید آغا حیدر حسن صاحب عابدی ایم۔ اے پروفیسر کنگ ایڈورڈ کالج کو بلایا اور وقت کی قلت کی وجہ سے اسی شب کو ٹاؤن ہال میں تقریر کی بنا کی گئی۔ تقریر حاضرین نے پسند کی اور فوراً صبح کو مسجد عثمانی میں وعظ کی بنا کی گئی۔ سہ پہر کو احمدیہ ہال میں تقریر کی بنا ہوئی اور شب کو پھر ٹاؤن ہال میں تقریر کرائی گئی۔

یہ تقریریں سب بے حد مقبول ہوئیں اور ہندو مسلم۔ شیعہ سنی اور قادیانی سب حضرات کو یکساں لطف حاصل ہوا۔ آغا سید حیدر حسن صاحب عابدی نے شام کو کھانے کی دعوت کی تھی۔ دعوت کے بعد موصوف نے فارسی میں ایک قصیدہ میرے مدح میں پڑھا جو برجستہ لکھا تھا اس کو حاضرین نے بے حد پسند کیا وہ قصیدہ بھی درج ذیل کیا جاتا ہے۔

قصیده

معظمان ذی حشم! استون قصر رهبری
سلام دست بسته ام شود قبول سروری

عنایتم به حال من چو کرده اند مشفقانه
چسان تشکری کنم برای ذره پروری

سرم به چرخ هشتمین رسیده است حالیا
بزرگ گشته خانه ام ز خاک پای حیدری

به شهر امبارا وقتی چو رحمت خدا شده
وزیده از شمال هند روح روح کوثری

چو آمد سعید تو به شهر کورما شده
برادر فخر میکند بدان به چرخ اخضری

به بین معظما! که من اگرچه شاعری نیم
شدم برای لمحه ز لطف و فیض حیدری

وفور ذوق و شوق من گرفته وزن و قافیه
اگرچه نیست بهره ام ز علم و فن شاعری

ز علم و فضل تو اگر بیان کنم روا بُوَد
محال هست بهر من که نیستم خود انوری

به عرض و طول هند شد چو روشنی طبع تو
خدا ز لطف خود دهد ستاره ات سکندری

به عقل و نقل و علم و فن جهان ندید مثل تو
چه دعوی پیش آورد عطارد است به همسری

خطیب دین احمدی ادیب خلق مصطفی
به قدر تو در فشان شده وزیر جوهری

ز خامه ای زبان خود و منطق و بیان خود
جهاد کردی در جهان برای دین جعفری

به پیش حق قوی شود همیشه روی باطلی
به پیش دست موسوی چه نیست در سحر سامری

کمینه وصف تو بود اگر بگویم این سخن
قوی نمود نطق تو اساس دین جعفری

عنایت بزرگ تست اینکه کردی عرض ما
نگاه کردی بر حقیر با وجود افسری

بغیر صورت لقا نه بوده سیرت بقا
به چشم «فاعفون» ما اهل صفا سرسری

به هر مقام و به هر بلد بلند نام نیک تو — چه گویم از زبان خود عجیب شان داوری
به هر زبان روان شده است سکه بنام تو — لقا علی حیدری لقا علی حیدری
بپاس حکم احمدی به ملک سین رفته [illegible] — به ملک جسم ز لکھنؤ به کرده پیمبری
هزارها شنیده ام مگر ترا چو دیده ام — حقیقتے کنم بیاں که در بیان برتری
زبان یا لبم چسپاں کند ز شرح .... تو — ز سیف نطق گشته ام اسیر خشکی و تری
گل ریاض حیدری کلیم طور احمدی — نسیم خلد و کوثری شمیم باغ جعفری
لقائے ضوفشان تو کشند خراج هر زبان — برائے دید چهره ات کشاده دیدهٔ مشتری
چو از صفائے سیرتش صنم بخواهی بهره — بیا و صورتش ببین بنگر لقائے حیدری
اگرچه داد خدمتت ز مردمان یافتی — ز رنج سینه پاک کن همیں ست فیض چاکری
زبوں ز ظلم مردماں شده اند جمله انبیا — ز دست امت شقی به رنج و غم پیمبری
نمی دهند داد اگر خواه ز کن به پنجتن — که ذات پاک شان کنند بروز حشر داوری
به جان و دل چو مسکینی برائے دین خدمتے — خدا ترا عطا کند بروز حشر سروری
اگر نه یابی داد خود خموش باش صبر کن — که روزے از خدائے خود شگفته ثمره بری
ز رحمت خدا شود خلیل حق چو جلوه گر — به پائے او نهاده سر همه بتان آذری
خموش باش نیست خود پئے دعا بلند کن — که اعدا وقت تنگ شد برائے وعظ و دلبری
به فضل رب دو جهاں بماں بماں بماں بماں — که ذرهٔ زمین زمان ز تو بر نهاد اختری
ز لطف کبریا ترا شمار خضر در رسد — ز فضل حق کند همیشه بخت تو سکندری

بہ پیش باب حیدری اگر شود قبول ایں — گماں برم زآں سخن شود فن سخنوری

بہ حلم و لطف خاص تو چو کردہ ام جسارتے — بہ بخش ایں حقیر را برائے حلم حیدری

دوسری صبح کو یعنی ۴ر مارچ ۱۹۳۶ء کو موٹر بس میں سوار ہو کر ہم گھنٹے میں ناگپور پہونچا۔ قیام کا بندوبست پروفیسر اقبال کے یہاں پہلے سے کر لیا گیا تھا جانے کی صبح کو کانفرنس کے اجلاس میں گیا۔ پنڈال بھرا ہوا تھا جگت گرو جو ہمارے ۱۹۳۳ء میں ناسک میں صدر رہ چکے تھے اس کانفرنس کے صدر تھے ڈائس پر گانا ہو رہا تھا اور ساز چھڑا ہوا تھا۔ خداوند عالم کی شان بے نیازی کہ مجھے پنڈال میں داخل ہوتے دیکھ کر جگت گرو کھڑے ہو گئے اور مجھے خطاب کرکے فرمایا "آہا۔ ہم کو پھر ملاقات کا موقعہ ملا۔ آہا۔ ہم کو پھر ملاقات کا موقعہ ملا" میں نے دور سے سلام کیا ڈائس کے قریب پہونچا۔ جگہ بالکل نہ تھی۔ جسٹس نیوگی نے جو اس وقت ناگپور ہائیکورٹ کے جج تھے اور ڈائس کے نیچے بالکل قریب بیٹھے تھے اپنی کرسی میرے پیروں کے نیچے رکھی۔ ڈائس اونچا تھا۔ میں کرسی پر پیر رکھ کر ڈائس پر آیا۔ گانا بند کرا دیا گیا۔ مجھے اپنے پہلو میں صدر نے جگہ دی۔ مجمع کو ضرور حیرت ہوئی ہوگی کہ یہ غیر رشیس کون بزرگ ہیں جن کی اس درجہ تعظیم کی جا رہی ہے۔ یورپ کا کوئی مقرر تقریر کر رہا تھا۔ اس کے بعد میرا نمبر تھا۔ اس کی تقریر کے بعد صدر نے مجھ سے کان میں کہا۔ اگر آپ اجازت دیں تو جب آپ کی تقریر کل کرا دوں

میرے بعض مخصوص احباب کل آنے والے ہیں میں آپ کا بیان ان کو سنوانا چاہتا ہوں۔ میں نے بخوشی منظور کر لیا۔ صدر نے کھڑے ہو کر کہا۔ (تقریر انگریزی میں تھی) صاحبان مولانا حیدری صاحب اس وقت بیان کرنے والے تھے لیکن میری خواہش ہے کہ ان کے بیان کو میرے بعض مخصوص احباب جن کے کل آنے کی اطلاع پہونچ گئی ہے سنیں اسلئے میں آج آپ کا بیان ملتوی کرتا ہوں کل آپ سب لوگ جلد تشریف لائیں تاکہ اطمینان سے ان کا بیان سُن سکیں۔ پھر دوسری تقریر شروع ہوئی۔ سہ پہر کے اجلاس میں بھی گیا میں نے نماز پڑھنا چاہی تو کانفرنس کے جنرل سکریٹری نے ایک مخمل کی آسنی لاکر گوشہ میں بچھادی کہ آپ یہاں نماز پڑھ لیں۔ میں نے کہا نہیں میں باہر پڑھ لوں گا۔ باہر جا کر نماز ادا کی اور جلسہ میں شریک ہوا۔

دوسرے دن صبح کو جب میں پہونچا تو پنڈال میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ ڈائس پر بھی کرسیوں کے علاوہ قالین پر لوگ بیٹھے تھے میرا موضوع تقریر تھا "اسلام مذہب کائنات ہے" میں اپنی تقریر چھاپ کرلے گیا دنیا کے مختلف حصوں کے اشخاص جمع تھے سارے مجمع میں تقسیم کردی گئی۔ اور یقین ہے کہ دنیا کے ہر گوشہ میں "اسلام کی عالمگیری" کی آواز پہنچ گئی۔ تقریر بے حد پسند کی گئی۔ صدر جلسہ نے اچھے لفظوں میں تائید کی۔ جسٹس نیوگی نے مسٹر عادل انسپکٹر مدراس اور خان بہادر عبدالعزیز خاں

صاحب ایڈوکیٹ سے خواہش کی کہ میری تقریر دو دن مسلم لیگ کے میدان میں کرائیں فوراً جلسے میں اعلان کیا گیا۔ سارے شہر میں دوسرے دن ہینڈبلس اور پوسٹر شائع کیے گئے۔ دو دن مسلسل تقریر ہوئی اور ناگپور کی تاریخ میں یادگار رہے جب میں رخصت ہوا ناگپور آشرم کے صدر سیکریٹری اور چند دیگر اشخاص خدا حافظ کہنے اسٹیشن پر آئے۔ بہت سے مسلم حضرات بھی تھے۔ آشرم کے صدر نے تقریر کی بے حد تعریف کی اور کہا آپنے ہماری لاج رکھ لی۔ کوئی دوسری تقریر ایسی نہیں ہوئی جس کو بین الاقوامی کہا جا سکے یا جس کو ہم اپنے رپورٹ میں چھاپیں آپ نے تو خود چھاپ کر حاضرین کو گھر لے جانے اور فرصت کے اوقات میں پڑھنے کا موقع دیا۔ صرف اس قدر خواہش ہے کہ جب کبھی آپ ناگپور سے گزریں تو ہم کو اطلاع کر دیں ہم کم سے کم آپ کے درشن تو کر لیں گے آپ نے ہم پر بڑا احسان کیا میں نے شکریہ ادا کیا۔ گاڑی آئی اور میں روانہ ہوا۔ ناگپور سے حیدرآباد آیا مختلف حضرات سے ملاقات کی۔ اکثر جلسوں میں تقریر کا موقع ملا۔ سرکار اعلحضرت کی خدمت میں دو بار باریابی ہوئی۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر مرحوم اور نواب سالار جنگ بہادر سے ملاقات کی۔ بعض احباب کے اصرار سے ارادہ کیا کہ مکان پہونچ کر ایک ماہوار رسالہ کا اجرا کروں گا جس سے اسلام کی سچی خدمت کرسکوں اور وقت بھی گھرا رہے۔ مہاراجہ سر کشن پرشاد بہادر مرحوم نے ایک

خط مجھے بھیجا تھا۔ جس کی نقل درج ذیل ہے۔

۲۷ صفر ۱۳۵۱ھ

خواجہ منش مونوگرام

محب شاد مولوی لقار علی حیدری

ایک نظم جو سلام کے رنگ میں ہے ملفوف ہذا ہے۔ یقین ہے کہ پسند خاطر ہوگا۔ فی امان اللہ بسلامت روی و باز آئی۔

(دستخط) فقیر کرشن پرشاد شاد

غزل برنگ سلام

خبر نبود کہ عشقش عذاب خواہد شد — علاج بے من دل خانہ خراب خواہد شد

شراب عشق بخوردم دلے ندانستم — کہ از آتش غم او دل کباب خواہد شد

چو دور جام بہ بزمش تمام شد ساقی — یقین نمود غروب آفتاب خواہد شد

اگر دہی تو دل خویش آں جفا جو را — خراب تر ز جہاں خراب خواہد شد

زمانہ زاد بسے مرد در جہاں اما — محال ہست دگر بو تراب خواہد شد

ہمیں مشیت حق بود از برائے علیؑ — کہ جانشین رسالتمآبؐ خواہد شد ق

بگفت حُر جری یا حسینؑ وقت جنگ — فدائی تو شہا ہمرکاب خواہد شد

ندا رسید کہ امروز حضرت عباسؑ — غریق رحمت حق بہر آب خواہد شد

بگفت بنت علیؑ با یزید شوم اے شاد — حساب ما و تو روز حساب خواہد شد

چندسلام اسلامی دنیا میں چھاپنے کے واسطے مرحمت فرمائے اور رسالہ کی
سرپرستی منظور فرمائی۔ نواب سالار جنگ بہادر اور دیگر مشاہیر نے رسالہ
کے اجرا کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ مشاہیر ہند کے فوٹو
مع مختصر حالات زندگی اس میں شائع کیا کروں گا اور جب کافی تعداد میں
فوٹو اور حالات زندگی طبع ہو جائیں گے تو اس کو کتابی صورت میں شائع
کروں گا۔ افسوس ہے کہ یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔ بکثرت فوٹو شائع کئے۔
حالات زندگی بھی رسالہ میں درج کئے۔ لیکن میری مسلسل شدید بیماری نے
رسالہ کی عمر ختم کردی اور میرے دل کی حسرت دل ہی میں رہی۔

اس سفر میں اور اس سے قبل حیدرآباد جب کبھی جانا ہوا سر اکبر حیدری
سے ملاقات ضرور ہوئی۔ ان کی جماعت کے رئیس ملا فتح اللہ صاحب امام سلیمانی
مسجد بارہ گلی تھے جو ایک زبردست عالم باعمل تھے۔ بے تخصیص مراسم ہوگئے تھے
ایک مرتبہ موصوف کے ہمراہ ان کے قبرستان میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اس
قدر منظم اور شاندار قبرستان میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ عورتوں کی قبروں
کی قطاریں علیحدہ۔ مردوں کی علیحدہ۔ بچوں کی علیحدہ۔ علما اور مشاہیر کی قبروں
پر قبے ان کی جلالت قدر کے لحاظ سے بنے ہوئے۔ غسل و کفن کے واسطے
اچھی عمارت ایک گوشہ میں۔ نماز کے واسطے کافی وسیع ہال ایک طرف
قبروں پر صاحب مزار کی تاریخ وفات اور مختصر کیفیت۔ ملا فتح اللہ صاحب نے

جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کو ایک خط بھیجا تھا جس سے اندازہ ہو سکے گا کہ اس عالم جلیل بلکہ سلیمانی بو اہیر کی جماعت کے امام پر کیا اثر ہوا تھا۔ یہ خط صفحہ ۴۸۸ پر ملاحظہ کیا جائے۔

دوران سال میں مختلف مقامات پر طلبیدہ اسلامی جلسوں میں شرکت کے لئے گیا۔ بمبئی سے حیدر آباد گیا۔ مختلف جلسوں میں تقریریں کیں جو بے حد مقبول ہوئیں۔ اسی سفر میں شفیقی سید علی الحسینی کا مہمان ہوا۔ سید صاحب موصوف بے حد خوش خلق متواضع اور شریف النفس بزرگ تھے۔ آپ حیدر آباد انجنیرنگ ورکس کے مالک تھے۔ اور اس کاروبار سے بے حد شغف تھا اور کامیاب تھے۔ آپ نے ایک مجلس میں جو دارالشفا میں منعقد ہوئی۔ شیعہ صاحبان کے علاوہ اکثر اہل علم اہل سنت کو بھی شریک کیا جو سید صاحب موصوف کے مخلص احباب میں سے تھے۔ ان میں ایک وکیل صاحب رائچور کے اور ایک ڈاکٹر ناصر خاں صاحب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مشیر آباد کی مسجد کے امام جماعت بھی تھے جنہوں نے آج سے قبل کبھی مجلس عزا میں شرکت نہ کی تھی مجلس خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے بے حد مقبول اور کامیاب ہوئی۔ مشیر آباد کی مسجد کے امام جماعت تو دیواروں سے سر ٹکراتے تھے اور زمین پر پچھاڑیں کھاتے تھے اور یزید اور اس کے طرف داروں کو ہزاروں گالیاں دیتے اور چیخیں مار کر

ردتے تھے مجلس کے بعد کھانا ہوا لیکن ان حضرات نے کھانا نہیں کھایا اور
کہنے لگے فرزند رسولؐ پر ایسے مظالم ڈھائے جائیں اور ہم کھانا کھائیں۔
بےحد خوشامد سے اُن کو کھانے پر رضامند کیا۔ ان تینوں حضرات نے
یہ کہا کہ اگر جو کچھ آج مولانا حیدری نے مجلس میں بیان کیا ہے مولانا
شطاری صاحب اس کی تصدیق کر دیں تو ہم تینوں شیعہ مذہب اختیار کرلیں
گے۔ مجلس اور کھانے کے بعد سید صاحب کے موٹر میں بیٹھ کر ہم سب شطاری
صاحب کے یہاں پہونچے۔ یہ بزرگ حیدرآباد میں سب سے بڑے عربی
دارالعلم کے صدر اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ اللہ کی اولاد میں
سے ہیں۔ شطاری صاحب ڈاکٹر ناصر خاں صاحب کو اچھی طرح جانتے تھے
انہوں نے میرا اور دوسرے ساتھیوں کا تعارف کرایا اور کہا کہ ہم سب
ایک اہم کام کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ بعض امور میں ہم
کو تردد ہے اور یہ طے ہوا ہے کہ جو آپ کا فیصلہ ہوگا وہ ہم سب تسلیم
کر لیں گے۔ میں نے شطاری صاحب سے بعض کتابوں کا نام لیکر دریافت
کیا کہ وہ ان کے نزدیک مستند ہیں۔ انہوں نے تسلیم کیا۔ پھر میں نے ایک
ایک کتاب سے بعض اختلافی مسائل پیش کئے جن میں حاضرین کو تردد
تھا۔ شطاری صاحب نے کہا جو کچھ مولانا حیدری نے بیان کیا ہے سب
سچ ہے۔ یہ سنکر ناصر خاں نے کھڑے ہو کر کہا مولانا میں آپ کو آداب عرض

کرتا ہوں اب میں شیعہ ہو گیا۔ دو سرے دو صاحبوں نے بھی تائید کی۔ مولانا
کے پاس اب کوئی جواب نہ تھا۔ اور ہم لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ حسینی
صاحب کے بنگلہ پر آ گئے۔ سید صاحب نے شیرینی منگائی اور تیسرے پہر
کی چائے کے ساتھ اس خوشی میں کہ آج شطاری صاحب نے مولانا حیدری
کے دعوے کی تائید کر دی سب کو تقسیم کی۔

حیدر آباد میں اس سفر میں بھی مہاراجہ صاحب بہادر سے ملاقات ہوئی
اور موصوف نے بے حد محبت کا اظہار فرمایا۔ بقیہ حصہ سال کا سکان پر گزرا۔
اسی سال یعنی ۱۹۳۷ء میں اسلامی دنیا کی اشاعت کے سلسلہ میں مختلف
مقامات جانے کا اتفاق ہوا اور ہر مقام پر اہم تبلیغی تقاریر ہوئیں ہر شخص نے
اس نئے رسالہ کا بہت گرمجوشی سے استقبال کیا۔ اسی سال عشرہ محرم
میں کوئٹہ جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں کی مجالس اس سال کی یادگار رہیں
دو تقریریں جلسہ عام میں بھی ہوئیں جن میں وہاں کے ایک سربرآوردہ ہندو
صدر تھے اور انہوں نے اپنی تقریر میں مقرر کی تعریف کرتے ہوئے تسلیم کیا کہ
اگر یہی اسلام ہے جو مولانا حیدری صاحب نے پیش کیا ہے تو میں بھی اپنے
آپ کو مسلم سمجھنے اور کہنے کو تیار ہوں۔ یہاں ایک گروپ فوٹو لیا گیا جس
میں انجمن اثنا عشریہ کوئٹہ کے ارباب حل و عقد تھے اور وسط میں میں بٹھایا گیا
تھا۔ حیدر آباد کے بعد اسی سال مدراس، بنگلور اور میسور کا دورہ کرنا پڑا

میسور میں انجمن امامیہ نے ایک مسجد کی بنا کی تھی۔ جس میں تعلیم قرآن مجید کا بھی سلسلہ ایک علیحدہ کمرہ میں جاری کیا تھا۔ تقریب کے بعد ایک گروپ فوٹو لیا گیا جس میں مدرسہ کے طلبہ اور انجمن کے اراکین شامل تھے۔ مرزا امداد علی صاحب اصفہانی جو ہندوستان بھر میں فن تصویر کشی کے ماہر تھے اس مسجد کے محرک۔ نقشہ تجویز کرنے والے اور انجمن کے روح رواں تھے۔ آپ کو اپنی ایک تصویر بنانے پر لندن کی نمائش میں سونے کا تمغہ دیا گیا تھا جس کا موصوف کو برسوں کے بعد پتہ چلا۔ یہ صنعت و حرفت میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ اس تصویر میں میرے پیچھے کھڑے ہیں۔

۱۹۳۰ء میں میں نے ارادہ کیا کہ اسلامی دنیا اور اسلامک ورلڈ کا ایک حسینؑ نمبر شائع کروں جس میں علاوہ بہترین مضامین کے ان تمام مشاہیر کے فوٹو مع مختصر حالات زندگی شائع کروں جو جناب سیدالشہداؑ علیہ السلام سے عقیدت رکھتے ہیں۔ یہ ارادہ تھا کہ ہر سال اسی صورت اگر حسینؑ نمبر کی اشاعت ہوتی رہی تو بہت جلد میرے پاس اتنا ذخیرہ جمع ہو جائے گا کہ میں حضرت سیدالشہدا علیہ السلام کے نام لینے والوں اور اُن کے ساتھ عقیدت خاص رکھنے والوں کے ایک ڈائرکٹری شائع کروں گا۔ تاکہ اہل عالم کو معلوم ہو جائے کہ حضرت سیدالشہدا علیہ السلام کے ماننے والے ہر شعبہ حیات میں بہتر سے بہتر درجہ پر فائز ہیں۔ لیکن اسے بسا آرزو کہ

خاک شدہ۔ تقسیم ہند سے قبل میں سخت علیل ہوا۔ جانبری کی امید نہ تھی۔ رسالہ مجبوراً بند کرنا پڑا اور یہ حسرت دل کی دل ہی میں رہ گئی۔

ابتدائے ۱۹۳۰ء میں حیدرآباد سے نواب بہادر یار جنگ کا خط موصول ہوا کہ انجمن اتحاد المسلمین کا شاندار سالانہ اجلاس ماہ جنوری کے دوسرے ہفتہ میں ہونا قرار پایا ہے۔ جناب والا کی شرکت کی شدید ضرورت ہے۔ اس انجمن اتحاد المسلمین کے بانیان میں سے میں بھی ایک تھا۔ دو سال قبل ایک انجمن کی بنا کی گئی تھی نواب سالار جنگ بہادر مرحوم اس کے صدر تھے مقصد صرف یہ تھا کہ مسلمانان دکن بالخصوص اور مسلمانان ہند بالعموم اس میں متحد ہو کر غیر مسلم ناواجب حملوں کا جواب دیا اور باہمی اختلافات کو دبا دیں۔ جواب تار پر مانگا تھا وقت کم تھا۔ میں نے فوراً یہ سمجھ کر کہ نواب سالار جنگ بہادر اس کے صدر ہیں اور سرکار اعلیحضرت کی سرپرستی میں جلسہ ہو رہا ہے فوراً تار دیا کہ میں آرہا ہوں۔ اور روانہ ہوا۔ بدایوں سے متھرا کا ٹکٹ لیا اور وہاں سے G. I. P کے میل میں حیدرآباد کے واسطے روانہ ہوا۔ اپنے پہونچنے کا تار دیدیا تھا ناہلی اسٹیشن پر استقبال کے واسطے لوگ موجود تھے۔ ہمارے ساتھ اس گاڑی سے ناگپور سے آنے والے نواب صدیق علی خاں صاحب اور مدراس سے آنے والے مولوی عبدالوہاب صاحب ایم اے پرنسپل اسلامیہ کالج مدراس تھے۔ ہم لوگ ایک پارسی

ہوٹل میں لائے گئے جس کے دروازے پر ایک طرف سیاہ گھوڑے کی تصویر اور دوسری طرف سفید گھوڑے کی تصویر بنی تھی اور جلی حروف سے لکھا تھا "بلیک اینڈ وہائٹ ہارس ہوٹل" میں تو دروازہ پر ٹھٹکا۔ اور کہا جناب یہاں کا "بلیک اینڈ وہائٹ" تو دروازہ سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ میں اس ہوٹل میں کسی طرح قیام نہیں کر سکتا۔ مولوی عبدالوہاب صاحب اور نواب صدیق علی خاں صاحب تو اتر پڑے۔ اسباب کمرہ میں لے جایا گیا اور مجھے نظامیہ ہوٹل میں لے جایا گیا۔ وہاں بھی تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ سب کمرے مہمانوں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے اپنے میزبانوں سے کہا جناب والا مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ میں مولوی سید اعجاز حسین صاحب گلبرگوی... ایڈووکیٹ کے بنگلہ پر ٹھہروں گا۔ موصوف کے پاس ۱۹۲۸ء میں سب سے پہلے ٹھہرا تھا اور پھر بھی چند مرتبہ قیام کر چکا تھا۔ مولوی صاحب مرحوم اخلاق کا مجسمہ اور حد درجہ کے مہمان نواز تھے۔ بڑے علم دوست۔ اور کتابوں کے جمع کرنے کا بڑا شوق تھا۔ ایک بہت بڑے کتب خانہ کے مالک تھے جس میں ہزاروں کی تعداد میں کتابیں موجود تھیں۔ میں وہاں ٹھہرا۔ دوسرے دن جلسے کے وقت مجھے موٹر آ کر لے گیا۔ مولوی عبدالوہاب صاحب اور نواب صدیق علی خاں صاحب کی محبت اور خلوص کو زندگی بھر نہ بھولوں گا۔ جتنی دیر میں جلسہ گاہ میں رہتا یہ حضرات سایہ کی طرح میرے ساتھ رہتے تھے۔ اور

دونوں صاحب نماز کے وقت مصر ہا کرتے تھے کہ میں نماز پڑھاؤں اور وہ میری اقتدا کریں۔ جلسے نہایت شاندار تھے۔ 60,000 نشستوں کا انتظام کیا گیا اور اتنا بڑا پنڈال مسلم لیگ پٹنہ کا بھی نہ تھا۔ جلسے کے شرکا کی یہ تفصیل تھی۔ ڈائس پر تقریباً ۲۰۰ اشخاص کی جگہ تھی یہاں صرف وہ لوگ بیٹھے تھے جنہوں نے کانفرنس میں شرکت کے لئے 10,000/- کا ٹکٹ خریدا تھا۔ اس کے بعد ڈائس کے نیچے دونوں طرف دو بلاک تھے جن میں 5000/- کے ٹکٹ والے حضرات بیٹھے تھے۔ اس کے بعد 2,000/- والے پھر 1000/- والے پھر 500/- والے پھر 200/- والے پھر 100/- والے پھر 50/- والے پھر 25/- والے پھر 10/- والے پھر 5/- والے۔ کسی بلاک میں ایک جگہ بھی خالی نہ تھی۔ پنڈال کے باہر تقریباً تین لاکھ آدمی کا مجمع تھا جو 2/- فی ٹکٹ دے کر شامل ہونا چاہتے تھے لیکن جگہ نہ تھی۔ تقریباً ۲ میل مربع میں جلسہ گاہ اور اس کے متعلق ضروری ادارے تھے۔ بہترین بازار۔ ملکی مصنوعات کا مظاہرہ۔ کوئی شے ایسی نہ تھی جس کی اس وقت ملک میں ضرورت ہو اور ملک کی بنی ہوئی اس بازار میں نہ ہو۔ سوائے ریل۔ جہاز اور ہوائی جہاز کے باقی مختلف قسم کی ضروری مشینیں۔ اور ہر قسم کا سامان موجود تھا دیکھنے میں عمدہ بالکل ولایتی نمونہ کا اور نہایت ارزاں۔ نواب بہادر یار جنگ نے یہ دکھلانا چاہا تھا کہ چند سال کی کوشش میں جب ملک نے

اس قدر ترقی کی ہے تو امید ہے بہت جلد ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لئے ریاست حیدر آباد دکن کسی بیرونی ملک کی محتاج نہ رہے گی۔ اتنے بڑے جلسہ میں پولیس کا کوئی انتظام نہ تھا بلکہ افسران پولیس کو یہ عملاً بتا دیا گیا تھا کہ ہم اپنی حفاظت خود کر سکتے ہیں۔ ۱۰۰۰/- سے زیادہ مسلح والنٹیر انتظام میں مصروف تھے اور کسی قسم کی زحمت کسی شخص کو نہ تھی ان تین دن کے جلسوں میں ایک شب کو ایک ناگوار واقعہ رونما ہوا جو اگر والنٹیر کور کا انتظام اچھا نہ ہوتا تو زبردست فساد ہو جاتا۔ لیکن نواب بہادر یار جنگ نے نہایت خوبی کے ساتھ اس ہنگامہ کو فرو کر دیا اور یہ ثابت کر دیا کہ ہم کسی قسم کی پولیس کی مدد کے محتاج نہیں ہیں۔ ایک دن کسی فسادی نے بجلی خراب کر دی اور مائکروفون خراب ہو گیا۔ میں اس وقت تقریر کر رہا تھا۔ رات کا وقت تھا میں نے حاضرین سے کہا اگر آپ میرا بیان سننا چاہتے ہیں تو ذرا قریب آ جائیں۔ یقین جانئے کہ انتہا درجہ کی تیزی کے ساتھ پچھلی صفوں والے اگلی صفوں میں داخل ہو گئے اور کسی کو یہ خیال نہ تھا کہ ہم کہاں پہنچ گئے۔ جلسے بخیر و خوبی ختم ہوئے نواب سالار جنگ بہادر مرحوم اس جلسے میں شریک نہ تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ آپ کیسے آئے میں نے عرض کیا حضور صدر انجمن تھے میں نے خیال کیا کہ حضور نے مجھے یاد کیا ہوگا۔ فرمایا میں شریک نہیں ہوں آپ ان لوگوں سے کرا یہ نہ لیں چنانچہ میں نے

کرایہ نہ لیا۔ سرکار اعلیحضرت نے بھی یہی سوال کیا۔ میں نے جواب دیا مجھے خیال ہوا کہ سرکار کی سرپرستی میں جلسے ہو رہے ہیں۔ اس لئے حاضر ہوا۔ فرمایا کرایہ نہ لینا۔ خود خزانہ عامرہ سے ۲۰۰/- زادراہ مجھے بھجوا دیا۔

ان جلسوں کے بعد مدراس گیا۔ چند دن وہاں قیام کیا۔ آقا محمد خلیل شیرازی علیہ الرحمہ کا مہمان رہا۔ عجیب و غریب شخصیت کے مالک تھے۔ میں اُن کے خصائل حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ بیان نہیں کر سکتا۔ وہاں سے میں نے بنگن پلی ریاست میں ایک دن قیام کا ارادہ کیا اور خود ہی اطلاع کی۔ اور دیوان صاحب کو تار دیئے اور خطوط بھیجے۔ بنگن پلی کے دیوان صاحب کا خط ایسے وقت ملا کہ میں ٹکٹ لے چکا تھا۔ برتھ ریزرو کرالی تھی اور نواب صاحب کو تار بھی دیدیا تھا۔ اسلئے ارادہ ملتوی نہ کر سکا۔

۲ بجے رات کے گاڑی بنگن پلی اسٹیشن پر پہونچی۔ بدقت تمام اسباب اتارا۔ قلی ندارد۔ اسٹیشن پر ویٹنگ روم کا پتہ نہ تھا۔ ایک مختصر سا کمرہ اس میں اسٹیشن ماسٹر ٹکٹ بابو۔ اور سب کچھ۔ میں نے خود اسباب اتارا۔ گاڑی چلی گئی۔ اب پھر دو بجے رات کے کلکتہ جانے والی ڈاک آئے گی۔ میں نے دریافت کیا کوئی آدمی میرے لینے کو آیا ہے۔ معلوم ہوا نہیں۔ کوئی سواری ہے نہیں۔ کوئی قیام کی جگہ اسٹیشن کے قریب ہے نہیں۔ مجبوراً رستے پر بولڈا بچھایا۔ رات کاٹی۔ ضرورتِ زندگی تو بہر حال زندگی سے وابستہ ہیں۔ پیشاب

پائخانہ کے واسطے پانی درکار ہے۔ یہاں پانی صرف ہندو کنوئیں سے بھر کر لاتا ہے۔ صبح ہوئی تیمم سے نماز ادا کی۔ بکل کے مدراس سے چلے ہوئے تھے۔ بھوک پیاس بھی ہوئی جس کے رفع کرنے کے لیئے کوئی صورت نہیں اب ۲ بجے دن کے بس آئے گی جو بنگن پلی لے جائے گی۔ شہر یہاں سے صرف ۴ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک پوائنٹس مین نے بکری کا دودھ خود دوھ کر چار بنائی اور گڑ ڈال کر پلائی۔ صرف یہی ایک مسلمان سارے اسٹیشن پر ہے خدا خدا کر کے ۲ بجے بس آئی ہم سوار ہو گئے۔ بس والے سے دریافت کیا کوئی ہوٹل۔ سرائے۔ مسافر خانہ وغیرہ ہے۔ جواب نفی میں ملا۔ کوئی مسجد امامباڑہ ہے اس نے کہا معروف صاحب کا امامباڑہ ہے۔ اس شہر میں یہی سرکاری امامباڑہ ہے۔ میں نے کہا وہاں لے چلو۔ وہاں پہونچا۔ بغیر چوکھٹ کواڑ کا ایک دالان تھا جس میں ایک تخت بچھا تھا نہ کوئی ٹھہرنے کی جگہ۔ نہ پیشاب پائخانہ کے واسطے کوئی مقام معین۔ نہ سامان محفوظ کرنے کے لیئے کوئی بندوبست۔ الحمدللہ اسباب چوکی پر رکھا اور خود اس انتظار میں رہے کہ کوئی انسان نظر آئے تو اس سے کچھ بات کی جائے۔ اتنے میں معروف صاحب نظر آئے۔ سلام علیک کے بعد معلوم ہوا آپ ہی معروف صاحب ہیں اور اس امامباڑہ کے متولی منتظم ہیں میں نے کہا جناب کوئی جگہ پیشاب پائخانہ کے واسطے ہے۔ فرمایا ہاں۔ یہ سامنے

کنواں ہے۔ اس کی من پر بیٹھ کر رفع حاجت کر لیجئے۔ زندگی بھر میں یہ اپنی قسم کا دوسرا پاخانہ تھا۔ ایک نصرپور میں اور ایک ٹنگن پلی میں۔ میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھ پر کیا گزری۔ سڑک چل رہی ہے کھلا میدان ہے اور کنوئیں کی من پر بیٹھ کر پاخانہ پھرنا۔ چھتری ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔ اس سے پردہ کیا۔ اور چادر ناچار رفع حاجت کر کے اب پانی وضو کے لئے طلب کیا۔ پانی کسی دوسری جگہ سے مل گیا۔ وضو کیا نماز پڑھی۔ خدا کا شکر کیا۔ بھوک کی شدت سے چلین کر رہی تھی مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ اس عرصہ میں اس ماسباڈہ کے بالائی حصہ میں ایک ایرانی مقیم تھے جو میرے جاننے والے تھے انہوں نے مجھے بہ اصرار چاء پلائی میں نے ان کی سیب اور انار سے تواضع کی۔ معروف صاحب ایک میلے کپڑے میں روٹی لپیٹ کر لائے اور فرمانے لگے کھانا کھا لیجئے۔ میں نے انکار کیا کھانا واپس کر دیا۔ اب میں نے دیکھا کہ ایرانی مہمان کے لئے باقاعدہ خوان میں کھانا آیا۔ مجھے سخت کوفت ہوئی۔ معروف صاحب سے پوچھا کہ نواب صاحب سے ملاقات کب ہو سکتی ہے فرمایا۔ دس بجے رات کے۔ میں نے ایک پرچہ لکھ کر بھیجا کہ میں نے تار اور خط سے اپنی آمد کی اطلاع دی تھی۔ اور میرے ساتھ یہ برتاؤ ہوا۔ غالباً پرچہ نواب صاحب تک نہ پہونچا۔ جواب ملا صبح کو آپ سے ملاقات ہو گی جس طرح ممکن ہوا رات کاٹی۔ صبح کو بس میں اسباب

رکھ کر سوار ہوا۔ نواب صاحب کے محل کے قریب بس ٹھہری۔ میں اندر گیا معلوم ہوا ابھی برآمد نہیں ہوئے ہیں تھوڑی دیر انتظار کے بعد ایک معمولی چھتری لگائے ہوئے خود مع اپنے صاحبزادے کے برآمد ہوئے ایک چھوٹے سے حجرہ میں مجھے ساتھ لے گئے جہاں ایک میز اور دو کرسیاں بچھی ہوئی تھیں جگہ بالکل کم تھی۔ فرمانے لگے مجھے یاد نہ رہا۔ آپ کا تار اور خط آیا تھا آپ قیام کریں میں نے کہا میں اب نہیں ٹھہر سکتا وقت نہیں ہے صرف اپنی ڈاک لینے آیا ہوں اگر میرے نام کچھ خطوط آئے ہوں تو دیدیجئے۔
متعدد خطوط اور ایک تار آیا تھا۔ تار اور خطوط لے کر اور خدا حافظ کہہ کر روانہ ہوا چار بجی ٹرین۔ کلکتہ پہونچا۔ مرزا احمد صاحب اصفہانی کو تار دیدیا تھا۔ اسٹیشن پر سواری مع ایک منتظر کے موجود تھی۔ ان کے دفتر میں گیا۔
وہیں ایک کمرہ میں قیام کیا۔ عشرہ محرم کے واسطے گیا تھا۔ مرزا احمد صاحب اصفہانی نے میرے واسطے پروگرام بنایا۔ امام باڑہ حاجی کربلائی ٹیٹے والی گلی مسجد اور گول کوٹھی میں مجالس کا پروگرام معین کیا گیا۔
خان بہادر میجر مرزا ابو جعفر صاحب ایم اے آئی سی ایس نے بیکر ہوسٹل میں تقریر کرائی۔ مسلم انسٹیٹیوٹ میں بھی تقریر ہوئی اور بحمد اللہ یہ دونوں انگریزی کی تقریریں بے حد مقبول ہوئیں۔ میجر صاحب نے کوٹھی بنائی تھی اس کے افتتاح کی مجلس علامہ ہندی نے پہلے اور ان کے بعد خاتمہ کلام

میرے ذمہ رہا۔ بے حد شاندار تقریر رہی مجلس کے بعد بریانی حلوہ شیرمال مرغ مسلم وغیرہ حاضرین کو کھلایا گیا۔ ایک مجلس خان بہادر کی سفارش پر اور پڑھی جہاں بانی مجلس پردہ میں رہیں سامنے نہ آئیں۔ مرزا امداد علی بیگ صاحب مرحوم نے بڑی پر تکلف دعوت کی ان کے نواسہ محمد جعفر صاحب سے بھی ملاقات ہوئی یہ ہمارے دوست صادق مسیح کے فرزند ہیں صادق صاحب سرِ دشت تخلص کرتے ہیں۔ (آج کل ۱۹۷۱ء میں) کراچی میں مقیم ہیں کبھی کبھی مجلس یا مشاعرہ میں ملاقات ہوتی ہے۔

۱۹۲۹ء شروع ہوا۔ جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب طاب ثراہ نے ایک تحریر مجھے مرحمت فرمائی جس سے بہ آسانی پتہ چل سکے گا کہ میں نے مدرسہ کو چھوڑ دیا۔ مدرسہ نے مجھے ناکارہ سمجھ کر میرے بارے سبکدوشی حاصل کی وہ تحریر درج ذیل ہے۔

۱۴ / ۱ / ۲۹ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

گرامی منزلت جناب مولوی نثار علی صاحب حیدری دام مجدہ و فضلہ مدرسۃ الواعظین کی اسپیشل کلاس سے کامیابی کی سند حاصل کر کے مدرسہ کی طرف سے واعظ مقرر ہوئے۔ مولوی صاحب ممدوح نے اطراف و بلاد ہندوستان کے علاوہ رنگون و سیام خدمات لائقہ بجا لا کر سنگاپور، پانگ کا گم اور شنگھائی بھی دورہ فرما کر مدرسہ کی توسیع اشاعت میں قابل قدر کام کیا۔ اور

اعلائے کلمہ اسلام میں سعی فرمائی۔ اس کے علاوہ بلاد ایران میں لوگوں کو
مدرسے کے فیوض و برکات کا اپنی تقریروں سے معترف بنایا اور ارکان دولت
اور اعاظم ملت سے اسناد و تحریرات حاصل کئے اور ایران میں مدرسہ کا
نام روشن کیا۔ بالفعل ایک ماہواری انگریزی اردو رسالہ جاری کر کے مقصد
ادارہ کی تائید فرما رہے ہیں۔ ممدوح نے خدمات مذکورہ بجا لا کر مجھے خوش
و مسرور کیا مجھے توی امید ہے کہ موصوف ہمیشہ مدرسہ کی ہمدردی اور اس
کے بقا میں ساعی رہیں گے۔ اور جو لوگ مدرسہ کے خلاف کارروائی کریں
گے انہیں تنبیہ فرماتے رہیں گے۔ (دستخط) نجم الحسن عفی عنہ بقلم

مہر شریف

اس تحریر کے بعد فروری میں مسٹر خالد شیلڈریک نے مدرسۃ الواعظین میں
آنے کا ارادہ کیا تار سے اطلاع دی۔ موصوف اس زمانہ میں ہندوستان
بقصد سیاحت آئے ہوئے تھے۔ اور اپنے رسالہ کے جو لندن سے شائع
ہوا کرتا تھا خریدار فراہم کرنا چاہتے تھے۔ مجھے مولانا نجم الحسن صاحب قبلہ نے
اپنے قلم سے ایک پوسٹ کارڈ لکھا۔

دام مجدکم۔ پس از تسلیم ملتمس آنکہ کل مدرسہ میں خالد شیلڈریک
آنے والے ہیں۔ آپ کے سوا ان کی تقریر کا جواب دینے والا کوئی نہیں ہے
فوراً تشریف لائیے۔ والسلام نجم الحسن عفی عنہ $\frac{16}{2}$ ۲۹ء

میں فوراً پہلی گاڑی سے روانہ ہو کر علی الصباح لکھنؤ وارد ہوا۔ شفیق مرزا عابد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے دولت خانہ پر قیام کیا۔ سہ پہر کو مدرسہ میں جلسہ تھا مرزا صاحب کے ہمراہ گیا۔ لوگ سمجھے کہ اب مرزا صاحب نے مولوی نقار علی صاحب کو راضی کر لیا۔ راجہ صاحب بہادر آف محمود آباد سلمہ اللہ تعالےٰ بھی تشریف فرما تھے۔ مسٹر خالد شیلڈریک نے تقریر کی فرمایا میرے ہندوستان آنے کی غرض صرف مسٹر نقار علی حیدری سے ملاقات کرنا تھا۔ غائبانہ ان سے تعارف تھا۔ کبھی کبھی خط بھی آتا جاتا تھا۔ لندن میں مدرستہ الواعظین کی تبلیغی جدوجہد کی سخت ضرورت ہے اور مسٹر حیدری سے بہتر اس کام کے واسطے مجھے کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ اور بھی بہت سے مشورے دیئے میں نے جواب میں ان کا شکریہ ادا کیا اور مدرستہ الواعظین میں آنے اور یہاں کے تبلیغی خدمات کو اچھی نظر سے دیکھنے کا مزید شکریہ ادا کیا۔ چارپانی کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔ اور میں پہلی گاڑی سے مکان واپس آیا۔ کچھ دنوں کے بعد حیدر آباد۔ بمبئی۔ مدراس۔ کلکتہ کا دورہ کیا اور اپنے رسالہ "اسلامی دنیا" کی اشاعت کے لئے کوشش کی۔ ہر شخص نے رسالہ دیکھ کر بے حد اظہار ہمدردی کیا اور بخوشی خریداری منظور کی۔ اکثر نے چندہ پیشگی ادا کیا اور کچھ ایسے بھی تھے جن کا جوش وقتی تھا اور چند سال پرچہ جاری رہنے کے بعد بھی رسالہ کی مالی مشکلات میں کمی کرنے کی کوشش نہ کی۔ ہمارا مقصد

صرف تبلیغ اور اشاعت مذہب تھا اسلئے روپیہ وصول کرنے کی فکر کم تھی اور نتیجہ یہ ہوا کہ ۲ سال جاری رہنے کے بعد رسالہ کو بند کر دینا پڑا۔ اس عرصہ میں اس رسالہ میں مشاہیر اہل قلم کے اردو و انگریزی میں مقالات اور نظمیں شائع ہوتی رہیں۔ افسوس ہے کہ پاکستان آتے ہوئے وہ سارا ذخیرہ غارت ہوگیا۔ مشاہیر کے فوٹو مع حالات زندگی ہر خصوصی نمبر میں شائع کئے گئے۔ اور ارادہ تھا کہ جب یہ فہرست کسی حد تک مکمل ہو جائے گی تو ایک کتاب کی صورت میں شائع کر دی جائے گی لیکن "آکر قدح بشکست و آں ساقی نماند" حالات بدل گئے اور یہ ارادہ صرف ارادہ کی حد تک رہ کر ختم ہوگیا۔ عشرہ محرم میں کراچی بلایا گیا۔ مجالس بے حد کامیاب ہوئیں مسٹر حسینی سلیمان سکریٹری خوجہ محفل نے بے حد خلوص و محبت کا اظہار کیا۔ عشرہ کے دوران میں سیٹھ حاتم علوی نے آٹھ محرم کو اپنے بنگلہ پر مجلس پڑھنے کا وعدہ لیا۔ مجمع مختصر تھا لیکن بے حد مقبول مجلس ہوئی۔ سیٹھ صاحب کی صاحبزادی نے بھی تقریر کرنا چاہی میں نے کہا نہایت مناسب ہے لیکن پردہ کے اندر کریں تو زیادہ مناسب ہے انہوں نے منظور کیا اور صاحبزادی نے نہایت عمدہ تقریر کی۔ میرے عزیز اور محترم دوست جنت مکان سیٹھ حاجی نور محمد جیٹھا بھائی نے خواہش کی کہ خالق دینا ہال میں ایک تقریر کروں جس کی صدارت ایک مشہور کانگریسی لیڈر جو پرانے ایڈووکیٹ تھے وہ کریں۔ یہ ہال ٹھیک بجے

شب کے پہونچا۔ اُس وقت ایک دوسرا جلسہ ہو رہا تھا۔ وہ فوراً دس منٹ میں اندر ختم ہو گیا اور کانگریسی لیڈر نے کرسی صدارت پر آ کر مجھ سے خواہش کی کہ میں تقریر کروں خداوند عالم کے فضل وکرم سے اس مجمع میں یہ تقریر نہایت کامیاب رہی اور صدر جلسہ نے اپنی تقریر میں بے حد تعریف کی۔

حاجی نور محمد صاحب اعلی اللہ مقامہ بے حد خوش ہوئے اور فرمانے لگے مولوی صاحب ہم کو آپ سے ایسی ہی امید تھی کسی کو شکایت کا موقع بھی نہ دیا اور نہایت اچھے طریقہ سے اپنے مقصد کو حاصل کیا۔ مسٹر حسینی سلیمان نے ایک الوداعی پارٹی ترتیب دی جس کے صدر جناب سیٹھ حاجی نور محمد صاحب بھائی تھے ختم جلسہ پر چائے اور شیرینی سے حاضرین کی تواضع کی گئی۔ مجھے مان پتر پیش کیا گیا اور گلے میں ہار ڈالے گئے متعدد فوٹو لیے گئے جن میں سے دو ایک اس وقت بھی میرے پاس ہیں اگر ہو سکا تو بلاک بنوا کر اور طبع کر کے اس صفحہ کے بعد شامل کر دیا جائے گا کراچی سے مختلف مقامات پر دورہ کرتے ہوئے حیدر آباد پہونچا۔ یہاں دو ماہ کے قریب مولوی سید اعجاز حسین صاحب ایڈووکیٹ کے دولت خانہ پر قیام کیا۔ شفیقی سید محمد حسن صاحب بلگرامی مرحوم وظیفہ یاب صدر محاسب سرکار عالی۔ و چیف جسٹس پائیگاہ سر خورشید جاہ سیٹھ عنایت اللہ دادا بھائی مرحوم اور مسٹر علی محمد چنائی اگزیکٹو انجینئر سرکار عالی۔ سید علی رضا صاحب اور مولوی امیر حسن صاحب تعلقدار میرے مخصوص احباب

تھے۔ پہلے تینوں بزرگوار (ہولی ٹرینیٹی) کے ارکان کہے جاتے تھے۔ سید محمد حسن صاحب مرحوم بلگرامی قادر کے لقب سے مشہور تھے۔ سیٹھ عنایت اللہ دادا بھائی مرحوم "سن" اور مسٹر جیپائی "ہولی گھوسٹ" اس عرصہ میں مولوی اعجاز حسین صاحب مرحوم کے داماد سید افتخار حسین صاحب اسسٹنٹ انجینیر کے بچوں کی تعلیم جناب مولانا سید حری حسن صاحب جائسی سے متعلق تھی موصوف علوم مشرقیہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور میرے ساتھ بے حد مانوس تھے میرے حیدرآباد سے چلتے وقت آپ نے اپنے قلم سے چند شعر لکھ کر مجھے عطا فرمائے جن کو میں قابل عزت و احترام سمجھتا ہوں۔ میں نے موصوف کا شکریہ ادا کیا اور عرض کیا کہ میں ہرگز اس قابل نہیں ہوں جو آپ نے تحریر فرمایا ہے موصوف نے اس پر اور مبالغہ فرمایا بہرحال وہ اشعار آج بھی شیشے میں لگے ہوئے میرے پاس موجود ہیں اُن کی نقل درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نقا علی کہ بجز راست نطق او منسوب۔ گہر فشانی از ہجو ابر نیسانی۔
بذکوہ یافت زعز دوتار او حظے۔ بطبع او نرسید است بحر عمانی
قدم نہد برہ مصطفیٰؐ زفضل خدا۔ سلیغ است زاسرار و لطف ربانی
کلیم طور کلام است و عارف اسرار۔ جو گل شگفتہ برادر رازہائے پنہانی
بود چو دامن آل عبا بدست او۔ نقاب افگند از روئے نگار قرآنی۔

بہ منبرش نرسد پایۂ سریر شہی ۔۔۔۔ بادج او نرسد تاج فرق سلطانی

حیدرآباد میں چند تقریریں کیں جن میں سرکار اعلیٰحضرت نے ایک میں شرکت فرمائی۔ اور بے حد خوشی کا اظہار فرمایا۔ شاہی عاشور خانہ میں ایک جلسہ وعظ کی بنا تھی حیدرآباد کے تمام مقررین مدعو تھے۔ مجھے دعوت نہیں دی گئی تھی۔ جب سرکار جلسہ میں تشریف لائے مجھے دریافت فرمایا معلوم ہوا کہ میرا نام پروگرام میں نہیں ہے فوراً اپنا موٹر بھیجا اور خاکسار کو طلب فرمایا۔ اس دن بارش اس قدر شدت کی تھی کہ سارا مجمع پانی میں بیٹھا تھا شامیانے پانی کو نہ روک سکتے تھے۔ صحن عاشور خانہ تالاب بن گیا تھا۔ سرکار مع شاہزادگان فرخندہ شان و ولیعہد بہادر وزراء امراء پانی میں بھیگتے ہوئے مع مولوی نذر حسن حیدری کے انتظار میں بیٹھے تھے۔ میں پہونچا اور صرف چند منٹ تقریر کر کے دعا پر جلسے کو ختم کیا یہ جلسہ حیدرآباد کی تاریخ میں یادگار ہے۔

[illegible]ء میں زیادہ تر علیل رہا لیکن مثل سالہائے گزشتہ اس سال بھی مجلس نظیر آباد میں شرکت کی اور میرا موضوع تقریر تھا "مذہب نتیجہ تمدن ہے یا تمدن نتیجہ مذہب ہے"۔ یہ تقریر یادگار رہی۔ [illegible]ء میں مجھے مدھوپور بنگال سے دعوت شرکت جلسہ سیرۃ النبیؐ آئی۔ میں وہاں گیا۔ اس جلسے میں میرے ساتھ مولوی یوسف صاحب تھے۔ جسٹس کے بابا تیل داس بھی تھے جو سنسکرت کے زبردست عالم ہندو مذہب سے کامل واقفیت رکھتے تھے مسلمان تھے

اور ان تمام خصوصیات کے مالک تھے جو ایک صوفی کے لئے ضروری ہیں۔ میری تقریر بے حد پسند کی گئی اور دو دن کے جلسوں میں میری تقریر ۳ بار ہوئی۔

اس سفر میں میرے عزیز دوست سیٹھ جان محمد گانجی مع اپنے فرزند سیٹھ عبداللہ گانجی اور دوسرے عزیزوں کے مقیم تھے۔ موصوف کی ملاقات کے واسطے کئی بار گیا ایک شب کھانے پر دعوت دی۔ اس سفر میں آپ کے لائق پوتے مسٹر اشرف علی گانجی بھی تھے موصوف کو میں کیپٹن اشرف کہا کرتا تھا اور آپ کے بڑے بھائی مسٹر امیر علی کو سر امیر علی کہتا تھا یہ سارا خاندان اخلاق کا مجسمہ ہے اور جب کبھی کلکتہ جانا ہوتا۔ یہ سب کے سب میرے ساتھ حد درجہ کے خلوص و محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور اپنے قیمتی وقت کو میرے ساتھ بے حد خوشی کے ساتھ صرف کرتے تھے۔ کلکتہ سے پٹنہ گیا نواب سید علی سجاد صاحب متولی وقف امام باندی بیگم صاحبہ کا مہمان رہا۔ موصوف بے حد خوش خلق اور متواضع بزرگ ہیں۔ چند روز قیام کے بعد مظفر پور (بہار) گیا وہاں ماسٹر سید ظفر حسن صاحب کے پاس مقیم رہا۔ ڈاکٹر سید اعجاز حسن صاحب جعفری نے دعوت کی۔ موصوف کی بیگم صاحبہ مع دو بچوں کے چھت کے گرنے سے ہلاک ہوگئی تھیں بے حد پریشان تھے لیکن اس سخت مصیبت پر آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ کیا۔ مظفر پور کے چند روزہ قیام میں ہائی اسکول میں ایک تقریر ہوئی جو بے حد پسند کی گئی۔ اسی زمانہ

میں بستی پور سے ایک وفد آیا اور خواہش کی کہ ان کے یہاں جلسہ سیرۃ میں تقریر کروں۔ ظفر صاحب نے منظور کر لیا اور خود میرے ہمراہ گئے۔ مولانا عبدالحامد صاحب قادری بدایونی بھی مدعو تھے موصوف بھی اسی گاڑی سے اترے جس سے میں اترا تھا اب ہم لوگ جلوس کی شکل میں جلسہ گاہ تک لائے گئے۔ میں نے تو زندگی بھر ایسا جلوس دیکھا نہ تھا۔ سخت پریشان تھا "زرد رنگ رفتن نہ پائے ماندن" افتاں و خیزاں پیادہ پا آگے آگے عوام الناس کا ہجوم مولانا عبدالحامد زندہ باد۔ مولانا لقاء علی زندہ باد کے نعرے ہو رہے تھے۔ خاک اس قدر اڑ تی تھی کہ کسی شخص کی صورت پہچانی نہیں جاتی تھی۔ سرتا پا غرق دریائے خاک تھے۔ اس صورت سے قیام گاہ تک لے جائے گئے۔ ایک کمرہ میں میں ٹھہرایا گیا ایک میں مولانا عبدالحامد صاحب قادری مقیم ہوئے۔ مولانا کے پاس عوام کا ہجوم ہو گیا اور بستی پور کے رجواڑے جوق درجوق مرید ہونے کے لئے آنے لگے۔ دوپہر کو پہونچے تھے مولانا نے نماز بھی آخر وقت پڑھی۔ میں نماز سے فارغ ہو چکا تھا اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ہمارے کمرہ کے سامنے باورچی خانہ تھا جس میں مہمانوں کی ضیافت کے واسطے کھانا تیار کیا جاتا تھا ہم لوگ چارپائی پر بیٹھے تھے اتفاقاً باہر نکل کر میں نے دیکھا ایک بدشکل لوٹا ہاتھ میں لئے ہوئے ایک شخص پاخانہ سے نکلا اور بلا تکلف اس دیگ میں لوٹا ڈال کر پانی لیا جس میں کھانا پکانے کے

واسطے پانی رکھا گیا تھا۔ اور غالباً یہی پانی پیا جاتا تھا۔ مجھ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے عہد کیا کہ اب میں نہ یہاں پانی پیوں گا نہ کھانا کھاؤں گا۔ ظفر صاحب بعد مغرب آئے۔ وہاں سے جلسہ گاہ گئے۔ ان کو خبر نہ تھی کہ میں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ جلسے میں سندیلے کے مولوی کرم علی صاحب بھی تھے جو میرے ساتھ بہت مانوس تھے اور پہلے بھی میرے ساتھ اکثر جلسوں میں کام کر چکے تھے بے حد تپاک سے ملے مولوی عبدالوہاب صاحب صدر مدرسہ عربی دربھنگہ اس جلسے کے صدر تھے آپ اہل حدیث فرقے سے تعلق رکھتے تھے اور سندیلوی مولوی صاحب بھی اسی عقیدے کے تھے۔ جلسہ سمتی پور کے سنی مسلمانوں نے کیا تھا اور اس جلسے میں کمال یہ تھا کہ کوئی چیز باہر سے مستعار نہیں منگائی تھی ہر شے اپنی تھی۔ فرش۔ شامیانہ۔ سامان ڈائس۔ مہمانوں کے کھانے وغیرہ کے واسطے ظروف۔ اور سامان یہ لوگ کپڑا بنتے ہیں اور کپڑے کی تجارت کرتے ہیں۔ تین دن کے جلسے تھے ۱۲ بجے رات کے جلسہ ختم ہوا۔ ظفر صاحب اپنے قیام گاہ پر جانے لگے۔ میں نے کہا جناب میں تو اس جگہ ایک منٹ بھی قیام نہیں کر سکتا بے حد گندے لوگ ہیں نجس اور پاک کا شعور نہیں۔ اور غالباً ان کو پاک اور نجس کی تعریف بھی معلوم نہیں ہے۔ وہ مجھے فوراً اپنے ایک شاگرد کے مکان پر لے گئے جو بالکل جلسہ گاہ کے قریب تھا اور جا کر ان سے

سارا حال بیان کیا انہوں نے فوراً چار۔ اور کھانے کا بندوبست کیا اور بقیہ دن انہی کا مہمان رہا۔ بیحد خاطر و مدارات کی۔ یہ پوسٹ آفس میں ملازم تھے۔ ان کے ذریعہ سے بیحد آرام ملا۔ دوسرے دن مولانا عبدالحامد صاحب قادری کے بیان کے بعد ستار بلوی صاحب نے تقریر کی اور مولانا کی تقریر پر اعتراضات کی بوچھار کر دی۔ مولانا کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگے میں اس وہابی کا دماغ صحیح کر دوں گا۔ میں نے کہا آپ خاموش رہیں میں نہایت اچھے عنوان سے ان کے بیان کی رد اور آپ کی تائید کر دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور صاحب صدر نے ہمارے بیان کی بہت تعریف کی۔ اس علاقہ کے ڈپٹی مجسٹریٹ بھی ایک جلسہ میں آئے یہ ہندو مذہب کے پابند تھے ان پر بھی ہماری تقریر کا اچھا اثر ہوا ستی پور سے مظفر پور ہوتا ہوا امکان آیا۔ یہاں ایک خط مولوی عبدالودود صاحب صدر مدرسہ عربیہ دربھنگہ کے ایما سے لکھا ہوا ملا۔ جس میں مارچ آئندہ میں ۳ دن کے واسطے دربھنگہ آنے کی دعوت دی گئی۔ یہاں بھی سیرۃ پاک کے جلسوں کی بنا تھی۔ اس جلسے میں بہت سے اہلسنت کے علماء مدعو تھے اکثر اہل حدیث تھے۔ ان تمام علماء میں مولانا آزاد سبحانی کانپوری بھی تھے۔ مجھے ان جناب سے پہلے کبھی ملاقات کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ آپ نے جو تقریر فرمائی ہے وہ آج تک میرے کانوں میں گونج رہی ہے اور بھولوں گا نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے جناب سرور عالمؐ اور جناب عائشہ کی مدح سرائی اس صورت سے کی کہ سارا مجمع

پریشان ہوگیا۔ یہ مدح نہ تھی بلکہ حد درجہ کی توہین تھی۔ کبھی آپ نے جناب عائشہ اور جناب سرور عالمؐ کی کشتی کرائی اور حضورؐ پچھڑ گئے تو فرماتے تھے کہ مسلمانوں محمدؐ پچھڑ گئے نبوت نہیں پچھڑی۔" کبھی فرماتے تھے کہ ایک دن حضورؐ نے کہا۔ "عائشہ آؤ آنکھ مچولی کھیلیں"۔ اور خوب آنکھ مچولی کا تماشہ مجمع کو دکھایا۔ اس مجمع میں سکھ بھی تھے۔ ہندو بھی تھے مسلمان بھی تھے شیعہ صاحبان فقط دس بیس ہوں گے۔ ان کے پاس بار بار پرچہ بھیجا گیا کہ اب تقریر ختم کیجئے۔ دوسرے صاحب کا وقت ہے اور لوگ ان کے بیان سننے کے مشتاق ہیں بدقت تمام اسٹیج چھوڑا اور پرچہ دینے والوں کو برا بھلا کہتے اترے۔ اب میں نے تقریر شروع کی جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی میری تقریر کے بعد مولوی عبدالوہاب صاحب نے جو اس جلسہ کے بھی صدر تھے اپنی تقریر میں فرمایا کہ اس جلسہ میں صرف ایک مولوی لقار علی حیدری کافی تھے یہ خرافات بیان کرانے کی ضرورت نہ تھی۔ تیسرے دن پھر آزاد سبحانی صاحب از خود پلیٹ فارم پر آگئے اور اراکین جلسہ اور صدر کو صلواتیں سنائیں اور ضمناً یہ کہا کہ ایک شیعہ کے بیان کا اشتیاق ظاہر کیا جاتا ہے اور میں جو محض حقائق بیان کرتا ہوں تقریر سے روکا جاتا ہوں۔ یہ حضرت بھی مرید بناتے تھے لیکن کوئی خاص چٹکلا ایجاد کیا تھا جس کی فیس داخلہ عمر تھی اور دس بیس پاس سے کچھ زیادہ ان کے ہمدرد بن گئے۔ دو دن اور قیام کرنا پڑا۔ مقامی شیعہ

صاحبان میں صرف دو گھر تھے جو بے حد مسرور تھے اور لوگ ان کو مبارکباد دینے آتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ آپ کے یہاں کا عالم سب پر فوق لے گیا۔

سنہ ۱۹۴۱ء میں جام نگر میں یادگار حسینی کے جلسہ کی بنا تھی۔ شفیق الحاج سیٹھ اللہ رکھیا کریسن نے جنکو میرے ساتھ سنہ ۱۹۲۴ء سے خاص محبت تھی ایک تار دیا کہ جلسہ ہائے یادگار میں شرکت کروں۔ میں نے تار کا جواب دیا کہ میں حاضر ہوں اگرچہ صحت ٹھیک نہیں ہے۔ فوراً موصوف نے نا پر زادِ راہ بھیجدیا۔ اور میں جام نگر پہونچا۔ کاٹھیاواڑ جانے کا یہ پہلا موقعہ نہ تھا متعدد مقامات پر آج سے قبل جا چکا تھا حضرات کو فی الجملہ واقفیت تھی۔ میرے احباب میرے آنے سے بے حد خوش ہوتے ہیں۔ ایک میدان میں جلسہ کی بنا تھی۔ جام صاحب صدر تھے ان کی میم صاحب یوروپین تھیں اور اگرچہ مجمع انگریزی داں زیادہ نہ تھا لیکن میں نے چاہا کہ صدر جلسہ اور ان کی میم صاحب کے ذہن نشین اگر جلسہ کی اہمیت اور حضرت سید الشہدا ؑ کی عظمت کرا سکا تو میں کامیاب ہوں گا۔ تقریر بے حد پسند کی گئی اور جام صاحب نے اپنی آخری تقریر میں فرمایا کہ مسٹر حیدری نے چونکہ انگریزی میں تقریر کی ہے جس سے میں بے حد متاثر ہوا ہوں لہذا پہلے میں مسٹر حیدری کا انگریزی میں شکریہ ادا کروں گا اور ان کی تقریر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں گا پھر اپنے بچوں کے لئے دعا یا گجراتی زبان میں تقریر کروں گا۔ دیر تک انہوں نے میری تقریر کی تعریف کی اور کہا اگر آپ

قسم کے بیانات جلسہ ہائے عام میں پیش کئے جائیں تو امن عالم میں کبھی خلل نہ پڑے۔ مسٹر حیدری نے ثابت کر دیا کہ امام حسینؑ کسی خاص قوم اور قبیلے یا جماعت کے رہنما نہیں ہیں بلکہ وہ دنیا بھر کے تمام انسانوں کے بلا تفریق مذہب و قومیت رہنما ہیں۔ میں خواہش کرتا ہوں کہ مسٹر حیدری ابھی چند روز اور یہاں قیام کریں۔ اور میری ریاست کے تمام لوگوں کو اپنے وعظ سے فائدہ پہنچائیں۔ مسٹر چوہدری کو مامور کیا کہ وہ عنقریب جامع مسجد میں کم سے کم ۲ راتیں جلسہ ہائے عام کا انتظام کریں۔ جام صاحب اور ان کی میم صاحب کو ہار پہنانا تھے اور یہ کام بانیان جلسہ نے مجھ سے لیا۔ میں نے دونوں کو ہار پہنائے ایک ہار میرے واسطے لایا گیا تھا جو جام صاحب نے خود میرے گلے میں ڈالا جس پر میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور میرے بلانے والوں نے بے حد اظہار مسرت کیا۔ میں نے دو راتیں تقریر کی ...... بلیک آؤٹ سارے شہر میں تھا لیکن باوجود اس کے دونوں راتیں ... ۳۰ ہزار کے قریب مجمع رہا اور تمام حاضرین نے خواہش کی کہ میں پھر بھی کبھی اس طرف آؤں۔

اس سفر میں ایک خاص بات قابل ذکر یہ ہوئی کہ میرے عزیز دوست اور قدیم کرم فرما سیٹھ حاجی نور محمد جیٹھا بھائی کی خدمت میں مقامی انجمن اسلامیہ کا سکریٹری آیا اور التماس کی کہ حیدری صاحب کا ایک وعظ میرے مکان پر ہو۔ سیٹھ صاحب مرحوم نے مجھ سے دریافت کیا میں نے کہا حسینؑ ڈے کے جلسے

سیٹھ علی محمد لادھا جہارمو گوڈا والا
داماد جناب حاجی سیٹھ غلام حسین
واوا جی بمبئی والے
(ص - ۳۵۵)

فخر الحاج والمعتمرین عالی جناب سیٹھ فاضل علی [illegible]
جیٹھا بھائی زاد فضلہ، نائب صدر حیدری بمبئی [illegible]
ٹرسٹ کراچی (ص - ۳۵۵)

رئیس التجار حاجی نور محمد جیٹھا بھائی مرحوم
صدر خوجہ اثنا عشریہ جماعت جام نگر
(ص - ۳۵۵)

فخر الحاج جناب سیٹھ غلام حسین جیٹھا بھائی
ممبر میونسپل کارپوریشن و صدر انجمن معین العزا
کراچی (ص - ۳۵۵)

میں ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک تھے۔ جامع مسجد کے عقب دو رات
بے پناہ مجمع رہا۔ اب یہ کس غرض سے اپنے مکان پر تقریر چاہتے ہیں اب ان کے
یہاں کس قدر مجمع ہو سکے گا۔ ان جناب نے میرے دوست کو یقین دلایا کہ
دو ہزار آدمی کم از کم جمع ہوں گے اور سب اہل علم ہوں گے چنا ہوا جلسہ ہوگا
شفیق سیٹھ حاجی غلام حسین جیٹھا بھائی نے بھی سفارش کی اور میں نے منظور کر
لیا۔ جلسہ کی ابتداء شب کے وقت ۸ بجے کے بعد تھی۔ ہم لوگ نماز سے فارغ ہو کر
کھانا کھا کر چلے۔ ان جناب کا مکان کچھ فاصلہ پر تھا۔ راستہ میں دیر بھی کوئی ..
اور کچھ دیر لگی۔ بہرحال نو بجے تک ہم لوگ پہونچے ایک سہ منزلہ
مکان تھا جس کی سب سے اوپر والی چھت پر مجلس وعظ کی بنا تھی۔ خدا گواہ
ہے میں تو تھک گیا تھا بیماری کا اثر تھا جو کئی سال سے مسلسل جاری ہے۔ میرے
ہمراہ سیٹھ حاجی نور محمد جیٹھا بھائی۔ سیٹھ حاجی غلام حسین جیٹھا بھائی سیٹھ حاجی
فاضل علی نور محمد جیٹھا بھائی سیٹھ حاجی اللہ رکھیا کرن اور تین اور ممبران
نوجوان اثنا عشری جماعت جام نگر تھے۔ ہم سب آٹھ کس تھے جب مکان
کی چھت پر پہونچے دیکھا ۱۰-۱۲ نفر عوام الناس کا مجمع ہے جن کی صورت سے
ابتذال ٹپکتا تھا۔ ایک وہ سکریٹری صاحب تھے میں نے ان سے پوچھا
جناب نو بج چکے ہیں وہ آپ کا دو ہزار کا مجمع جو میرے بیان کا مشتاق
تھا کہاں ہے فرمانے لگے ابھی سب لوگ آرہے ہیں میں نے کہا اس چھت؟

پر تو مشکل سے سو ڈیڑھ سو آدمی آسکتے ہیں۔ کہنے لگے جو آتے جائیں گے وہ پیچھے کے درجہ میں بیٹھیں گے۔ مجھے ان کے اس بیان سے خیال پیدا ہوا کہ اس شخص کی نیت بخیر نہیں ہے یہ کچھ فساد کرنا چاہتا ہے لیکن اب کیا کر سکتے ہیں"۔ نہ روئے رفتن نہ پائے ماندن۔ اتنے میں چند لانبی داڑھی والے صاحبان تشریف لائے جو میرے دونوں بازوؤں پر تکیہ لگا کے بیٹھ گئے۔ اب مجمع تقریباً سو ۱۰۰ کے قریب ہو گیا۔ ان سکریٹری صاحب نے کہا میں چاہتا ہوں کہ مولانا حیدری کے بیان سے قبل چند منٹ کچھ عرض کروں اور پھر مولانا سے خواہش کروں کہ وہ میرے بیان کی تصدیق فرما دیں یا جو کچھ اس کے متعلق ان کی رائے ہو وہ ظاہر کریں۔ اب اس شخص نے پہلے کچھ شعر پڑھے پھر تقریر شروع کی اور ۱۱½ بجے رات تک تقریر کو جاری رکھا کسی طرح ختم ہی نہ کرتا تھا۔ معلوم ہوا کہ اپنی تقریر سنانے کے لئے ہم کو بلایا تھا۔ تقریر میں اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ مجلس عزا۔ تعزیہ۔ علم۔ سبیل۔ شربت۔ نذر و نیاز سب بدعت ہے اور ضرورت ہے کہ تمام مسلمان متحد ہو کر اس بدعت کو ہندوستان سے دور کر دیں۔ وہ جو داڑھی دار حضرات بیٹھے تھے ان سے بار بار داد طلب ہوتا تھا انداز سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ سب اس کے ہم خیال ہیں اور اس نے حسین ڈے کے اس کامیاب جلسے اور جامع مسجد کی پشت پر دو دن کی تقریر کی کامیابی سے باخبر ہو کر یہ تدبیر سوچی کہ ایک بند مکان میں ہم

منزل پر آدھی رات کو صرف آٹھ دس شیعہ کو اپنے ہم خیال اہل سنت کے سامنے بی کھول کر برا بھلا کہے اور ان کے جذبات کو مجروح کرے خدا خدا کر کے وہ بیٹھا اور مجھ سے خواہش کی کہ میں اس کی تائید میں تقریر کر دوں۔ میرے رفقا یقیناً بے حد متردد ہوں گے کیوں کہ یہ لوگ ہرگز فساد نہیں چاہتے اور ان کو اندیشہ تھا کہ اگر مولوی صاحب نے جوش میں آکر کچھ اس شخص کے خلاف بیان کیا تو یہ ضرور فساد کریں گا لیکن میرے دوستوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ مجھے خداوند عالم نے کس قدر جرأت اور ہمت عطا فرمائی ہے۔ یہاں تو سات آدمی میرے ہم خیال تھے۔ میں تو دنیا کے مختلف حصوں میں ایسی حالت میں گیا ہوں اور جلسہ ہائے عام میں تقریریں کی ہیں جہاں میرا تائید کرنے والا میرا خدا اور حضرات معصومین علیہم السلام کے سوا کوئی نہ تھا۔ میں نے کھڑے ہو کر خطبہ مختصر پڑھا۔ ایک صاحب جن کا نام مجھے معلوم نہیں داڑھی دار میرے الٹے ہاتھ کو بیٹھے تھے ان کے چہرے سے میں نے اندازہ کیا کہ یہ اس منہ زور کی تقریر سے خوش نہیں۔ دوران تقریر میں ان کو حافظ صاحب کہہ کر خطاب کیا گیا تھا۔ اس سے مجھے یقین ہوا کہ یہ حافظ قرآن بھی ہیں۔ میں نے اس دریدہ دہن۔ بدلگام۔ اور جاہل کے سارے بیان کے ایک ایک جز کی رد کی اور اپنے بیان کی تائید میں آیات کلام پاک پڑھتا رہا اور حافظ صاحب کو مخاطب کر کے کہتا رہا کہ اگر غلط حوالہ دوں تو ٹوک دیا جائے۔ میری ساری تقریر کے

دوران میں حافظ صاحب خاص طور پر متاثر نظر آتے رہے اور دوسرے
حضرات بھی خوش رہے ایک بجے شب کے میری تقریر ختم ہوئی میں نے عزاداری
مظلوم کربلا. گریہ و بکا. نوحہ و مرثیہ کے ثبوت میں مشاہیر اہلسنت کے بیان
کو پیش کیا. میری تقریر کے بعد حافظ صاحب نے کھڑے ہو کر کہا حضرات
مجھے صدمہ ہے کہ انجمن کے سکرٹیری صاحب نے نہایت بے سرو پا تقریر کی
ہے جس کا ثبوت ان کی اپنی زبانی تائید کے سوا اور کسی جگہ نہ ملے گا. مولانا حیدری
نے جس صبر و سکون اور احتیاط کے ساتھ ان کے ہر بیان کی رد کی ہے وہ
مولانا ہی کا حصہ ہے میں مولانا کی تقریر کی دل سے تائید کرتا ہوں اور
تصدیق کرتا ہوں کہ آیات کلام پاک اور کتب معتبرہ اہل سنت سے جو تائید
اپنے بیان کی مولانا نے پیش کی ہے وہ حق ہے میں ان کے حق میں دعا کرتا
ہوں اور جلسہ کو ختم کرتا ہوں. مولانا کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے باوجود
ضعف و نقاہت اتنی دیر تک اپنے زریں خیالات سے ہم سب کو فائدہ پہنچایا
ختم جلسہ کے بعد چائے لائی گئی میں نے اور میرے رفقاء نے نہ لی. اندیشہ تھا
کہ اس میں بھی کچھ آمیزش نہ کر دی ہو. ہم لوگ اپنے مکان پر آئے سیٹھ حاجی
نور محمد صاحب مرحوم اس بیان سے میرے بے حد خوش ہوئے اور فرمانے
لگے مولانا مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں آپ کو غصہ نہ آ جائے اور پھر یہاں فساد
برپا ہو. اس جلسہ یادگار کے متعدد فوٹو لئے گئے دوسرے دن خوجہ محفل کی

طرف سے ایک مجلس کی بنا ہوئی جس میں میں نے تقریر کی اس مجلس کا بھی فوٹو لیا گیا ہے اگر ہو سکا تو ان چند تصویروں کو ناظرین کتاب کی ضیافت طبع کے لئے بلاک بنوا کر اس جگہ لگا دوں گا۔ اسی سال پھر کلکتہ گیا۔ کلکتہ سے واپس ہوتے ہوئے بہار سو گونڈا میں ۳ دن قیام کیا۔ یہاں میرے عزیز دوست سیٹھ حاجی غلام حسین برادر نسبتی مرحوم کے داماد سیٹھ علی محمد لادہا: وران کے دو بھائی بہ سلسلہ تجارت مقیم تھے۔ علی محمد لادہا موجود نہ تھے لیکن ان کے برادر بزرگ سیٹھ میرے وعظ کے واسطے بے حد کوشش کی ایک وعظ عام جلسے کی صورت میں پنڈال بنا کر کرایا گیا۔ ایک اہل سنت کی مسجد میں ہوا اور ایک سیٹھ لادہا بھائی کے مکان پر یہ تینوں جلسے بے حد کامیاب ہوئے اور حاضرین نے خواہش کی کہ میں جب کبھی کلکتہ آؤں اس جگہ کو بھی اپنے پروگرام میں شامل رکھوں۔ میں جب گاڑی سے بمبئی کے واسطے سوار ہوا اسی سے علی محمد لادہا بھائی اترے بے حد خلوص و محبت کا اظہار کیا چاہتے تھے کہ میں ٹھہروں لیکن تار دے چکا تھا قیام نہ کر سکا۔ عشرۂ محرم بمبئی میں کیا پھر مکان واپس آیا۔

سنہ ۴۲ء میں کوئی خاص جلسہ قابل ذکر نہ ہوا۔ میں سخت علیل ہو گیا۔ اور ۷ ماہ کامل بستر پر رہا۔ ۲۸ پونڈ وزن کم ہو گیا تھا چالیس دن اسپتال میں رہا۔ شفیق سید ظفر حسین صاحب جعفری سول سرجن کو دکھایا گیا۔ صورت حالت نازک بتائی اور فرمایا یا میرے بنگلہ پر رہیے یا اسپتال میں رہیے تب علاج

ہوسکتا ہے بنگلہ پر قیام دشوار تھا شہر سے بہت دور تھا میرے اعزا کو جانا دشوار تھا اسپتال کو منظور کیا۔ دو بہت بڑے کمرے مجھے دئے گئے۔ اور اس کے آس پاس وسیع میدان میں بڑی بڑی چاندنیوں کا پردہ ڈال کر رہنے کا بندوبست کیا۔ جس دن اسپتال گیا عزیزی مولوی علی مقصود صاحب سلمہ ایڈوکیٹ چیرمین میونسپل بورڈ بدایوں مجھے اپنی کار میں لے گئے۔ کار دروازے پر تھی لیکن میں چلنے کے قابل نہ تھا۔ مجھے کرسی پر بٹھا کر کار کے قریب لاکر سوار کرایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب کا میں زندگی بھر ممنون رہوں گا ایسی توجہ کی جو بیان سے باہر ہے۔ دن رات میں چند بار آن کر دیکھنا خود انجکشن لگانا دوسرے ڈاکٹر برابر دو دو گھنٹے کے بعد دیکھنے آتے رہے۔ اب میں ڈاکٹر صاحب کی نظر میں اچھا ہو گیا۔ اور پورے ۸ دن کے بعد اپنے پیروں سے چل کر پھر مولوی علی مقصود صاحب کے موٹر میں سوار ہوا اور مکان لایا گیا۔ اسپتال کے قیام کے زمانہ میں میرے پاس تلگنگ ضلع اٹک سے متعدد خطوط آئے کہ وہاں سالانہ اجتماع ہو رہا ہے جس میں میری شرکت بہت ضروری ہے میں نے جواب دیدیا کہ اگر زندہ رہا تو ضرور آؤں گا۔ اب میں زندہ تھا اور ایفاء وعدہ واجب تھا۔ ڈاکٹر صاحب کی رائے میں سفر میرے لئے موجب ہلاکت تھا اور تقریر کرنے کی سخت ممانعت کی تھی مجھے آنتوں کی دق ہو گئی تھی اب اگرچہ اسپتال سے صحت پاکر آگیا تھا۔ لیکن چلنے پھرنے کی طاقت نہ

تھی۔ ارادہ کیا کہ دن بھر سفر کروں گا رات کو جس جگہ گاڑی ٹھہرے گی ویٹنگ روم میں قیام کروں گا پھر دوسری صبح کو چلوں گا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا بدایوں سے چل کر بریلی رات کو ویٹنگ روم میں قیام کیا صبح کو بینجر سے چل کر سہ پہر کو سہارنپور پہونچا۔ رات کو وہاں قیام کیا۔ دوسری صبح کو سہارنپور سے لاہور گیا۔ وہاں شب میں قیام کیا دوسری صبح کو لاہور سے مندرا جنکشن پہونچا۔ شب میں قیام کیا دوسری صبح کو مندرا جنکشن سے دوپہر کو چکوال وہاں سے بس میں سوار ہو کر تلاگنگ پہونچا۔ ابھی میرے منہ میں زخم تھے۔ کھانا نہیں کھا سکتا تھا۔ تین دن قیام کیا مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ اور مولانا مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ بھی مدعو تھے۔ پنجاب کے مشہور واعظ ایک مولانا صاحب تھے جن کو موقع نہ ملا تو انہوں نے جلسہ گاہ کے قریب اپنی دکان علیحدہ کھول لی اور تمام مقررین اور بانیان جلسہ کو سارا صلواتیں سنائیں ان کی تقریر سننے کے لئے نہایت مختصر مجمع ہوا۔ اس پر ان کو اور غصہ آیا بہرحال میری دو تقریریں ہوئیں۔ مولانا علی نقی صاحب قبلہ نے بیحد تعریف کی اور میرا دل بڑھایا۔ بانیان جلسہ نے بھی بیحد اظہار مسرت کیا سب سے اہم کامیابی اس جلسہ میں یہ ہوئی کہ جس مکان میں میرا قیام تھا وہ تلاگنگ کے ایک رئیس کا مکان تھا انہوں نے جلسوں میں شرکت کے لئے اپنے ایک سنی دوست کو بلایا تھا جو بڑے زمیندار اور ذی وجاہت

شخص تھے، میری تقریر دل کا اُن پر یہ اثر ہوا کہ انہوں نے اپنے روبرو مجھ
سے کہا کہ حیدری صاحب نے میرے عقیدہ میں بڑا زبردست انقلاب پیدا کر دیا اور
اب میں حیدری صاحب کا ہم عقیدہ ہوں۔ میں نے ایک لفظ بھی ثقیل یا دل
آزار تقریر میں استعمال نہیں کیا نہ کسی پر طعن کی نہ کسی قسم کا اعتراض کیا بلکہ
صرف دلائل قرآنیہ و احادیث مسلمہ سے صراط مستقیم کو بیان کیا تھا۔ میرے
میزبان کی خوشی کی حد نہ رہی اور انہوں نے خواہش کی کہ میں پھر بھی اس
نواح میں آؤں۔ وہاں سے رخصت ہوا اور عمر بھر یاد رہے گا کہ جن حضرت
نے دعوت نامہ بھیجا تھا اور آتے ہوئے جنہوں نے اظہار اشتیاق کئے بھیجے تھے
وہ نہ چلتے وقت ملاقات کو آئے اور نہ انہوں نے آنے جانے کا پورا کرایہ دیا
اگر مکان سے روپیہ لے کر نہ چلا ہوتا تو مصیبت ہی تھی۔ وہاں سے گوجر خان
گئے ایک فوجی افسر اپنے یہاں با اصرار لے گئے۔ یہاں پہونچ کر یہ تجربہ ہوا کہ
پنجاب میں پاخانہ کا نام بھی کوئی نہیں جانتا ہے۔ دو شب قیام کیا۔ ایک
لوہار اور چند دوسرے اہل حرفہ زرگر وغیرہ آئے اور مختلف مسائل پر گفتگو
ہوئی اور خدا کا شکر ہے سب مطمئن رہے فوجی افسر صاحب بیحد خوش تھے
ایک مجلس پہلی رات کو ہوئی۔ دوسری رات کو ایک صاحب نے جو درزی
کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے اپنے یہاں مجلس کی بنا کی۔ اور ختم مجلس کے بعد
جون کے مہینے میں جلسہ عام میں آنے کی دعوت دی تھی۔ میں نے کہا بشرط صحت

حاضر ہوں گا لیکن براہ کرم آنے جانے کا کرایہ پیشگی بھیجدیجیے گا۔ پھر نہ کرایہ آیا نہ میں گیا۔ اب براہ راست مکان پہونچا لیکن ناطاقتی بڑھ گئی۔ مکان پہونچ کر پھر کچھ بے اعتدالی غذا میں ہوئی اور تکلیف بڑھ گئی۔ اسی حالت میں محرم کا چاند نمودار ہوا۔ شفیقی سید اسحاق حسین صاحب مرحوم کے فرزند سعید سید اخلاق حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا کا ایک خط میرے پاس پہونچا کہ اگر آپ عشرہ محرم میں سیتاپور تشریف لا سکیں اور ہماری مجالس میں بیان فرمادیں تو بڑی نوازش ہوگی والدہ محترمہ کی خواہش ہے کہ اس سال آپ کو زحمت دی جائے ہم لوگ کوئی نذرانہ پیش نہ کر سکیں گے صرف آنے جانے کا فرسٹ کلاس کا کرایہ حاضر کرینگے میں مع اپنے ایک عزیز کے ۲ محرم کی صبح کو سیتاپور پہونچ گیا۔ شب عاشور کی مجلس پڑھ کر ۲ بجے شب کے قریب بدایوں کے لیے روانہ ہوا۔ مجالس خداوند عالم کے فضل و کرم اور حضرات معصومینؑ کی مدد کی برکت سے یادگار ہوئیں۔ الحمدللہ ان مجالس کو یاد رکھنے والے آج بھی جسٹس اخلاق حسین میجر آفاق حسین اور مسٹر اشفاق حسین موجود ہیں خداوند تعالیٰ ان حضرات کو صحت و عافیت کے ساتھ عرصہ تک باقی رکھے۔ ولایت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے مذہبی لوگ دیکھنے میں کم آئے۔ ان کے ماموں سید محمود وجیہہ صاحب بریلی مرحوم میرے شاگرد تھے اور ان کے والد سید محمد نذیر صاحب آزاد مرحوم میرے مخلص دوست تھے۔ مکان

پہونچ کر مجھے ایک جوابی تار ملا جو میری عدم موجودگی میں وصول ہوا تھا۔ یہ تار
نواب سید علی حیدر خاں صاحب دام عزہ رئیس پرتھم پاسا اسٹیٹ نے
مرشد آباد سے بھیجا تھا اور لکھا تھا صرف ۵ مجلس کے واسطے آپ کو زحمت دینا
چاہتے ہیں۔ آنے جانے کا سیکنڈ کلاس کا کرایہ مع ایک خدمت گار کے کرایہ
کے حاضر کریں گے نذرانہ جو آپ فرمائیں گے وہ پیش کیا جائے گا۔ میں نے تار
سے جواب دیا کہ ۱۸ جنوری کو پہونچوں گا۔ غلط راستہ اختیار کرنے کی وجہ سے
کچھ دقت ہوئی لوگ استقبال کے لئے جہاز پر آئے تھے اور ہم ریل سے
مرشد آباد پہونچے بہرحال مجالس کا اعلان ہوا۔ اور ۵ دن کے بجائے ۷ دن
مجلسیں ہوئیں جو مرشد آباد کی تاریخ میں یادگار ہیں۔ ایک بزرگوار میری کرسی کے
قریب روزانہ بیٹھا کرتے تھے اور میری ساری تقریر کے دوران میں سر ہلا کر بیان
کی تصدیق کرتے تھے۔ ایک دن اس عرصہ میں میرے پاس آئے اور بعض
مسائل میں گفتگو کی میں نے جواب معقول دے دیا چلے گئے میرے میزبان نے کہا
یہ شخص وہابی ہے آپ اس کی بات پر بالکل توجہ نہ کریں یہ کچھ نہیں مانے
گا۔ بہرحال ان سے دو مرتبہ ملاقات کا موقع ملا۔ اور مختلف مسائل پر گفتگو
ہوئی۔ ولایت کے تعلیم یافتہ ہیں علیل ہیں اپنے دربار میں ایک تقریر میری
کرائی جس میں صرف خاص مصاحبین جمع تھے موضوع تقریر ہندو مسلم اتحاد
تھا لکھنؤ کے ایک سید صاحب بھی اس دربار سے وابستہ تھے ان کو اندیشہ

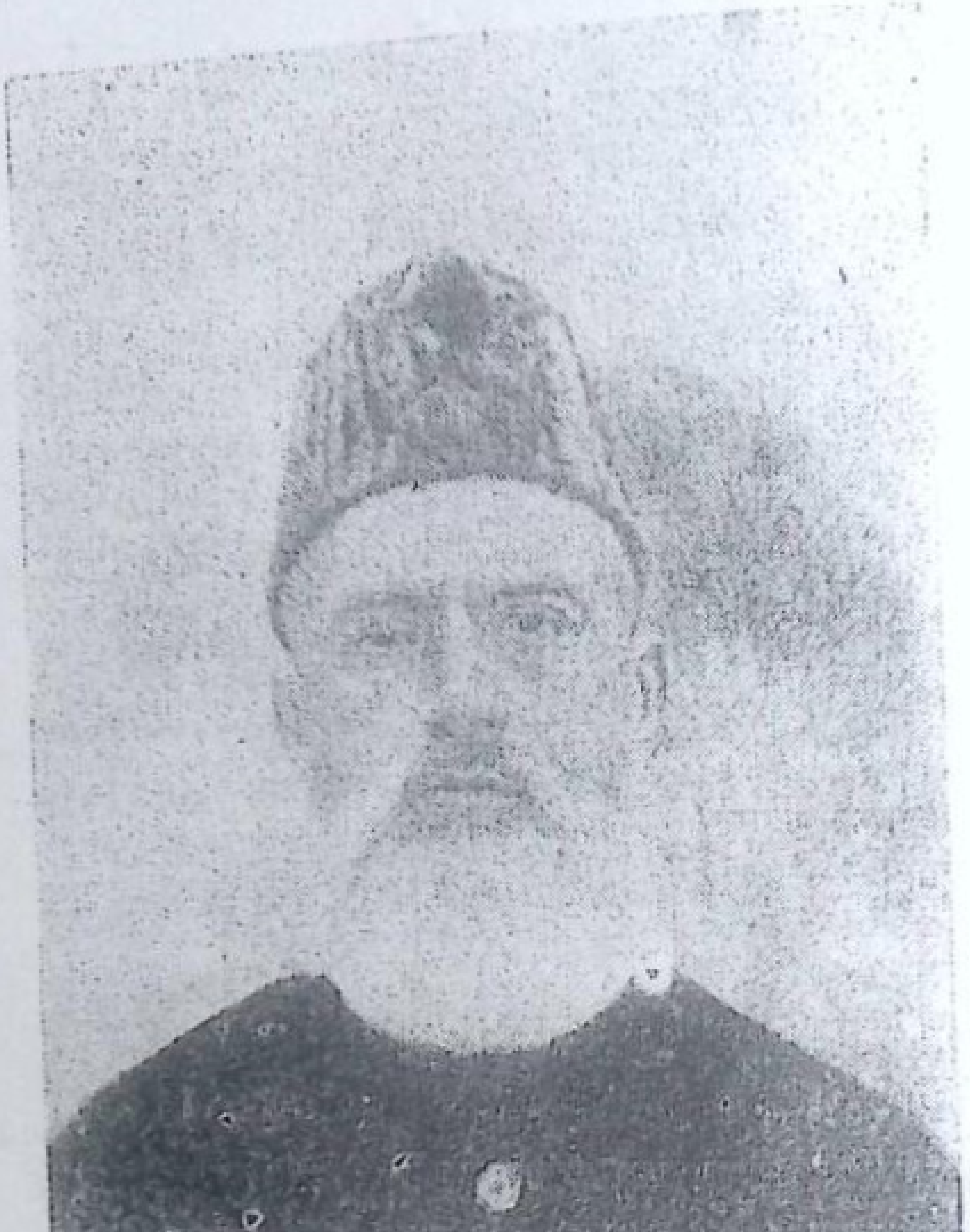

عالی جناب ڈاکٹر سید تہور حسین صاحب نقوی امروہوی
میڈیکل آفیسر (ریٹائرڈ)   (ص - ۳۹۱)   ۵۸

امیر الامرا ہز ہائنس نواب سر واصف علی میرزا اکسن ۔
کے سی آئی ای جی سی وی او نواب صاحب بہادر آف
مرشد آباد (ص۔ ۳۵۹)

تھا کہ اگر ہندو مسلم اتحاد مولانا حیدری نے ضروری ثابت کیا تو پھر ہم لوگوں کی زندگی وبال ہو جائے گی۔ سرکار ہندوؤں کے ساتھ ہم کو کھانے پینے پر مجبور کرینگے۔ الحمد للہ تقریر کے بعد یہ سید صاحب اور دو ایک اور ان کے ساتھی قدموں پر گر پڑے اور کہنے لگے آج آپنے مذہب کی لاج رکھ لی اور اعلیحضرت کو منوا دیا کہ "انما المشرکون نجس" قرآن مجید کا حکم محکم آج بھی واجب التعمیل ہے سرکار کے پرائیویٹ سکریٹری ایک بنگالی تھے جو بہت عادی تھے اور جن کی بہن غالباً سرکار کے عقد میں آگئی ہیں وہ بھی بے حد مداح ہوئے۔ سرکار نے ایک تحریر مرحمت فرمائی جو اس وقت بھی شیشے میں لگی ہوئی میرے پاس موجود ہے۔

The Palace Murshidabad

No. 57 dated 30th January 1943.

I cannot too highly value the qualities and the rare enlightenment of Maulana Rajai Ali Haidari Sb of Budaun. He is a great personality whose vast knowledge of the laws of various religions derived from his deep study in ethics signal him out to be a profound scholar and a great preacher of renown. He possesses

an unstained & unbiased mind. truly borne out by the discussions I had with him. I am fully convinced that his sub-cyistic addresses on the importance of religious laws cannot but prove acceptable to all who place reliance in words of prophetic wisdom extracted from Divine Message deli-vered by those holy messengers who were sent from time to time to this world to impress upon mankind that the salvation of soul lies in worshipping the only One Almighty Supreme God, and by willingly submitting to his pure will as the Creator of all things born that have steadily spring in fruition, unchecked, undis-puted and unhampered by any hindrance whatsoever.

Sd/ (Nawab Sir.) Wasif Ali Mirza
Nawab Bahadur of Murshidabad
Amirul-umara, K.C.S.I., K.C.V.O.
(Monogramme. Printed on State
Sylhet)
The Palace Murshidabad.

The 20th January 1943.

It was a great pleasure & a proud privilege to me to listen to the series of very illuminating and instructive lectures delivered by Maulana Z. A. Qaisari of Budaun in Killa Nizamat at Murshidabad. He has proved to the very hilt the universal & cosmopolitan character of Islam, and that the teachings of the great prophet of Arabia (may peace be on him) if faithfully followed will lead the humanity to its real good. He has shown that Islam

is not a sectarian faith and the broad-mindedness & catholicity of spirit with which he preaches inspire confidence & unstinted admiration of all religions, and his eloquent and persuasive arguments move his audience to tears. May he live long to carry on his mission to all parts of India & abroad as successfully then his name may be handed down to posterity to be remembered with an affectionate veneration & reverence as a true disciple of the prophet who so well and truly laid the foundation of a universal religion.

Sd/ (Nawab Syed) Ali Haidar Khan
Senior Proprietor
Prithimpassa Estate Sylhet.

جس روز روانہ ہونے والا تھا علی الصباح وہ مولوی صاحب جو وہاں بتائے جاتے تھے میرے پاس آگئے اور ان کے ساتھ چند کتابیں تھیں۔ میں نے خیال کیا کہ شاید پھر کچھ بحث مباحثہ کے واسطے تیار ہو کر آئے ہیں۔ سلام علیک کے بعد بیٹھے اور کہنے لگے مولانا صاحب جو کچھ آپ نے ۷ دن بیان فرمایا ہے وہ حرف بحرف سچا ہے۔ ایک کتاب پیش کر کے بتایا کہ یہ ان کے والد صاحب کی تالیف ہے اور ۷ دن میں جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ بلا کم و کاست اس کتاب میں درج ہے مجھ سے پوچھا آپ نے کبھی یہ کتاب پڑھی ہے۔ میں نے کہا کتاب غیر مطبوعہ ہے میں اس طرف کبھی رہا نہیں ہوں نہ آپ کے والد سے ملاقات تھی کہنے لگے والد کا بھی یہی عقیدہ تھا اور مجھ سے فرمائش کی تھی کہ کتاب کو طبع نہ کرایا جائے ورنہ میں ضرور آپ کو دے دیتا۔

اکتوبر میں فیض آباد کی سالانہ مجالس میں مجھے حسب دستور قدیم بہ اصرار بلایا گیا ۲۷ء سے اب تک برابر فیض آباد کی سالانہ مجالس میں جاتا رہا۔ اور حضرات معصومینؑ کی توجہ سے ہر مجلس یادگار رہی۔ ہر سال مجالس میں موضوع تقریر ہر مقرر کے واسطے پہلے سے معین ہوتا تھا۔ اور ہر سال نئے موضوع پر ہر واعظ سے تقریر کرائی جاتی تھی۔ صرف چند مخصوص حضرات تھے جن کے واسطے ان کے منجھے ہوئے چوٹی کے مضامین مقرر کئے جاتے تھے اور جب کبھی کوئی صاحب نہ آتے تو ان کی جگہ بلا کسی تیاری کے یا جناب مولانا سید محمد شبر صاحب

قبلہ اعلی اللہ مقامہ یا اس خاکسار کو تجویز کیا جاتا تھا اور اپنے مضمون کے علاوہ نہ آنے والے بزرگ کے موضوع پر برجستہ تقریر کرنا ہوتی تھی۔

سنہ ۴۳ء میں مولوی فضل علی صاحب مرحوم واعظ مدرسۃ الواعظین آئے۔ مجھے لیکن انہوں نے اپنے وقت پر تقریر کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ میں تھکا ہوا ہوں کل تقریر کر سکتا ہوں ۸ بجے شب کے تقریر کا وقت تھا۔ ۷½ بجے شب کے شفیق سید محمد مہدی صاحب تسکین مرحوم ایڈوکیٹ جوان مجالس کی روح رواں تھے اور جن کو میرے ساتھ ایک والہانہ الفت تھی میرے قیام گاہ پر آئے میں اس وقت تپ میں مبتلا تھا۔ فرمانے لگے اٹھو جلدی اٹھو میں نے کہا خیر ہے کیا ہوا۔ کہنے لگے وہ آئے ہیں مولوی فضل علی صاحب اور فرماتے ہیں میں تھکا ہوا ہوں کل تقریر کر سکتا ہوں میرے پاس تو سوائے تمہارے اس وقت اور کوئی نہیں ہے بس چلو۔ میں اسی طرح کمل اوڑھے ہوئے گیا۔ دو گھنٹے سے زیادہ اسی موضوع پر تقریر کی جو مولوی فضل علی صاحب کے واسطے مقرر تھا اور تسکین مرحوم نے مجلس کے بعد کہا ہم کو اس قسم کے مجاہد کی ضرورت ہے جو بیماری کو بیماری نہیں سمجھتا اور مذہبی خدمت کو اپنی صحت پر بھی مقدم رکھتا ہے۔ فیض آباد سے واپس آ کر کچھ دن مکان پر قیام کیا۔ پھر ماہ جنوری میں بمبئی گیا وہاں سے حیدرآباد گیا۔ بمبئی کی مجالس اس سال بہت اچھی ہوئیں۔ علامہ حائری بھی تشریف لائے تھے ان کے واسطے

مخصوص پروگرام بنایا گیا۔ مجلسیں پڑھیں مجمع کافی ہوتا تھا۔ حیدر آباد میں حسب معمول، مختلف مقامات پر مجالس کا سلسلہ رہا۔ سرکار اعلیحضرت نے بیحد اظہار محبت فرمایا۔ نواب سرامین جنگ بہادر کی صدارت میں ٹاؤن ہال میں ایک جلسہ ہوا جس میں مجھ سے تقریر کا وعدہ لیا گیا حیدر آباد کے اعلیٰ عہدہ دار اور تعلیم یافتہ طبقہ ہندو مسلم پارسی موجود تھے۔ جناب صدر نے اپنی ابتدائی تقریر میں فرمایا۔ حضرات میری عادت ہے کہ جب کبھی مولانا نقار علی حیدری صاحب حیدر آباد تشریف لاتے ہیں میں اپنے کتاب خانہ میں ان کا وعظ کراتا ہوں اور میری عادت ہے کہ جب مولانا پلیٹ فارم پر تشریف لاتے ہیں تو میں ان سے اسی وقت فرمائش کرتا ہوں کہ فلاں موضوع پر وعظ فرمائیں یا لکچر دیں اور مولانا اپنے فصیح اور مسلسل وعظ یا لکچر سے سامعین کو مستفیض فرماتے ہیں۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ میں نے ریزیڈنٹ صاحب جنرل صاحب اور دوسرے انگریز صاحبان کو ہندو پارسی صاحبان کے ساتھ عصرانہ پر مدعو کیا تھا۔ اور عصرانہ کے بعد مولانا نقار علی صاحب قبلہ کا لکچر قرار پایا تھا۔ حسب عادت جب مولانا پلیٹ فارم پر جا کر کھڑے رہے اور میری طرف مضمون کی فرمائش کے لئے نظر ڈالی تو میں نے کہا اسلامی رواداری، انہوں نے اس محفل میں ایسے عمدہ طرز سے سلیس زبان میں اسلامی رواداری کا بیان فرمایا کہ ان کے کلام کو سن کر انگریز صاحبان نے اچھی طرح سمجھا۔ یہ تحسین و آفرین بلند کی یعنی

آج کل کے محاورہ میں چونچلے چیز دئے۔ مولانا کے لیکچر کے انداز میں اور بیان کے طرز میں ایک خاص صفت ہے جس کو میں فی الواقع بتانا چاہتا ہوں زبان سے کہنا نہیں چاہتا۔ اسلئے اب میں مولانا سے درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے لیکچر سے سامعین کو محظوظ اور مسرور فرمائیں میں اپنی عادت کے مطابق آج بھی کہے دیتا ہوں کہ ان کا لیکچر کس موضوع پر ہوگا۔ "پیام اسلام"

نواب صاحب کے اجازت کے بعد تالیوں کی گونج میں مولانا نقاعلی صاحب حیدری نے اپنی روح پرور تقریر کا آغاز فرمایا اور ایک گھنٹہ کامل ایسی تقریر کی کہ سارا مجمع محو تھا۔ مولانا کی تقریر کے بعد دیوان بہادر نے باجازت صدر چند منٹ تقریر کی اور فرمایا کہ مولانا کی تقریر سے میرے قلب کی گہرائی پر خاص اثر ہوا۔ تمام شرکاء جلسہ بے حد متاثر ہوئے اور اپنے دلوں پر گہرا نقش لے کر اٹھے۔

(میر محمد تقی رضوی بی اے ریٹائرڈ نیب مجسٹریٹ بزم عمل)

مکان آیا اور سال بھر میں مسلسل علیل رہا۔ فیض آباد سے اس سال بھی حسب دستور قدیم دعوت دی اور میں نے بشرط حیات وعدہ کر لیا۔ جب جانے کا وقت آیا تھا میں کمزور بے حد تھا اور مرض بڑھنے کے بعد پھر عود کر آیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب جعفری نے فرمایا تھا کہ تقریر کی ہرگز اجازت نہیں دے سکتا۔ سفر آپ کے لئے موجب ہلاکت ثابت ہوگا۔ میں نے کہا جو کچھ ہونا ہے ہوگا میں وعدہ کر چکا ہوں

ضرور جاؤں گا۔ میرے محب صادق اور پرانے کرم فرما خان بہادر میجر مرزا ابوجعفر صاحب ایم اے آئی ای ایس جو اس وقت کلکتہ سے پنشن پانے کے بعد یوپی میں کسی معزز عہدہ پر فائز تھے صرف میری عیادت کے لئے آئے ہوئے تھے وہ بھی مصر تھے کہ میں فیض آباد نہ جاؤں لیکن مجھے تو جانا ہی تھا۔ چار آدمی اپنے ہمراہ لئے جنہوں نے مجھے بغلوں میں ہاتھ دے کر ریل میں سوار کیا اور اتارا جس مکان میں قیام کا بندوبست تھا وہاں بھی اسی صورت سے اتارا گیا دوپہر کا کھانا بھی نہ کھا سکا۔ ۴ بجے شام کے میری مجلس تھی۔ مجھے سہارا دے کر منبر پر بٹھا دیا گیا۔ ۲ گھنٹے اور ۵ منٹ تک تقریر کی۔ مجمع پر بیخودی کا عالم طاری تھا۔ بعض حضرات دیواروں سے سر ٹکراتے تھے۔ حجۃ الشیعہ فخر الحاج مولانا مرزا احمد علی صاحب مدظلہ بھی اس مجلس میں منبر کے قریب تشریف فرما تھے۔

موصوف نے مجھ سے بعد کو کہا میں نے چند مرتبہ آپ کو اشارہ کیا کہ ختم کر دیجئے کیونکہ جان پر کھیل کر تقریر کرتے رہے آپ متوجہ نہ ہوئے۔ الحمدللہ ختم مجلس کے بعد اپنے پیروں سے منبر سے اترا۔ خود سواری میں بلا سہارے سوار ہو کر قیام گاہ پر آیا۔ اور اپنے پیروں سے بغیر سہارے کے مکان کے اندر گیا۔ شب کو بہ اطمینان کھانا کھایا۔ نماز پڑھی۔ اور دو دن اور قیام کر کے وطن واپس آیا۔ یہ برکت تھی ذکر محمدؐ و آل محمدؐ کی۔ اب میں وہ ناتوان اور کمزور شخص نہ تھا جس کو چار آدمی سہارا دے کر لے گئے تھے۔ یہ ہے حضرت سید الشہداؑ کی معجز نمائی اور اس طرح

اپنے غلاموں کی مدد کے واسطے حضرت ابوالفضل العباسؑ کو مامور فرما دیتے ہیں
مرزا صاحب کے علاوہ اور بھی بہت سے فیض آبادی حضرات آج بھی ۱۹۶۱ء میں
کراچی موجود ہیں جن کو یہ مجلس یاد ہے۔

۱۹۴۴ء میں عشرہ محرم کے واسطے بمبئی گیا۔ وہاں سے ۱۴ محرم کو حیدرآباد
پہونچا۔ ۱۹ محرم کو سرکار اعلیٰحضرت نے ایک فرمان جاری کیا جو اخبار صبح دکن
مورخہ ۱۹/۱/۴۴ء میں شائع ہوا اور وہ حسب ذیل ہے۔ "۱۲ اسفندار ۱۳۵۳ ف
۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ - ۱۶ جنوری ۱۹۴۴ء" صبح دکن جلد ۱۷ ۔ ۲۱۰ ۔ مدیر
سید احمد عارف۔ "تقرر: دو جدید ذاکرین عزاخانہ زہراؑ"

(وظیفہ یاب گورنمنٹ)

" بعد تکمیل عمارت پہلے ہفتہ ماہ صفر میں ایک دن مولوی سید محمد صاحب
ذاکر دہلوی اور یوم اربعین ایک دن مولوی لقار علی صاحب حیدری لکھنوی
پڑھیں گے۔ ان دو ایام میں پچھو سوزخوان کی جماعت پڑھے گی۔"

میری روانگی سے ۲ یوم قبل ایک فرمان سرکار اعلیٰحضرت کا پنسل سے
لکھا ہوا پہونچا جس کے پڑھنے سے اندازہ ہوسکے گا کہ اعلیٰحضرت کو میرے ساتھ
کس قدر دلچسپی تھی۔ تحریر درج ذیل ہے۔

۲ ربیع الاول۔ مولوی لقار علی صاحب۔ اگر ممکن ہو تو روانگی کو ایک دو
روز کے لئے ملتوی کیا جائے یعنی بعوض آج کے یوم یکشنبہ کو قرار دیا جاسکتا ہے

کیونکہ اگر ممکن ہو سکے تو پھر ملنے والا ہوں۔

حیدر آباد میں متعدد جلسوں میں اور مجالس میں تقریر کرنے کے بعد مارچ سنہ ۴۲ء میں مکان واپس ہوا۔ راہ میں شفیقی الحاج سید علی متقی صاحب جعفری نے وعدہ لیا تھا کہ کھنڈوا قیام کروں موصوف اس جگہ سب جج تھے کھنڈوا پہنچا اور غالباً ایک ہفتہ مقیم رہا۔ اس عرصہ میں مختلف جلسوں میں نہایت کامیاب تقریریں ہوئیں۔ جس میں علاوہ مسلمانوں کے غیر مسلم حضرات بھی بکثرت شریک ہوئے۔ سید علی متقی صاحب جعفری کا خط اس سلسلہ میں دیکھنے کے لائق ہے جس کی نقل درج ذیل ہے۔

"Khandwa the Western District of the C. P. had a most pleasant time in this week in which Allama A. A. Haidari, a graduate of the Madrasatulwaizin delivered thrilling speeches on the Universal-Brotherhood. Indeed he is a shining moon of the International Firmament. He de-picted Islam in its truest Colours, and deeply impressed on the audience

of all shades that it is the simplest faith for the entire humanity. Its attractive toleration, lofty ideals and high principles as interpreted by the Allama, deserve their acceptance by the human world at large. Non-interference with other faiths is the distinguishing feature of the Allamas' sermons.

Khan Bahadur Fazlul Karim Khan B.A., L.L.B., District Magistrate and Deputy Commissioner, Haji Mr. Abdul Latif Khan District and Sessions Judge, Mr Rustomji B.Sc., (Hons) District Superintendent of Police, Mr Beni Prasad Pathak M.A., LL.B.,

Additional District Magistrate and other distinguished per-sonalities of the town, greatly appreciated the Allamah's well merited speeches."

Sd/ (Al-Haj) S. Ali Murtaza Jafari, (B.A., LL.B., Alig) Addl District & Sessions Judge 10.3.44

اسی سال بمبئی، الٰہ آباد، حیدرآباد جانا ہوا، اور ہر جگہ تبلیغی تقاریر بیحد کامیاب ہوئیں۔ الٰہ آباد میں اس وقت سید ظہیر حیدر صاحب انجینئر ریلوے تھے اور موصوف کی تحریک اور کوشش سے دو جلسوں میں تقریر کا موقع ملا، الٰہ آباد کے لوگ بیحد گرویدہ ہو گئے اور ایک گروپ فوٹو چلتے وقت لیا گیا جس میں بعض باہر کے حضرات اور دوسرے مشاہیر تھے۔ مارچ ۱۹۴۴ء میں کلکتہ گیا، مسٹر امیر علی بی اے کی تحریر درج ذیل ہے جس سے سفر کلکتہ کے حالات معلوم ہوں گے

" After waiting for 5 years, I do the not Exaggerate, M. Liqai Ali Sb arrived in Calcutta on 23rd March 1944.

We waited for him for the last 2 Moharrams, but more important work in other fields prevented him from coming down to Calcutta earlier. Although our venerable teacher was here with us for just over a week we had pleasure of hearing him on two occasions, once in the Muslim Institute and again over the Radio. In the first of his sermons he held his audience spell bound. It was a distinguished gathering. The Hall was packed to capacity with eager listeners who had come to garner some food for thought from his usual learned ana-

-lysis of Islam. Apart from the effect the sermon might have had on listeners of other castes & creeds, it was certainly an eye-opener to me. I guess on the others too, who heard him. It had a chastening effect. We who are in the fold of Islam, are still, generally speaking, blind to the beauties and above all the simplicity of our faith. The spirit of Islam according to the Maulana is subjection and un-qualified resignation to the Will of God. If belief in the Almighty and resignation to His Will are the basic principles of Islam. I must admit that every living being is a muslim - unless, of course

he prefers to be an atheist. The Maula[illegible]
availed himself to good advantage of [illegible]
invitation extended to him by the [illegible]
India Radio. His talk was broadcas[t]
(in English) on the 29th instt: Within 15 m[inutes]
the Maulana has expelled or [illegible]
extinguished the empty assertion
of western Critics that Islam is the
religion of the Sword. He proved
that peace followed the sword
wherever the soldiers of Islam
marched. Islam has need of
such teachers. I say God bless
him.

Sd/ Ameer Ali A. Gangji
5. Lower Chitpur Rd
Calcutta

31.3.1944.

انگریزی میں ایک تقریر آل انڈیا ریڈیو کلکتہ سے نشر کی جس کا موضوع "اسلام اور جاپانی"۔ اس تقریر میں مصائب حضرت سیدالشہداؑ اس طرح بیان کیے گئے کہ بازاروں میں لوگ ریڈیو سن کر رو رہے تھے۔ میرے اکثر احباب نے اس کامیاب تقریر پر مبارکباد دی۔ میں نے اس تقریر کے شائع کرنے کی اجازت ڈائرکٹر ریڈیو سے حاصل کر لی تھی اور اپنے رسالہ اسلامک ورلڈ میں شائع کیا تھا۔ افسوس ہے کہ نقل موجود نہیں ہے ورنہ درج کی جاتی۔ اس تقریر میں ایک جاپانی سپاہی کا ذکر کیا تھا جس نے لڑائی پر جاتے ہوئے اپنی ماں بی بی اور دو بچوں کو بندوق کا نشانہ بنایا تاکہ جنگ کے میدان میں گھر کا خیال نہ آئے۔ میں نے اس سپاہی سے خطاب کرتے ہوئے اُسے کربلا کے میدان کی طرف متوجہ کیا تھا جہاں مجاہدین کے پیش نظر گھر والے تھے لیکن دین کے واسطے جان کی پرواہ نہ کی۔

جنوری ۱۹۵۵ء میں پھر بمبئی حیدرآباد ہوتا ہوا کھنڈوا آیا پہلے سے وعدہ لیا گیا تھا یہاں دس بارہ روز قیام کرنا پڑا۔ شفیقی الحاج سید علی متقی صاحب جعفری ایڈیشنل سشن و جج جسٹس مہر کا مہمان رہا۔ جہلم کے بعد پہونچا تھا۔ مختلف مقامات پر جلسہ ہائے عام میں تقریریں کیں۔ ایک دن خان بہادر مسٹر فضل الکریم خاں ڈپٹی کمشنر کے بنگلہ پر میلاد شریف کی بنا ہوئی خان بہادر صاحب نے کہا دیکھئے یہ احمد کہتے ہیں مولوی صاحب تو شیعہ ہیں یہ میلاد شریف کیسے

پڑھیں گے اور قیام شاید نہ کریں۔ میں نے کہا آپ بیگم صاحبہ کو اطمینان دلا دیں
کہ انشاء اللہ ان کا جلسہ میلاد شریف یادگار ہوگا۔ احتیاطاً خان بہادر صاحب
نے شہر سے دو تین مولود خوان مولوی صاحبان جو قیام و سلام کر سکیں بلائے
جلسہ میلاد شریف اس شان کا ہوا کہ خان بہادر ختم تقریر پر اپنی جگہ سے
اٹھ کر مجھے آکر لپٹ گئے اور حاضرین سے یہ خواہش کی کہ وہ یک زبان کہیں
"مولانا القار علی حیدری زندہ باد"۔ دیر تک نعرے ہوتے رہے۔ بوندیاں
تقسیم کی گئیں۔ خان بہادر صاحب نے ایک تحریر مجھے مرحمت فرمائی جو اس
جگہ درج کی جاتی ہے۔ اس سے کھنڈوا کے جلسوں کی کیفیت کا اندازہ ہو
سکے گا۔

Khandwa C.P. 9.2.1945.

"I have had, since 1935, the pleasure and privilege of counting myself among the numerous admirers of Allama K. A. Haidari. I have heard scores of sermons & discourses of learned maulvis, & I must say none can expound the truth, principles & philosophy of Islam as well as Allama does.

His eloquence and convincing arguments supported by the Holy Quran appeal to his audience Muslims & non Muslims. He keeps the audience spell bound. His line of Tabligh is not only unique but most effective. I have heard my non Muslim friends expressing great appreciation of his sermons. I pray the Almighty may spare him long for his useful service to humanity.

Sd/ A.K. Khan (Khan Bahadur)
Deputy Commissioner
Nimar. C.P.

خان بہادر الحاج عبداللطیف خان صاحب نے ایک دن چائے پر مدعو کیا اتفاق سے وہاں کی زنانہ اسپتال کی سول سرجن ایک لیڈی صاحبہ بھی تشریف فرما تھیں قرآن مجید کے متعلق گفتگو رہی ۔ رحیم صاحب نے قرآن مجید کی عظمت کا اعتراف کیا۔ مارچ ۱۹۴۵ء میں دہلی طبیہ عربک کالج ہال میں تقریر کی ۔ سر محمد یامین صاحب

کا خط اس جلسے کے اثر کا پتہ دے گا جو درج ذیل ہے۔ —

18. Windsor Place New Delhi
20.3.45

"Maulana Zigar Ali Sb Haidari addressed several meetings under my presidentship on the lives of the Holy Prophet Mohammad, Hazrat Ali, and Hazrat Imam Husain (May peace be on them) His lectures were full of learning and tolerance. He impressed his audience with his eloquence and systematic presentation of facts.

I was always delighted to hear him.

Sd/ (Nawab Sir) Mohd Yamin Khan
Kt. C.I.E., M.L.A.
(Central)

دسمبر ۱۹۳۵ئہ میں عشرہ محرم کے بعد بمبئی سے بھاؤ نگر کے عشرہ میں بھی گیا۔
اس میں نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ تھیاسوفیکل سناتن سکول میں ایک تقریر کی جس
کی تفصیل ذیل کے خط سے ظاہر ہے۔:-

Maulana Haidari Sb, the well known muslim preacher, who was visiting Bhavnagar during the Moharram, ad-dressed the Students of the Sanatan-Dharma High School, on the 15th December, at the request of the School authorities. The learned lecturer spoke for an hour before an audience composed of the staff & the students of the higher classes in English, on the duties of a Student. He expounded before his hearers the duties of students to themselves, to others and to God. He punctuated his exposition with beautiful and

appropriate quotations from the Holy Quran and elucidated on the greatness of the Prophet & Hazrat Ali, with quotations from Dr Annie Besant the lecturer left a deep impression on the minds of the young students. The members of the Theosophical Society always welcome people of the type of M. Baidari Saheb. A hearty vote of thanks to the speaker terminated the meeting.

Sd/ Harpal Thakkar, Bhavnagar,

[illegible] الہ آباد۔ بریلی۔ بنارس۔ پٹنہ وغیرہ گیا۔ الہ آباد میں دریاباد میں ایک بہت شاندار مجلس ہوئی۔ بنارس میں موقعہ نہ ملا۔ پٹنہ میں ایک مجلس میں میں نے عربی میں تقریر کی۔ اس مجلس میں جلالتمآب مصطفیٰ فضل بے اسکندریہ کے سابق گورنر اور شیخ عبداللہ حضرموت کے رہنے والے شریک تھے۔ شیخ عبداللہ ایک عربی تاریخ ہندوستان کی لکھ رہے تھے اس کے واسطے مولوی خدا بخش خان کے کتب خانہ سے مدد لینے آئے تھے اور مصطفیٰ فضل بے ڈاکٹر

انصاری کے ساتھ آتے تھے اور ڈاکٹر صاحب نے ان کو عربی میں ہندوستان کی مسلم تاریخ لکھنے کے واسطے آمادہ کیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب کے انتقال کے بعد انھوں نے خود دورہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ مشاہیر کے فوٹو اور حالات زندگی فراہم کرتے تھے۔ پٹنہ کے بعد بدایوں میں ملاقات ہوئی اور پھر دہلی میں خواجہ حسن صاحب نظامی مرحوم کے آستانہ پر ملاقات ہوئی۔ اب معلوم نہیں کہاں ہیں

۱۹۳۸ء میں ہزہائی نس نواب صاحب بہادر رامپور کے یہاں سے میری طلبی کا تار آیا۔ عشرۂ محرم کے واسطے بلایا گیا تھا۔ حافظ کفایت حسین صاحب کی جگہ مجھے یاد کیا گیا نواب سید جعفر علی خان صاحب بہادر کے یہاں بھی ایک عشرہ پڑھا جس میں ہزہائی نس بھی دو بار تشریف لائے۔ منجھلے صاحب نے میری موجودگی میں نواب صاحب سے کہا سرکار مولوی ابرار علی صاحب جیلاری نے حافظ صاحب کی غیر حاضری محسوس نہ ہونے دی۔ مقبرہ جنابہ عالیہ اور سرکاری امام باڑہ میں باری باری سے مجلسیں پڑھیں۔ مولوی سید محمد صاحب دہلوی اس زمانہ میں نواب صاحب بہادر کے یہاں تشریف فرما تھے ایک ایک مجلس دونوں مقام پر باری باری سے ہم دونوں کو پڑھنا پڑیں۔ نویں محرم کی بیگم صاحبہ کی زنانی مجلس مجھ سے باصرار پڑھوائی گئی۔ میری موجودگی میں نواب صاحب نے کہا سید آج بیگم صاحبہ کی مجلس مولوی لقار علی صاحب پڑھیں گے ان کی خواہش ہے کہ یہ پڑھیں مولوی سید محمد

صاحب نے فرمایا حضور جس پہلوان کو آپ نے تیار کیا ہے وہ کسی جگہ مجلس
پڑھنے سے تھکتا نہیں ہے لیکن نواب صاحب نے مجلس مجھ سے ہی پڑھوائی
زنانے میں صدہا بیگمات تھیں اور پردہ کے دوسری طرف سرکار نواب صاحب
ولیعہد بہادر، مولوی سید محمد صاحب مولوی حکیم سید ذوالفقار حسین صاحب
اور یہ خاکسار تھے۔ دوران مجلس میں زنانہ حصہ میں غیر معمولی شور ہوا۔
دریافت سے معلوم ہوا کہ جب بیان مصائب پر گریہ ہو رہا تھا تو ایک نور
پیدا ہوا جو زمین سے آسمان کی طرف چلا گیا۔ ہز ہائی نس کو بے حد افسوس
ہوا کہ وہ اس نور کو نہ دیکھ سکے۔ اسی سلسلہ میں مرزا یوسف حسین صاحب
ڈپٹی پوسٹ ماسٹر جنرل لکھنؤ بھی معائنہ کے سلسلہ میں آئے ہوئے تھے انہوں
نے مجھ سے اپنے یہاں اربعین کی مجلس پڑھنے کے واسطے وعدہ لیا۔ اُن کے
[illegible] تھی صبح کو مجلس کے بعد تعزیہ اٹھتا تھا اور اہل
[illegible] تھا۔ نواب منجھلے صاحب کے عشرہ اربعین میں تقریر
[illegible] پہنچا۔ مجلس نہایت کامیاب ہوئی اور مرزا صاحب
[illegible] وعدہ کیا۔ وہاں سے میں اپنے محب صادق
[illegible] تعلقہ دار اورنگ آباد کے یہاں سب
[illegible] ان کے یہاں ۲۲-۲۳ صفر کی مجالس کے
[illegible] میرے پہنچنے پر مجلس کا اعلان ہوا۔

علاقہ کے ہندو مسلم حضرات سب شریک ہوتے اور ہندوؤں نے خاص طور پر اچھا اثر لیا رامپور واپس آیا چند ماہ قیام کرکے بدایوں آگیا۔ قیام رامپور کے زمانہ میں شفیقی سر رضا علی صاحب مرحوم سے چند بار ملاقات ہوئی موصوف کراچی سے اپنے مکانات کا تصفیہ کرانے آئے تھے۔ ستمبر ۱۹۴۸ء میں رامپور سے پھر طلبی کا تار آیا مولوی سید محمد صاحب دہلوی رامپور سے جا چکے تھے۔ اس سال موصوف کی جگہ کے واسطے مجھے بلایا گیا۔ میں نے نواب صاحب بہادر سے پہلی ملاقات میں عرض کر دیا کہ میں مع اہل وعیال رہ سکتا ہوں اور اس کے لئے مجھے کوئی سرکاری مکان مرحمت فرمایا جائے فوراً دھوبی گھاٹ پر ایک وسیع مکان جو میری ضرورت سے بہت زیادہ تھا مرحمت فرمایا گیا۔ میرے پڑوس میں مولانا حکیم سید ذوالفقار حسنین صاحب مدظلہ العالی مقیم تھے۔ اور اسی احاطہ میں شفیقی سید علی عباس صاحب زیدی مع اپنے اہل وعیال کے مقیم تھے۔

مجالس اس سال یادگار رہیں نویں محرم کی مجلس خاص طور پر قابل ذکر ہے دوران تقریر میں ایک شخص نے کھڑے ہوکے کہا۔ "مولانا صاحب آپ کی تقریر بہت عمدہ ہو رہی ہے لیکن نماز مغرب کا وقت قریب ہے اگر آپ تقریر ختم کر کے بعد نماز پھر شروع کریں تو ہم لوگ نماز عشاء کے وقت تک سن سکتے ہیں۔" میں نے اس شخص سے مخاطب ہو کر کہا اللہ تم کو جزائے خیر دے تم نے مجھے نماز مغرب کا وقت یاد دلایا جس کے متعلق تمہاری فقہ میں اس وقت تک

سنت ہے جب تک نماز عشا کے فرض ادا کرنے کا وقت باقی رہے اور یہ نصف شب تک ہو سکتا ہے لیکن جس مجلس میں تم اس وقت شریک ہو یہ وقت پھر آئے گا۔ مجھے یقین ہے کہ مجالس عزا میں حضرات معصومین علیہم السلام شریک ہوتے ہیں اور ثواب گریہ کے متعلق سنی اور شیعہ دونوں کے یہاں متعدد احادیث ہیں۔ اس کو تو لوگوں نے باہر بھیجدیا۔ اور اگر مرحوم نواب صاحب بہادر کے زمانہ میں کوئی شخص ایسی جرأت کرتا تو خدا جانے اس کو کیا سزا دی جاتی۔ بہرحال میں نے تقریر جاری رکھی۔ اور حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز دہلوی علیہ رحمۃ اللہ کی سرالشہادتین سے بعض اقتباسات پیش کئے۔ بے حد گریہ ہوا اور نواب جمشید علی خاں صاحب آف باغپت ضلع میرٹھ اس درجہ متاثر ہوئے کہ دونوں ہاتھوں سے سر و سینہ پیٹ رہے تھے اور ان کے رخساروں پر آنسو مسلسل بہ رہے تھے۔ یہاں کا دستور یہ تھا کہ نواب صاحب بہادر خود اپنے دست مبارک سے پہلے شمع روشن کرتے تھے اور پھر سارے امامباڑہ اور قلعہ معلے میں روشنی ہوتی تھی آج دس پندرہ منٹ دیر ہوگئی جس کا مجھے بھی افسوس ہوا۔ مجلس کے بعد جب سرکار کے سامنے خاصہ پیش کیا گیا تو دوسرے شرکا کے ساتھ میں بھی تھا۔ ہز ہائی نس نے فرمایا مولانا آپ کی تقریر آج بے مثل تھی۔ وقت کم تھا۔ میں سال آئندہ آپ کو بہت زیادہ وقت دیا جائے گا۔ ہز ہائی نس نے انشاء اللہ نہ کہا تھا دوسرے سال ۱۹۵۵ء میں خاکسار کو عشرہ

محرم کراچی کرنا نصیب ہوا۔ عشرہ محرم کے بعد عشرہ اربعین کے واسطے منجھلے صاحب بہادر کے یہاں مولانا سید ابن حسن صاحب نونہروی تشریف لایا کرتے تھے۔ اس سال موصوف کو کسی دوسرے مقام پر مجبوراً ۵ دن قیام کرنا پڑا اس لئے انہوں نے نواب سید جعفر علی خاں صاحب بہادر عرف منجھلے صاحب کو لکھا کہ میں ۱۵ صفر کو آسکتا ہوں، اب بڑی دقت ہوئی وہ آنہیں سکتے اور پانچ مجلسیں منجھلے صاحب کی کوئی دوسرا پڑھ نہیں سکتا۔ مجھ سے میرے عزیز اور محترم دوست ڈاکٹر سید ظہور حسین صاحب نقوی نے وعدہ لے لیا تھا کہ مجالس عشرہ اربعین امروہہ محلہ گذری میں پڑھوں۔ میں نے وعدہ کر لیا تھا۔ منجھلے صاحب نے نواب صاحب بہادر سے سفارش کرائی اور سرکار نے ایک مخصوص جلسے میں جس میں خود سرکار۔ منجھلے صاحب، دلیعہد بہادر تھے اور میں بھی موجود تھا فرمایا مولوی صاحب میں تو کہہ نہیں سکتا آپ اگر چاہیں تو منجھلے صاحب کی ۵ مجلسیں پڑھ دیں امروہہ والے کوئی دوسرا بندوبست کر لیں گے۔ میں نے کہا حضور میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا۔ اور اب وقت نہیں ہے کہ وہ لوگ کوئی دوسرا بندوبست کر سکیں یہی کہیں گے کہ نواب صاحب بہادر کے یہاں کوئی معقول رقم نذرانہ مجلس کی مل گئی ہوگی ہم غربا کے یہاں کیوں آتے۔ اگر منجھلے صاحب کا اصرار یہی ہے اور سرکار بھی فرماتے ہیں تو ایسا کر سکتا ہوں کہ رات کو یہاں سے موٹر میں جاؤں صبح کو مجلس پڑھوں اور شب کی مجلس منجھلے صاحب کے یہاں آکر

رہوں۔ پہلے تو منجھلے صاحب نے کچھ لیت و لعل کی لیکن نواب صاحب بہادر نے جب یہ فرمایا کہ میں مولوی صاحب کو مجبور نہیں کر سکتا آپ اپنی جیب ہی تیار کرا دیا کہنے لگے مولوی صاحب کو ہوا لگے گی۔ نومبر کا مہینہ ہے اگر علیل ہو گئے تو میری مجلس بھی گئی اور امروہہ والوں کی بھی۔ میں نے کہا آپ مطمئن رہیں میں سفر پروف ہوں مجھے سردی اذیت نہیں پہونچا سکتی۔ بدقت تمام وہ آمادہ ہو گئے ۵ دن تک ۲ بجے شب کے جاتا۔ ایک بجے امروہہ پہونچتا ٹھیک آٹھ بجے صبح کے منبر پر جاتا اور دس بجے تک مجلس میں تقریر کرتا۔ امروہہ میں میرے جاننے والے بکثرت حضرات تھے اور جب ان کو میرے آنے اور جانے کا حال معلوم ہوا تو بے حد متعجب ہوئے کہ باوجود ضعف پیری سردی کے موسم میں رات کو موٹر پر اور کھلے ہوئے موٹر پر آنا واقعی کمال ہے۔ مجالس بیحد کامیاب ہوئیں اور ہر شخص نے بیحد دل بڑھانے والے لفظوں میں تعریف کی مولانا ابن حسن صاحب ۵ دن کے بعد تشریف لائے وہ صبح کو ۱۰ بجے مجلس پڑھتے اور ۵ بجے شام سے واپس چلے جاتے اور پھر دوسری صبح کو رامپور سے موٹر میں آتے۔ ۱۹ صفر کو صبح کی مجلس پہلے میری ہوئی اس کے بعد مولانا ابن حسن صاحب قبلہ کی۔ اس روز مولانا صاحب کے ہمراہ کھانے پر مجھے بھی مدعو کیا گیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر ۲ بجے کے قریب روانہ ہو کر ۷ بجے کے قریب رام پور پہونچے شب کو میں نے مولانا صاحب قبلہ کی مجلس میں

سید العلما حضرت مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ نقوی
آل ظفر انماب مجتہد لکھنو صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی
علی گڈھ (ص - ۳۹۳)

محسن الملت ملک التجار آقای محمد محسن صاحب
شیرازی اعلی اللہ مقامہ جن کے فرزند سعید آقای
میرزا احمد شیرازی سلمہ اللہ تعالی نے
"الاسلامیہ" طبع کرائی
(ص - ۳۰۳)

۷۰

شرکت کی پھر اپنے قیام گاہ پر آگیا۔ چند ماہ رامپور میں قیام کیا۔ ۱۹ جولائی کے مہینہ میں میں اپنی کتابیں لے کر لکھنؤ گیا اور چاہا کہ ان کو فروخت کر ڈالوں یا کسی دوست کے سپرد کردوں۔ شفیقی مرزا عابد حسین صاحب کے دولت خانہ پر قیام کیا ۵ بکس کتابوں سے بھرے ہوئے رامپور سے لے گیا تھا۔ صبح کو مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ سید العلماء سے ملاقات کی اور ان سے سارا حال بیان کیا انہوں نے فرمایا آج کل کتابوں کی مطلق مانگ نہیں ہے مولوی لڈن صاحب کی کتابیں ہزاروں کی تعداد میں ۱۲ر سیر کے حساب سے وزن کر کے فروخت کردی گئیں دوسرے دن مولانا صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ میں مولوی مجتبیٰ حسین صاحب کامونپوری سے مشورہ کر دوں۔ اور وہ کوئی صحیح راستہ بتا سکیں گے دوسرے دن مولانا مجتبیٰ حسین صاحب کامون پوری دام ظلہ میرے پاس آئے موصوف مجھ سے بیحد محبت رکھتے ہیں۔ کتابیں دیکھیں اور چھانٹنا شروع کیں دو تین بکس بھرے کتابیں موصوف نے منتخب کیں اور مجھے یہ کہہ کر -/۵۰ روپیہ دئے کہ یہ آپ کی کتابوں کا ریل کا محصول بھی نہیں ہے۔ واقعی میرے آنے جانے میں اور کتابوں کا محصول دینے میں صرف ۵۰ روپیہ سے زیادہ ہی صرف ہوا تھا میں نے کہا جناب مولانا اس کی بھی ضرورت نہیں ہے میں خوش ہوں کہ میری کتابیں ایک عالم دین کے یہاں رہیں گی۔ وہ کتابوں کو مزدوروں پر بار کر کے لے گئے سہ پہر کو پھر تشریف لائے اور پھر ۲۵ - ۳۰ کتابیں اور منتخب

ئیں اور حصہ دے کر لے گئے۔ حقیقتاً ان کتابوں کی جلد بندی میں بھی بہت زیادہ رقم صرف ہوئی ہوگی۔ اب دو بکس کتابوں کے اور باقی رہے جن میں بعض اُردو فارسی۔ عربی کی کتابیں تھیں اور زیادہ تر انگریزی کی تھیں۔ وہ مع دو بکسوں کے مرزا صاحب سلمہ اللہ تعٰ کے دولت خانہ پر چھوڑ آیا جو ۵۵ء میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں بکس مع کتابوں کے مولوی صاحب لے گئے۔ اب میں رام پور واپس آیا جانے کا دن تاریخ مقرر کر چکا تھا۔ اس دن بارش بھی بہ شدت تھی کہ راستہ چلنا دشوار تھا میں نے اپنا کل سامان جو ہمراہ جانے والا تھا درست کر کے مولوی صاحب موصوف کے پاس خاص باغ میں چھوڑ دیا تھا اب اس سامان کو لے کر مع اپنے اہل وعیال کے اسٹیشن پہونچا۔ بارش کی شدت تھی لیکن پھر بھی میرے بہت سے مہربان امام ضامن باندھنے اور خدا حافظ کہنے اسٹیشن پر موجود تھے ریل آئی اور ہم سامان پہلے سے بک کرا چکے تھے سوار ہوئے اور بریلی پہونچے یہاں میرے بھتیجے کے رفیق سید محمد تقی مرحوم میرے سامان کی نگرانی کر رہے تھے وہ سامان تھا جو کچھ بدایوں سے آیا تھا۔ ۱۰ بجے رات کے پسنجر سے روانہ ہونا طے تھا۔ رامپور سے جس گاڑی میں آئے تھے اس میں ایک بکس رہ گیا فوراً لکھنؤ تار دیا کہ میں آرہا ہوں سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں برتھ کے نیچے ایک بکس رہ گیا ہے وہ بکس اتار لیا گیا اور دوسری گاڑی سے بریلی بھیجدیا گیا۔ ہم مع اپنے قافلہ کے لکھنؤ پہونچے۔ قلیوں نے کمال کیا۔ فوراً رات

میں ہی ٹکٹ خرید کر کل سامان جو بریک میں دینے کا تھا بریک میں دے دیا۔ اور باقی سامان اس طرح ایک سیکنڈ کلاس کے ڈبہ میں لگایا جو بمبئی جانے جانے والا تھا کہ کوئی دوسرا شخص گاڑی کے اندر آ ہی نہ سکے۔ بڑی مصیبت سے لکھنؤ کو خدا حافظ کہہ کے دوسرے دن روانہ ہوئے۔ ۱۰۵/- کے نوٹ بکنگ کلرک کو زیادہ دیدئے جو کراچی آکر پتہ چلا۔ بمبئی کو تار دیدیا تھا مسٹر حسن علی غلام حسین داواجی اسٹیشن پر موجود تھے۔ ایک اسٹیشن ویگن اور دو موٹر لائے تھے۔ اسباب اور ترتیب میں ویگن میں پہنچایا گیا۔ ایک مکان ہم لوگوں کے واسطے خالی کیا گیا اور اس سفر میں مسٹر حسن علی سلمہ اللہ تعالےٰ نے ایسی محبت اور بہادری کا برتاؤ کیا ہے جس کا شکریہ ادا نہیں ہو سکتا جہاز کے جانے میں پندرہ دن کا فصل تھا۔ دو تین مجلسیں مختلف مقامات پر پڑھیں۔ ہمارے رفقا کو مسٹر حسن علی نے سارے بمبئی کی سیر کرائی اور خود جہاز پر سوار کرا کے گئے۔ جولائی کا مہینہ خاص طور پر بمبئی کراچی کے درمیان سمندر میں طوفان کے واسطے مشہور ہے بہرحال خدا خدا کر کے کراچی پہنچے یہاں عزیزی سید نظیر حسین کاظمی سلمہ مع ایک ملٹری ٹرک کے موجود تھے مسٹر اطہر حسن ایم اے سلمہ اور بہت سے اور احباب موجود تھے۔ کاظمی سلمہ کا اصرار تھا کہ ان کے پاس قیام کروں لیکن مجھے مناسب نہ معلوم ہوا کہ اس قدر بار ان پہ ڈالا جائے چنانچہ میں اپنے برادر نسبتی سید وزیر حسین رضوی کے پاس

ٹھہرا۔ ۳ دنین روز کے بعد میری بڑی بیٹی ان کے شوہر اور بچے کاظمی کے پاس چلے گئے وہاں جگہ بہت کافی تھی ہم نے جس طرح بھی ہوا خدا خدا کر کے ۲ ماہ اس مکان میں قیام کیا اس مکان میں گنجائش بہت کم تھی اور بہت دقت تھی اس واسطے ایک کھنڈر جو اس وقت ایک کوارٹر کی صورت میں ہے -/۴۰ ماہوار پر بکرایہ فخرالہدیٰ صاحب سے لیا پھر رینٹ کنٹرولر کے یہاں سے کرایہ کم کرا کے عنؔ ماہوار مقرر ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس مکان کا الاٹمنٹ تقریباً -/۵۰۰ روپیہ میں اپنے نام کرالیا۔ کافی زحمت کے بعد اب یہ اس قابل ہو سکا ہے کہ ہم لوگ اس میں بہ آسانی زندگی بسر کر سکیں۔ عشرہ محرم میں ایک زنانی مجلس روزانہ شاہ عباس رضا صاحب دام عزہ کے یہاں پڑھی جو یادگار رہے۔ ایک عشرہ کا وعدہ ڈرگ روڈ والے حضرات نے لیا تھا جس کی سفارش آغا مرزا مہدی پویا مدظلہ نے اس طرح فرمائی تھی۔

”برائے ایک میداں مردے عیزار حضرت بحال دیگرے نیست“ ایک عشرہ کھارادر کے بڑے امامباڑہ میں پڑھا ایک عشرہ کا وعدہ آقا مرزا مہدی پویا صاحب قبلہ نے محفل ایرانیان میں لیا پھر دوسرے وقت خط بھیجا کہ ترابی صاحب نے ۵ مجالس کا وعدہ کیا ہے لہذا ایک دن آپ اور ایک دن وہ پڑھا کریں میں نے اس کو بھی منظور کیا۔ ایک عشرہ کا وعدہ عزیزی محمد حسین غلام حسین داوا جی نے بھی لیا یہاں بھی صرف ۵۔۶ مجالس پڑھ سکا۔ نویں محرم کی ایک مجلس نواب

کاظم علی خان صاحب نے فرمائش کر کے جہانگیر پارک میں پڑھوائی اور عاشورے کے دوپہر کی مجلس بھی میں نے پڑھی۔ یہ مجلس بھی یقیناً اب تک بہت سے لوگوں کو یاد ہوگی۔ میں نے پہلے لفظاً شیعہ پر بحث کی اور اس کے معنی سمجھائے پھر اہل سنت کی تشریح کی۔ اور بیان کیا کہ جو لوگ سنت حضرت رسول خداؐ کے پیرو ہوں وہ اہل سنت کہلائے جا سکتے ہیں۔ اسلئے ہر مسلم کو اہل سنت ہونا ناگزیر ہے۔ اور سنت رسولؐ ہے قول و فعل و تقریر رسولؐ کی پیروی کرنا۔ اب میں نے مجمع سے دریافت کیا کہ اگر دس محرم سنہ ۶۱ھ کو حضور پرنورؐ زندہ ہوتے اور ان کے لاڈلے فرزند حضرت امام حسینؑ کا انتقال ہو جاتا اور مدینہ ہی میں انتقال ہوتا۔ آپ لوگوں کو تار سے اطلاع آتی تو کیا کرتے جو جا سکتا وہ تعزیت کے لئے مدینہ منورہ پہونچتا جو نہ جا سکتا وہ تار پر غم و الم کا اظہار کرتا۔ اور اگر تمہیں یہ معلوم ہوتا کہ اس حادثہ جانکاہ کا حضور پرنورؐ پر کیا اثر ہوا ہے تو تم اپنی صورت کم از کم ماتمداروں کی سی بناتے تا کہ حضورؐ سمجھیں کہ یہ میرے ہمدرد ہیں۔ شاہ صاحب نے سر الشہادتین میں لکھا ہے کہ حضرت ام المومنین ام سلمہ نے خواب میں حضورؐ کو دیکھا "اشعث اغبر و بیدہ قارورہ وفیہ دم" سر برہنہ بال بکھرے ہوئے۔ چہرہ مبارک پر غبار پڑا ہوا۔ ہاتھ میں ایک شیشہ خون سے بھرا ہوا۔ ام المومنین بیان کرتی ہیں میں نے عرض کی حضور یہ کیا حال ہے فرمایا ام سلمہ میرا حسینؑ مارا گیا یہ اس کا

اور اس کے رفقا کا خون بہ نے جمع کیا ہے حضرات آج کے دن قریب قریب یہی وقت تھا جب ام المومنین نے حضور پر نور کو خواب میں سر برہنہ دیکھا تھا۔ اب سنت رسولؐ کی پیروی کرنے والوں کا فرض ہے کہ وہ سر برہنہ ہوں اور عزائے حسینؑ میں شریک ہوں تاکہ حضورؐ کی رضامندی حاصل کرسکیں اس وقت میرے سامنے جو مجمع تھا اس میں ہزاروں آدمی ٹوپیاں، کلاہ، عمامہ سروں پر رکھے تھے۔ اب سارا مجمع سر برہنہ ہوگیا۔ اور بیان مصائب پر اس قدر گریہ ہوا کہ لوگ روتے ہوئے جلوس کے ہمراہ روانہ ہوئے۔

مجالس عشرہ محرم کے دوران میں سخت علیل ہوگیا تھا اس بنا پر بعض مقامات پر مجالس نہ پڑھ سکا۔ ماہ صفر میں بعض مخصوص مجالس میں تقریر کا موقع ملا۔ کراچی میں مختلف مقامات سے آئے ہوئے حضرات سے ملاقات ہوئی۔ ماہ ربیع الاول میں پیر الٰہی بخش کالونی میں مکرانی مسجد میں عید میلاد النبیؐ کے موقع پر تقریر کی جو بے حد پسند کی گئی۔ مکرانی مسجد کے جلسے کے بعد فوراً آرام باغ گیا یہاں بوہرہ جماعت کی طرف سے جشن عید میلاد النبیؐ نہایت شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا تھا۔ میری تقریر خداوند عالم کے فضل و کرم سے بے حد کامیاب رہی۔ شہر کے ہر گوشہ میں عید میلاد النبیؐ کے جلسے میں تقریر کرنے کے واسطے باصرار بلایا گیا اور بفضل ایزدی ہر جگہ کامیاب تقریر ہوئی۔

بقیہ چند ماہ کراچی رہا۔ عشرہ محرم میں کہیں باہر نہ جا سکا۔

۱۹۷۵ء میں ۶ ماہ تک مختلف مقامات پر جانے کا اتفاق ہوا۔ نواب شاہ میں حسینؑ ڈے منایا گیا۔ وہاں ۳ دن قیام کرنا پڑا دو تقریریں ہوئیں۔ گرمی کا موسم تھا اور سندھ کی گرمی مشہور ہے لیکن خداوند عالم کا فضل شامل حال تھا میری تقریروں پر موسم کی شدت کا اثر نہ ہوا۔ ۱۲ ربیع الاول کو کورنگی میں شاندار جلسہ میلاد النبیؐ میں تقریر کی۔ جناب ظریف جبلپوری نے ڈاکٹر سید ناصر عباس صاحب سے مشورہ کیا اور موصوف نے مجھ سے وعدہ لینے کو فرمایا۔ میجر جنرل اکبر خاں صاحب صدر جلسہ تھے ان پر میری تقریر کا یہ اثر ہوا کہ جب میں تقریر کرکے ڈائس سے اترا اور اپنی جگہ آکر بیٹھا تو وہ میرے پاس آئے اور آدھے گھنٹے تک اپنی خوشی کا اظہار کرتے رہے اپنے کارنامے بیان کیے جو واقعی حیرت انگیز تھے۔ ختم جلسہ کے بعد تمام حاضرین کو بہترین کھانے پیش کیے گئے۔ اس وقت ایک کرنل صاحب اس جلسہ کے مہتمم تھے وہ مجھے رخصت کرنے آئے اور اگلے سال کا وعدہ لیا۔ بلکہ فرمایا کہ آپ کو دوران سال میں بھی زحمت دیں گے۔

جون کے مہینہ میں سید اعجاز حسین شاد نے اپنے موضع درگاہی میں سالانہ مجالس کی بنا کی تھی۔ وہاں بدقت پہونچا۔ مندرا جنکشن پر سے براپنج لائن پر جانا تھا۔ سرور حسین ملازم ہمراہ تھا وہ انٹر کلاس میں جا کر سو رہا اور میں جب اترا تو وہ نظر نہ آیا میں سیکنڈ کلاس میں تھا وہ سرونٹ کلاس میں سے اٹھ کر دوسرے

بہ یہ چلا گیا تھا تلاش کرنے پر بھی نہ ملا۔ اور گاڑی چلی گئی۔ اسٹیشن ماسٹر نے راولپنڈی کو تار دے دیا۔ میں جب اس اسٹیشن پر پہونچا جہاں سے گانوں کو جانا تھا تو کوئی آدمی نظر نہ آیا فلیگ اسٹیشن تھا نہ بیٹھنے کی جگہ نہ ضروریات سے فارغ ہونے کا انتظام۔ بے حد پریشان ہوا۔ نہ سواری نہ کوئی لے جانے والا۔ باہر نکلا تو دیکھا ایک شخص گھوڑا لئے کھڑا ہے کہنے لگا "تم مولوی ہو" میں نے کہا تم کیا کرو گے کہنے لگا ایک مولوی آ رہا ہے اس کے لئے گھوڑا لایا ہوں اب مجھ پر جو گزری ہے وہ بیان سے باہر ہے میں گھوڑے پر چڑھنے کا عادی نہ تھا جس طرح ہوا بیٹھا اس نے کہا گھوڑا بہت سیدھا ہے تم فکر نہ کرو۔ اسباب ہمارا اس نے اپنے سر پر لادا۔ اتنے میں دو شخص اور افتاں و خیزاں آئے اور معذرت چاہی کہ ان کو پہونچنے میں دیر ہوئی۔

خدا خدا کرکے اس موضع میں پہونچے۔ ابھی مجلس کا کوئی بندوبست نظر نہ آیا۔ اہل مجلس کہنے لگے دور دور سے لوگ آئیں گے آنے میں دیر لگے گی۔ مجلس دوپہر کے کھانے کے بعد ہوئی۔ اس عرصہ میں شامیانہ وغیرہ لگ گیا۔ جس اسٹیشن پر ہم اترے تھے اس سے ۲ میل کے فاصلہ پر سادات کی ایک بستی تھی وہاں کے بہت سے حضرات آئے تھے جن میں ایک واسطی صاحب بز تھے۔ بعد ختم مجلس یہ سب لوگ میرے پاس آئے اور اصرار کیا کہ کل کی س کے بعد آپ ہمارے گانوں چلیں وہاں آپ کو مجمع بھی اچھا ملے گا اور

ہم لوگوں کی آرزو پوری ہو جائے گی۔ ہمارے یہاں علما آچکے ہیں آپ کا نام سنا کرتے تھے اب اللہ تعالےٰ نے یہ موقعہ دیا ہے تو ہم اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ میں نے وعدہ کر لیا۔ میرا ملازم بھی مجلس کے وقت سے پہلے ہی پہونچ گیا تھا۔ راولپنڈی سے اس کو اسٹیشن ماسٹر نے دوسری آنے والی گاڑی میں مندرا جنکشن بھیجدیا۔ اور مندرا کے اسٹیشن ماسٹر نے حد درجہ کی مہربانی کر کے اسکو چار ناشتہ وغیرہ دیا اور پہلی گاڑی جو چکوال جانے والی تھی اس میں بھیجدیا۔ اس اسٹیشن پر اتر کر وہ مع ایک پولیس کے سپاہی کے جو مجلس میں آنے والا تھا پہونچ گیا۔ دونوں مجلسیں بے حد پسند کی گئیں اور آئندہ کا وعدہ لیا گیا لیکن میں بہت شکستہ ہو چکا تھا۔ راستہ بے حد خراب ہے سوائے گھوڑے یا گدھے کی سواری کے کوئی دوسری سواری ممکن نہیں ہے راستہ نہایت تنگ اور صرف اس علاقہ کے لوگوں کے واسطے قدرے آسانی ہے باقی میری رائے میں جو لوگ میلوں پیدل سفر نہیں کر سکتے یا گھوڑے پر سواری کی مشق نہیں رکھتے ان کے واسطے محال ہے۔ وہاں سے کوٹ سیدان گئے یہاں ۳ دن قیام رہا۔ یہاں کے لوگ بہت سمجھدار ہیں اور سوال کرنے کا ہر شخص کو مرض ہے۔ چنانچہ تین دن برابر مجلس کے اوقات کے علاوہ سوالات کے جواب دینے میں گزارے جس کا اثر بے حد اچھا ہوا چند حضرات نے تو بالاعلان کہدیا کہ ہمارے بعض سوالات کا جواب ایسا تشفی بخش اب

تک کسی نے نہیں دیا تھا۔ سیدان کی اس بستی میں نہایت عبرت ناک منظر دیکھا۔ یہ سکھوں کی بستی تھی جاتے ہوئے وہ عمارتوں کو آگ لگا گئے تھے۔ اور ایک اسکول کی یہ حالت دیکھی کہ گرڈر آگ کی وجہ سے ٹیڑھے ہو گئے تھے بڑے بڑے شاندار مکانات کھنڈر بن گئے تھے۔ اور بعد کو جن لوگوں نے یہاں قبضہ کیا تھا وہ باقی ماندہ ملبہ مکانات کا اٹھا کرلے گئے اور جہاں ضرورت پائی وہاں فروخت کر دیا۔ اس سفر میں سیڑھی پر سے اترتے ہوئے پیر میں موچ آگئی اور بے حد ورم ہو گیا۔ چلنا دشوار تھا۔ چکوال گیا۔ مولوی سید کاظم رضا صاحب سلمہ کے مکان پر قیام کیا۔ یہاں کوئی تقریر نہ ہو سکی بعض لوگوں نے خواہش بھی کی لیکن تقریر نہ ہو سکی۔ مولوی سید کاظم رضا صاحب سلمہ نے ڈاکٹر صاحب کو بلایا جو بے حد مہربان تھے انہوں نے ڈریسنگ کیا جو تہ پہننا دشوار تھا۔ پیشاب پاخانہ کے واسطے جانا ممکن نہ تھا۔ خدا خدا کر کے کچھ تکلیف کم ہوئی راولپنڈی گیا پھر کراچی واپس آیا۔ اس سفر میں یہ تجربہ ہوا کہ دیہات میں لوگ آبادی کے باہر پاخانہ کو جاتے ہیں مرد عورت سب قطار در قطار علی الصباح جنگل کو چلے جاتے ہیں مجھے بھی دو جگہ یہی عمل کرنا پڑا یہاں کا پانی بے حد سرد تھا۔ جون کے مہینہ میں تازہ پانی جو کنوئیں سے نکالا جاتا تھا اس قدر ٹھنڈا ہوتا تھا کہ میں اس سے غسل نہ کر سکا۔ برف کی مطلق ضرورت نہ ہوئی۔ اس سارے علاقہ میں صرف گھوڑے یا گدھے پہ

سفر ہو سکتا ہے۔ اور وہ بھی بہ دقت تمام۔ عام طور پر لوگ پیدل چلنے کے عادی ہیں۔ کراچی پہونچ کر چند ماہ قیام کیا۔ شفیقی مرزا احمد شیرازی سلمہ اللہ تعالےٰ کے والد ماجد اعلی اللہ مقامہ آقا محمود شیرازی اور ان کے چچا حاجی غلام حسین شیرازی کی خدمات میں مجھے ۱۹۳۲ء سے نیاز حاصل تھا۔ موصوف نے میرے ساتھ ایسی محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا ہے جو زندگی بھر فراموش نہ کروں گا۔ شیرازی صاحب کو قرآن مجید پڑھنے کا شوق تھا اور یہ خدمت میرے سپرد کی گئی۔ میں اُن کو قرآن مجید کے ترجمہ کے ساتھ ضروری تفسیری نوٹس بھی لکھا دیا کرتا تھا اور امید تھی کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ایک دن قرآن مجید کا ترجمہ مع تفسیری نوٹس کے شائع ہو سکے گا۔ لیکن حالات سازگار نہ ہوئے اور یہ میری خواہش پوری نہ ہو سکی۔ شیرازی صاحب کو مفتی محمد شفیع صاحب سے بہت خلوص تھا اور اکثر ان کے یہاں جایا کرتے تھے اور میرے بیانات ان کو سنایا کرتے تھے۔ ایک عرصہ کے بعد مجھ سے شیرازی صاحب نے کہا کہ مفتی صاحب سے میں آپ کے بتائے ہوئے نوٹس سنا کر ان کی رائے دریافت کیا کرتا رہا ہوں اور ہمیشہ مفتی صاحب نے تخلیہ میں مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ تمہیں پڑھایا گیا ہے وہ سب درست ہے۔ مجھے جناب مفتی صاحب کے اس بیان سے بے حد خوشی ہوئی اور اس دن سے اب تک میرا جناب مفتی صاحب کے ساتھ صد درجہ کا مخلصانہ تعلق ہے۔ کبھی کبھی تقریر کے میدان

میں ہم دونوں ساتھ ہوا کرتے ہیں۔

۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۸ء کے متعلق چند اہم تحریریں درج ہونے سے رہ گئی ہیں وہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔

تحریر آقای محمد خلیل شیرازی اعلے اللہ مقامہ رئیس اعظم مدراس

مورخہ ۲؍ دسمبر ۲۷ء

خدمت جناب عمدۃ الواعظین آقای محمد لقا علی حیدری دام ظلہ العالی

عرض می شود۔ اینکہ محترم مرقومہ ۲۹ نومبر موجب مسرت گردید۔ بہ صحت مزاج شما شکر کردم۔ اینکہ از بنگلور عازم میسور شدہ اید خیر است۔ جواب اعانہ بمدرسۃ الواعظین شدہ اید غیر از وجہے کہ بہ حاجی سید علی صاحب اصفہانی دادہ شد برسانند۔ احقر یک چک یکہزار و پانزدہ روپیہ از اقبال محمد صاحب و یک چک پنجاہ روپیہ از آقا عباس علی صاحب گرفتہ عین ہر دو چک را رجسٹری کردہ فرستادم البتہ رسیدہ باشد منتظر وصول آں ہستم بہ جناب آقای آقا مرزا محمد علی صاحب نمازی توضیحاً حالات مدرسہ را عرض نمودم حال خود شما ورنہ از مرکز خطے بہ ایشان نوشتہ شود ضمن آن ورقہ تفصیل ہم فرستادہ شود خوب است۔ پس از آں شما خواستہ باشید دیدارے از ایشان بکنید بد نیست۔ امید کہ نتیجہ نیکو خواہد داد۔ معزی الیہ شخص خیر باہمت است۔ زیادہ عرضے ندارم۔ چند روز بود ناخوش بودم

گرفتار انفلوئنزا شده بودم امروز بحمد الله از برکت دیدار رقیمہ شما خلاصی
یافتم. معتمدی شما را طالبم. والسلام. محمد خلیل شیرازی۔ آقای فاضل
آقا میرزا محمد عباس صاحب سوشتری را مخلصم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

الحمد للہ الذی فضل انبیائہ بتبلیغ احکامہ ومدحہم فی محکم تبیانہ حیث قال عز من قائل الذین یبلغون رسالات اللہ ولا یخشون احداً الا اللہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد اکمل سفرائہ وعلیٰ آلہ خیر امنائہ واللعنۃ الدائمۃ علیٰ اعدائہم شر اعدائہ وبعد ذرہ بمقدار تراب اقدام العلماء الحاج سید ابوالفتح الرضوی النجفی الشوستری بعرض عموم برادران ایمانی می رساند۔ بر ہر ذی لب وجانے واضح ومبرہن است. در این زمان کہ افق عالم بواسطہ تہاجم ارباب ملل واصحاب نحل باطلہ از جہات ستہ تشبہاتہم بر دین حنیف اسلام تاریک وظلمانی و بیضہ اسلام را ہدف سہام مسموم خود ساختہ اندو تاویل آیہ مبارکہ ظہر الفساد از مقام ثبوت بعرصہ اثبات پیوستہ است کہ ہر گاہ اذن قلب واعیہ باشد خواہد شنید کہ استغاثہ حقیقت نورانیہ اسلام باعلی صوت یا للمستغاث ویا للمسلمین بلند است۔ اگرچہ عموم روحانین وافراد وعاظ وطبقات مبلغین دامن ہمت بر کمر وصداہا را لبیک بلند ولے

مع ذلک آنکہ در عموم جہات دینی خصوص در رعایت وحفظ قانون و
قواعد مذہبی السید الجلیل والماجد الاصیل والعالم النبیل سید الفقہا و
مقتدا العلما ملاذ الانام ومروج الاحکام سراج الملۃ ونجم الشریعۃ المولےٰ
نجم الحسن کعبہ وقبلہ ہست کہ جمیع اوقات شریف خود را صرف درایں رشتہ
مقدس می فرمانید فجزاہ اللہ عن الاسلام خیرا و از آثار وجود یہ آں محترم
است ابرام وتوثیق بنار رفیع و اساس منیع مدرسۃ الواعظین لکھنؤ شید
اللہ ارکانہ قد اسست بنایہا علے التقی والرشاد کہ فی الحقیقہ بالحمل الاولےٰ
بحریست مشحون از در وگوہر وگلستانیست موشح بزہر کہ خود از آں بحر
مشاہدہ وگلے کہ از آں گلستان خود معاینہ نمودم حضرت مستطاب۔
فصیح البلغا وبلیغ الفصحا، فخر الخطبا وافتخار الواعظین الحبر الملی مولانا محمد
لقا علی صاحب الملقب بالحیدری لقاہ اللہ نضرۃً وسروراً فی الآخرۃ
والاولےٰ ووفقہ المراضیہ وجعل مستقبل امرہ خیراً من ماضیہ کہ در بلدۂ
رنگون مکرر موفق باستفاضہ از بیانات وافیہ وتقریبات کافیہ
آنجناب شدم الحق مردیست کامل ومبلغ وواعظیست قابل مع ذلک
مکرر می فرمود کہ وعاظ دار الشریعہ مدرسہ در رعایت صاحب بیان و
نہایت جامع فضل وتقوی ہستند۔ احقر در خاتمہ واضعاً یدی علی راسی
مرۃ ورافعہا الے اللہ اخری فائلا بالعلے صوت الہی نعمت وجود مؤسس و

مویدو معاون و مبلغ را خصوصاً مولانا محمد نقار علی حیدری را محفوظ و محروس
و پایدار بدار۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ محمد و آلہ اولاً و آخراً و ظاہراً و باطناً
حررہ الاحقر ابو الفتح الرضوی النجفی الشوستری بقلمہ
فی تاریخ یوم الجمعہ شہر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۶ھ

ہر شریف

جناب ڈاکٹر سید یاور عباس اپنی طبی مصروفیتوں کے باوجود اُردو ادب کی بہترین خدمت انجام دیتے رہتے ہیں ہر سال عشرہ محرم کے بعد آپ کے دولت خانہ پر مجالس عزا کے حضرت سید الشہدا علیہ السلام منعقد ہوا کرتی ہیں۔ منتخب سوز خوان حضرات سے مجلس کی ہر جمعہ اور اتوار کو ۸ ربیع الاول تک ابتدا کرتے ہیں اس کے بعد کراچی کے بہترین شعرائے کرام سلام پیش کرتے ہیں اور ہر مجلس میں مستند شعرا اپنا نو تصنیف مرثیہ پڑھتے ہیں۔ ان مجالس میں حاضرین کو بہترین چائے پیش کی جاتی ہے اور چند مرتبہ محرم اور صفر میں غیر طرحی مسالمہ کی بنا ہوا کرتی ہے۔ اس جگہ ایک غزل ڈاکٹر صاحب موصوف کے زورِ طبیعت کا نمونہ پیش کی جاتی ہے۔ جو میں نے بہ اصرار حاصل کی ہے

غزل

زندگی کٹتی تو ہے ناچار ہنستے بولتے — کاش ہم محفل کریں یک بار ہنستے بولتے
رونے والے شدتِ آلام پر روتے رہیں — ل ہی جلتے ہیں مگر دو چار ہنستے بولتے
میں جو ہنستا بولتا ہوں اب در و دیوار سے — کاش مجھ سے بھی در و دیوار ہنستے بولتے
گردشِ دوراں توجہ گردشِ دوراں کرم — ہیں ابھی محفل میں اک دو چار ہنستے بولتے

طعنہ زن ہیں مجھ پر اب احباب اٹھتے بیٹھتے ٹھٹکیاں لیتے ہیں دل میں یار ہنستے بولتے
چشم ساقی کا تغیر دیکھ کر خاموش ہیں ہو گئے سب نقش بر دیوار ہنستے بولتے
فکر فردا ہے جنہیں یا در نازک مزاج کاٹ ڈیے جو دن ہیں میرے یار ہنستے بولتے

———— کراچی میں اس سال موتی مسجد میں جلسہ وعظ کی بنا تھی مولوی تمیز الدین خاں صاحب صدر کانسٹی ٹیوشن اسمبلی نے صدارت جلسہ کے فرائض انجام دیئے۔ موصوف کو چونکہ صبح کو اسمبلی میں شرکت کرنا تھی اس واسطے مجھ سے خواہش کی کہ میں ان کی بجائے صدارت کے فرائض انجام دوں۔ میں چاہتا تھا کہ وہ میری تقریر سنکر جاتے لیکن ان کو وقت نہ تھا۔ اور رات کے ۱۲ بج چکے تھے۔ ان کے چلے جانے کے بعد مولوی احتشام الحق صاحب نے تقریر کی۔ مجمع کو خوب ہنسایا تقریر بے حد دلچسپ تھی لیکن میلاد النبی کے جلسہ میں اس قدر ہنسی مجھے اچھی نہ معلوم ہوئی۔ مولوی صاحب کی تقریر کے بعد میں نے حاضرین سے درخواست کی کہ وہ آئندہ سے احتیاط سے کام لیں۔ اس مبارک جلسے میں قہقہے لگانا آداب مجلس کے خلاف ہے مولوی صاحب کے بعد اکاؤنٹنٹ جنرل کراچی کے دفتر کے ایک صاحب نے تقریر کی۔ نہایت متین اور سنجیدہ تھی میں نے ان کی تقریر کے بعد ان کی تقریر کی تعریف کی اب ایک بج چکا تھا۔ حاضرین کا اصرار تھا مجبوراً میں نے بھی تقریر کی۔ خداوند عالم کے فضل و کرم سے وہ تقریر اس درجہ پسند کی گئی کہ

فخر الحاج علی عبداللطیف رئیس التجار مطرح
(مسقط) و آقازاده والا تبار آقای محمد جعفر
حاجی محمد باقر عبداللطیف رئیس اعظم مطرح
(مسقط) (ص - ۳۱۹)

فخر الحاج و المعتمرین الحاج عالی جناب
ڈاکٹر سید محمودالحسن صاحب رضوی اکبرابادی
پولس سرجن و میڈیکل آفسر کراچی (ریٹائرڈ)

(ص - ۳۰۹)

سارا مجمع وجد کے عالم میں تھا اور درود شریف کے نعرے ہو رہے تھے۔
شفیقی ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب اکبر آبادی دام عزہ وعلاوہ سے نیاز حاصل ہوا۔ پاکستان بننے سے چند سال قبل مزار شہید ثالث علیہ الرحمۃ پر موصوف سے نیاز حاصل ہوا تھا۔ اس وقت ڈاکٹر صاحب نے مزار شریف پر اپنی والدہ محترمہ کے ایصال ثواب کے واسطے مجلس کی بنا کی تھی اور وہ مجلس میں نے ہی پڑھی تھی۔ موصوف نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ آگرہ ہوتے ہوئے جب کبھی میں بمبئی وغیرہ جاؤں تو ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دوں وہ کسی بڑے جلسے کی بنا فرمائیں گے جس میں آگرہ کے تمام تعلیم یافتہ ہندو اور مسلم حضرات کو میری تقریر سننے کا موقع دیں گے وقت نے مہلت نہ دی۔ اب موصوف نے یہاں مجھ سے وعدہ لیا کہ میں جیل کمپونڈ میں عید میلاد النبیؐ کے جلسہ میں تقریر کروں۔ میں نے بخوشی وعدہ کر لیا۔ شہر کے تعلیم یافتہ حضرات نے شرکت کی اور مجمع بہت زیادہ ہوا۔ میری تقریر بہت پسند کی گئی اور آج تک (۱۹۶۱ء) میں یہ سلسلہ جاری ہے۔ مختلف مکتبہ خیال کے حضرات تقریر کے واسطے بلائے جاتے ہیں اور میری تقریر سب سے آخر میں ہوا کرتی ہے۔
۱۹۵۲ء میں عشرہ محرم کے واسطے پشاور بلایا گیا۔ بے حد شاندار مجالس ہوئیں۔ اہل سنت حضرات نے بکثرت شرکت کی اور بے حد متاثر ہوئے
بریگیڈیر الطاف حسین شاہ صاحب نے ۸ محرم کو اپنے بنگلہ پر نذر میں شرکت

کے واسطے خواہش کی ہیں نے عرض کیا منہ میں تکلیف ہے کچھ کھا نہیں سکتا ہوں انہوں نے فرمایا آپ کے قدم میرے مکان پر آ گئے یہی کافی ہے۔ مغرب کی نماز پڑھ کر میں موصوف کے بنگلہ پر گیا خود موٹر لے کر لینے آئے تھے کوٹھی نہایت شاندار۔ صحن دلکش اور پرفضا صفائی اس درجہ کہ بے اختیار زبان سے سبحان اللہ نکل گیا۔ ابھی اندر میں کچھ دیر تھی بریگیڈیر صاحب میرے پاس آ کر بیٹھے اور اپنے ایک صاحبزادے کو لائے جو حال ہی میں امریکہ سے اعلےٰ تعلیم حاصل کر کے آئے تھے۔ شاہ صاحب نے فرمایا مولانا اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے بہترین اولاد عطا فرمائی ہے ایک بیٹا میرا کناڈا میں چیف میڈیکل آفیسر ہے۔ ایک مغرب کی کسی یونیورسٹی میں پروفیسر ہے یہ میرا سب سے چھوٹا بیٹا اکسفورڈ یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی ڈگری لایا ہے۔ اور یونیورسٹی بھر میں اول نمبر پاس ہوا ہے لیکن یہ خدا کو نہیں مانتا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کو کچھ سمجھائیں۔ کام بظاہر بڑا سخت تھا اور بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ کوئی دوسرے صاحب ہوتے تو یہ کہہ کر ٹال دیتے کہ صاحبزادے کل تشریف لائیں لیکن میں نے آج کے کام کو کل پر اٹھا رکھنے کا سبق ہی نہیں پڑھا ہے میں نے فوراً اس صاحبزادے سے گفتگو شروع کر دی۔ گفتگو انگریزی میں تھی اور صرف اس لئے کہ اگر وہ مجھے "قل اعوذی" سمجھ کر میری بات توجہ سے نہ سنیں تو پھر کام خراب ہو جائے گا۔

حیدری:۔ جناب وجود باری تعالیٰ کے قائل نہیں ہیں۔

صاحبزادے:۔ جی ہاں میں ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔

حیدری:۔ یہ کس وجہ سے۔!

صاحبزادے:۔ میں نے اس کو دیکھا نہیں ہے تو پھر اس کے وجود کا کیسے قائل ہو جاؤں۔

حیدری:۔ آپ یورپ میں کتنے عرصہ تک رہے ہیں؟

صاحبزادے:۔ تقریباً ۳ سال

حیدری:۔ کبھی آپ کی میکملن صاحب سے ملاقات ہوئی ہے جو میسرز میکملن اینڈ کو کے مالک اور بانی ہیں؟

صاحبزادے:۔ جناب عرصہ ہوا اُن کا انتقال ہو گیا وہ اب زندہ نہیں ہے

حیدری:۔ شیکسپیئر ملٹن۔ ورڈس ورتھ سے تو ضرور آپ نے ملاقات کی ہوگی۔

صاحبزادے:۔ جناب والا یہ لوگ بہت عرصہ ہوا انتقال کر گئے ہیں۔

حیدری:۔ آپ نے اکسفورڈ کی لائبریری میں ضرور دیکھا ہوگا کسی کتاب کے مصنف کا نام شیکسپیئر کسی کتاب کے مصنف کا نام ملٹن ورڈس ورتھ وغیرہ۔

صاحبزادے:۔ بے شک۔

حیدری :۔ اور آپ نے کتاب پر دیکھا ہو گا " میسرز میکملن اینڈ کو کی طبع کردہ " صاحبزادے :۔ ضرور

حیدری :۔ کبھی آپ نے شبہ کیا کہ ممکن ہے کوئی شخص ان ناموں کا نہ گزرا ہو۔ نہ مصنف نہ طابع نہ ناشر۔

صاحبزادے :۔ کبھی نہیں۔

حیدری :۔ صرف اس وجہ سے کہ آپ کو ان کتابوں کے فروخت کرنے والوں پر اعتبار تھا آپ نے یقین کر لیا کہ ضرور شیکسپیر ملٹن وغیرہ مصنفین گزرے ہیں اور میکملن نام کا بھی کوئی شخص تھا جس نے اُن لوگوں کی تصنیفات کو زیور طبع سے آراستہ کر دیا۔

صاحبزادے :۔ بے شک ایسا ہی ہے۔

حیدری :۔ تو جناب پھر آپ کو قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے۔ حضرت محمد مصطفےٰؐ کے نبی برحق ہونے اور خداوند عالم کے قادر مطلق اور خالق کائنات ہونے میں کیوں تامل ہے۔ آپ کہیں گے کہ اُن مشاہیر کو جن کا آپ نے ذکر کیا ہے یعنی ملٹن وغیرہ کو صرف ان کے ملک کے رہنے والے نہیں مانتے ہیں بلکہ دنیا کے ہر گوشہ میں ان کی تصنیفات اس قدر مقبول ہوئی ہیں کہ ہر ملک میں ان حضرات کے ساتھ دلچسپی رکھنے والے موجود ہیں۔ تو میں آپ سے عرض کروں گا کہ ڈاکٹر سرایڈورڈ ڈینی سن راس۔ سی۔ آئی۔ ای۔ پی ایچ ڈی۔ سے تو آپ ضرور

واقف ہوں گے ۔ صاحبزادے نے فرمایا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ سر اڈورڈ ڈینی سن راس ایک مشہور مستشرق گزرے ہیں ۔ ابھی ۲۵ سال کے قریب ہوئے کہ ان کا انتقال ہوا ہے ۔

حیدری :- تو اب میں آپ کو سر ایڈورڈ کا بیان سناتا ہوں ۔ کتاب اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے آپ لائبریری سے منگا کر دیکھ سکتے ہیں ۔ جارج سیل کے انگریزی ترجمہ قرآن مجید پر سر ایڈورڈ نے ایک پیش لفظ لکھا ہے اس میں فرماتے ہیں :-

صدیوں تک دین محمدی کے بارے میں جو معلومات کا ذخیرہ اہل یورپ کو فراہم ہوتا رہا وہ صرف اُن رپورٹوں کا نتیجہ تھا جو مذہبی دیوانے عیسائیوں نے پیش کیں جس کی وجہ سے کثیر التعداد افراد غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ۔ دین محمدی میں جو خوبیاں تھیں ان کو یک لخت نظر انداز کر دیا اور اہل یورپ کی نظر میں جو باتیں اچھی نہ تھیں ان کو مبالغہ اور رنگ آمیزی کے ساتھ پیش کیا یا غلط تاویل کر کے خوبی کو عیب ظاہر کیا لیکن یہ بات فراموش نہ کی جانی چاہیئے کہ محمد صاحب نے اپنے معاصرین مکہ کے ستارہ پرستوں ۔ ترک ناخدا پرستوں ۔ ایرانی یزدان واہرمن پرستوں اور ہندوستان کے بت پرستوں کو جو مرکزی اصل الاصول

تلقین کیا وہ توحید خدائے تعالےٰ تھی۔ اور سادگی کردار حضرت محمدؐ کی اشاعت اسلام میں غازیوں کی تلوار سے زیادہ اہم جز ثابت ہوئی۔

اس حوالہ سے دو باتوں کا پتہ چلا۔ کوئی بزرگوار حضرت محمدؐ نام کے گزرے ہیں۔ جنہوں نے اللہ تعالےٰ کی توحید کی تعلیم اُن لوگوں کو دی جو سچی بات کہنے۔ سننے اور ماننے کو آمادہ نہ تھے۔ اس حوالہ سے حضرت محمد مصطفےٰؐ اور وجود باری تعالےٰ کا ثبوت ملتا ہے۔ یہی سرایڈورڈ اپنے اسی پینٹیں لفظ میں قرآن مجید کے متعلق فرماتے ہیں جس کا ترجمہ پیش کرتا ہوں اصل کتاب سے ملا کر اطمینان کرلیجئے

"اس طرح ۱۲ سو سال کے انقلابی دور میں قرآن (مجید) تمام ترکوں۔ ایرانیوں اور نصف آبادی ہند کی متبرک کتاب رہا ہے۔ اس میں صرف اُن کے عقائد کا ہی بیان نہیں ہے بلکہ اس میں ان کے رواسم اور قانون معاشرت کی بھی تفصیل ہے۔ اور درحقیقت ایسی کتاب جیسا کہ قرآن ہے اس بات کی مستحق ہے کہ وہ مغرب میں اس سے زیادہ پڑھی جائے جس قدر مشرق میں پڑھی جاتی ہے۔"

اس بیان سے قرآن مجید کی بھی عظمت ثابت ہوئی ہے۔ میرے اس بیان کو سن کر صاحبزادے کچھ سوچنے لگے میں نے پوچھا آپ امریکہ کتنے دن رہے

ہیں۔ کہنے لگے نیویارک میں ۳ سال کے قریب رہا ہوں۔ میں نے کہا "آپ نے
ڈاکٹر الفر سے ملاقات کی ہے؟" کہنے لگے "وہ تو بہت بڑا سائنسدان ہے۔"
اُس کا نام بے حد مشہور ہے۔ مجھے ملاقات کا موقع نہیں ملا۔ پھر میں نے پوچھا۔
ڈاکٹر ہرمین سے آپ نے ملاقات کی ہے وہ کہنے لگے جناب یہ تو ڈاکٹر الفر
کا استاد ہے۔ اور اس وقت دنیا کے سب سے بڑے سائنس کا عالم مانا جاتا ہے
یہ سنتے ہی میں نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا جو اُس وقت بھی میرے پاس
ہے اور ان کو دکھایا۔ یہ نیویارک ٹائمس کے اخبار کے ایک کالم کی نقل ہے۔
اور ہندوستان ٹائمس کا ایک صفحہ تھا۔ ۲۵ر فروری ۱۹۴۹ء کو نیویارک میں
ڈاکٹر الفر اور ڈاکٹر ہرمین نے ایک انکشاف کیا اور نیویارک ٹائمس میں اس
کو شائع کرادیا۔ ۲۸ر فروری ۱۹۴۹ء کو ہندوستان ٹائمس میں اس کی نقل شائع
ہوئی۔ اُس کاغذ میں درج ہے "ایک شعلہ نور نے کائنات کو آج سے تین ارب
برس قبل ایک ساعت میں خلق فرمایا۔ یہ شعلہ نور کہاں سے آیا اور کتنے عرصہ
تک پردہ خفا میں رہا معلوم نہیں ہو سکا۔ فضا میں صرف نیوٹرنس اور پروٹونس
برقپارے تھے اور جب حرارت ۳ لاکھ درجہ کم ہو گئی یہ برقپارے آپس میں
ملے اور کائنات وجود میں آگئی۔" پھر میں نے کہا میرے عزیز آپ نے دنیا
کے سب سے بڑے سائنس کے ماہرین کا بیان سنا۔ یہ مسلسل سیکڑوں برس

اُس نبی برحق نے جس کا کلمہ آج دنیا کی ایک تہائی آبادی پڑھتی ہے خداوند عالم کے فرمان کے بموجب اعلان کیا۔ "اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا روشن کرنے والا ہے۔" اور اس بزرگ ہستی کے شاگرد رشید حضرت علی مرتضیٰؑ نے ایک دعا میں خالق کائنات کو مخاطب کر کے عرض کیا ہے "اے وہ کہ کوئی نہیں جانتا کہ تو کیا ہے۔ کیسا ہے۔ کہاں ہے۔ کب سے ہے اور کیوں کر ہے۔ پس صرف اتنا جانتے ہیں کہ وہ وہی ہے۔" قرآن مجید کی آیت جو میں نے ابھی پیش کی اور حضرت علیؑ کے اس بیان سے خداوند عالم کا وجود۔ اور اس کے وجود کی تصدیق اور تائید آپ کے ڈاکٹر ہرمین اور ڈاکٹر الفر کے بیان سے اور حضرت علی مرتضیٰؑ کے بیان کی تائید بھی ان ہی ڈاکٹروں کے بیان سے ہو گئی اب آپ کو وجود باری تعالیٰ کے ماننے میں کیا تامل ہے۔ وہ صاحبزادے نہایت سنجیدہ اور متین تھے میرے بیان سے بے حد خوش ہوئے اور اپنے والد بزرگوار سے کہنے لگے۔ حیدری صاحب نے میرا اطمینان کر دیا۔ نذر کے بعد مجلس میں گئے۔ اس دن کی مجلس بے حد شاندار اور ہر طرح کامیاب رہی۔ میں بے حد خستہ ہو گیا تھا منبر سے اترنے میں دقت تھی بریگیڈیر صاحب منبر کے قریب ہی تھے اٹھ کر مجھے سہارا دے کر اتارا اور دیر تک میرے ہاتھ پیر دباتے رہے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور ان کے بچوں کو دین کا پابند بنائے اور خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ پشاور سے واپسی پر سیدھا وطنی اسٹیشن پر اترا۔

سید امام علی شاہ صاحب کو تار دیدیا تھا۔ موصوف میرے عزیز دوست سید الطاف حسین شاہ صاحب کلکٹر حیدر آباد سندھ کے ماموں تھے اور موصوف ہی کی تحریک پر میں نے یہاں جانے کا ارادہ کیا تھا۔ کئی آدمی اسٹیشن پر لینے آئے تھے ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ شاہ صاحب اپنے گاؤں میں رہتے ہیں لیکن مجالس وغیرہ کے موقع پر یہاں آجاتے ہیں۔ دوسرے دن صبح کو تشریف لائے فوراً مجلس کا اعلان کیا گیا۔ مختلف الخیال حضرات شریک مجلس ہوئے اور مطمئن رہے۔ فوراً دوسرے دن کی مجلس کا اعلان کردیا گیا۔ اس مجلس میں پہلی مجلس سے زیادہ لوگ جمع ہوئے۔ بے حد کامیاب مجلس رہی۔ ختم مجلس کے بعد فوراً اسٹیشن آیا۔ مجھے ۱۵-۱۷ محرم کو شفیقی سید سجاد حسین شاہ صاحب رئیس نواب شاہ کے یہاں مجالس میں بیان کرنا تھا یہاں شیعہ حضرات کی مجلس میں عام طور پر اہل سنت شریک نہیں ہوتے ہیں لیکن شاہ صاحب کا ذاتی اثر اور پھر تقریر کسی طرح دل آزار نہ تھی اس وجہ سے جس قدر جگہ تھی سب بھر جاتی تھی بلکہ سڑک پر وہ لوگ کھڑے ہو کر سنا کرتے تھے جو مجلس میں آتے ہوئے شرماتے تھے یہاں بعض فسادی لوگوں نے عین اس وقت جبکہ ہماری مجلس ہوا کرتی تھی ایک دوسری مجلس وعظ کی بنا کی۔ مائکرو فون کے ذریعہ سے تقریر کا نشر ہو رہا تھا لیکن سامعین وہاں کے بجائے ہمارے یہاں سڑک پر کھڑے ہو کر سنتے رہے الا مجالس کو ریکارڈ کر لیا۔ کراچی روانہ ہو گیا۔ آیا نہ نہ محترم مرزا احمد صاحب شیرازی کی

سفارش پر میجر جنرل عبداللطیف خاں صاحب کی ۳ لڑکیوں کو کئی ماہ تک قرآن مجید پڑھایا۔ اور صرف آنے جانے کا کرایہ جنرل صاحب سے لیا۔ جنرل صاحب اور اُن کی بیگم صاحبہ اخلاق کا مجسمہ ہیں میرے ساتھ بے حد اظہار محبت فرمایا۔ میرے داماد مسٹر آفاق حیدر سلمہ کو ایک دن ملاقات کے واسطے اپنا موٹر بھیجکر بلایا۔ اور حد درجہ کی محبت کا برتاؤ کیا۔ موصوف کراچی سے ولایت گئے اور واپسی پر راولپنڈی تبدیل ہوگئے اب پنشن پاتے ہیں۔ حال میں ایک مرتبہ ملاقات ہوئی تھی بے حد خلوص و محبت سے ملے۔ موصوف نواب صاحب بھوپال کے حقیقی بھائی ہیں۔ سنہ ۵۱ء میں مختلف مقامات پر تبلیغی سلسلہ میں گیا۔ اس سال عشرہ محرم میں مطرح (مسقط) بلایا گیا۔ حاجی باقر عبداللطیف جو اس شہر کے سب سے بڑے تاجر ہیں وہ بانی مجلس تھے۔ مسقط خلیج فارس کا ایک مشہور بندرگاہ ہے حاجی باقر صاحب اعلی اللہ مقامہ اس جگہ کے بادشاہ کہلاتے تھے۔ بے حد خوش خلق متواضع اور سادہ زندگی بسر کرنے والے انسان تھے۔ مدرسۃ الواعظین سے ایک سال مولوی سید عدیل اختر صاحب مرحوم اور دو تین سال مولوی شیخ فیاض حسین صاحب انصاری، مبارکپوری جا چکے تھے مولوی فیاض حسین صاحب کو بہت اچھے لفظوں میں یاد کیا جاتا تھا اور مولوی سید عدیل اختر صاحب کے تقدس اور علم کا ہر شخص مداح تھا لیکن موصوف کی مجالس زیادہ مقبول نہیں ہوئیں اگرچہ

وہ جناب نہایت صحت اور احتیاط کے ساتھ ہر شے بیان کرتے تھے۔ حاجی علی عبداللطیف برادر خورد حاجی باقر صاحب مرحوم جہاز پر لینے آئے تھے ان حضرات کا اثر شہر مسقط میں بہت زیادہ تھا۔ اطراف مطرح میں صدہا کھجور کے باغات کے یہ حضرات مالک ہیں اور ان کے یہاں کی ایک مخصوص کھجور کی فصل کی کل پیداوار امریکہ جاتی ہے۔ واقعی بے مثل کھجور ہے۔ میں نے عراق میں بھی ایسی کھجور نہ دیکھی۔ قد میں چھوٹی۔ پوست نازک۔ اور بے حد شیریں۔ مسقط میں آنے اور جانے والے جس قدر بھی جہاز ہیں ان میں سے کوئی جہاز ایسا نہیں ہوتا تھا کہ جس پر ان کا سامان نہ جاتا ہو یا جن میں ان کے واسطے سامان نہ آتا ہو۔ دس دس ہزار بوری شکر چاول گیہوں وغیرہ کی ہر جہاز سے اترتی ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں بکس کھجور کے ہر طرف کو لادے جاتے۔ مطرح میں ایک قلعہ ہے۔ جس میں خوجہ اثنا عشری جماعت کے حضرات رہتے ہیں۔ دیوار قلعہ میں آمد و رفت کے لئے دو دروازہ ہیں۔ کوئی غیر شخص بغیر اجازت اندر نہیں آسکتا۔ یہ قلعہ سمندر کے کنارے ہے اور اس کے اندر حاجی باقر صاحب اور حاجی علی صاحب کے بڑے بڑے شاندار مکان ہیں۔ شاہ مسقط ان کے یہاں جب کبھی دعوت میں بلائے جاتے ہیں تو وہ مع اپنے کئی سو مصاحبین وغیرہ کے ان مکانات میں سے ایک میں کھانا کھاتے ہیں۔ اور بیک وقت سارا مجمع دو بڑے ہالوں میں کھانا کھاتا ہے۔ جن میں بہترین فرنیچر اور سامان آرائش موجود ہے۔ مجالس

ہیں کوئی غیر شیعہ شریک نہیں ہوتا لیکن اس کے باوجود کوئی ایک لفظ بھی حضرات علما ایسا نہیں کہتے جو کسی غیر شیعہ کو گراں ہو۔ ایک مسجد نہایت شاندار ہے جس میں تمام ضروری سامان موجود ہے نماز پابندی کے ساتھ تمام لوگ پڑھتے ہیں حضرت اخوی محترم علامہ فہامہ سید حسین موسوی مجتہد العصر پانچوں وقت نماز باجماعت پڑھاتے ہیں۔ وقت کی پابندی جیسی میں نے اس جگہ دیکھی دوسرے مقام پر نظر نہیں آئی۔ ناشتہ۔ کھانا۔ نماز۔ مجلس وغیرہ سب میں وقت کی پابندی ملحوظ رہتی ہے۔ عام طور پر عربی زبان بولی جاتی ہے۔ لیکن اب بہت سے حضرات اردو زبان سے بھی مانوس ہو چکے ہیں اور ایک واعظ عراق سے عربی میں تقریر کے لئے بلایا جاتا ہے ایک ہندوستان سے یا اب پاکستان سے۔ میرے قیام کے زمانہ میں عراق (نجف اشرف سے) آقائے سید حسین صاحب ایک واعظ تشریف لائے تھے۔ میرے ساتھ بے حد مانوس ہو گئے تھے۔ اور مجھے چار بار کرہر وقت بلایا کرتے تھے۔ حضرت علامہ موسوی نے مجھے اپنا بھائی بنایا تھا اور صیغہ اخوت جاری کیا تھا اپنی مصروفیات کے باوجود بہت زیادہ وقت میرے ساتھ صرف کرتے تھے۔ محرم اور صفر اور ماہ ربیع الاول تک مجالس کا سلسلہ رہتا ہے۔ دن رات میں دو مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ ایک ہی نجفی صاحب عربی میں بیان کرتے تھے جو گرمی کی شدت برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے عبا قبا عمامہ سب اتار کر منبر پر بیٹھتے۔ اور

ایک باغ میں مسلسل پھوار رہتا تھا۔ یہاں بجلی کی روشنی تو ہے لیکن امام باڑہ میں
بجلی کا فٹنگ ناممکن ہے کیوں کہ سارا ہال جھاڑ فانوس وغیرہ اور سامان
آرائش سے مزین ہے اور کسی جگہ بھی بجلی کا بندوبست نہیں ہو سکتا۔ دیوار
کو کھودنا نہیں چاہتے ممکن ہے اب کوئی بندوبست ہو گیا ہو۔ مستورات
اس ہال کے باہر زمین پر بیٹھتی ہیں۔ ۷، ۸، ۹ تاریخ کو چھوٹے بچوں کو گود
میں لایا جاتا ہے اور علم کے سایہ سے عالم دین نکالا کرتے ہیں اور وہ لوگ
ان کو کچھ چاندی کے سکے نذر کرتے ہیں جو غالباً سولہویں صدی عیسوی میں رائج
تھے۔ مسقط میں ہندوستانی سکہ پوری قیمت پر چلتا ہے اور پاکستانی سکہ
کی قیمت کم ہے۔ میری مجالس کے متعلق حاجی باقر صاحب مرحوم نے فرمایا تھا۔
''مولانا فیاض کو آپ نے بھلا دیا'' میرے واپس آنے پر وہ رضامند نہ تھے
لیکن سال آئندہ کا وعدہ لے کر یہ کہہ کر مجھے رخصت کیا کہ آپ کو اپنے بچوں کے
پاس جانا ہے اس لئے نہیں روکتا ورنہ ہرگز جانے نہ دیتا۔ ایک دن مجھے حاجی
صاحب مرحوم اپنے ہمراہ موٹر پر سمندر کے کنارے لے گئے تھے راہ میں اُن کے
باغات تھے واپسی میں وہاں چائے پی۔ حاجی علی عبداللطیف بھی ... ایک دن
مجھے علامہ موسوی اور علامہ نجفی کو غالہ لے کر گئے۔ یہاں گرم پانی کی ایک دھار
مسلسل پہاڑ کی تہہ میں سے نکلتی ہے اور ایسا گرم پانی ہوتا ہے کہ چائے دم
کر لی جائے۔ مجھے حوض میں جو کنارے پر بنا ہوا تھا اترنے کی ہمت نہ ہوتی تھی

لیکن جناب موسوی صاحب نے زبردستی اتار دیا۔ اور فرمایا کہ آپ کے حوض میں داخل ہوتے ہی پانی کی گرمی تکلیف نہ دے گی واقعی ایسا ہی ہوا۔ ایک دن غالہ کے قریب ایک مچھلی پانی سے نکل کر ریت میں آگئی۔ ۳۰ گز لانبی تھی اطراف کے لوگ دوڑ پڑے اور کلہاڑیوں سے کاٹ کر منوں گوشت اس کا لے گئے اس کے بعد پانی کی لہر آئی اور اس کو بہا کر لے گئی۔ پھر دوبارہ جب موجوں نے اس کو باہر لا کر ڈالا تو وہ مر چکی تھی۔ اور ایسی بدبو تھی کہ میلوں تک پہنچتی تھی۔ ہم لوگ ناشتہ کر کے مطرح سے چلے تھے۔ غالہ مطرح سے ۳۰ میل ہے وہاں پہونچ کر پہلے غسل کیا نماز پڑھی۔ کھانا کھایا پھر مجلس ہوئی اور چار بجے کر واپس ہوتے۔ میری رائے میں اس گرم پانی کے غسل کے سلسلہ میں کئی سو روپیہ صرف ہو گیا ہوگا۔ مجالس میں شب کے وقت پہلے عربی میں کسی مقتل کی کتاب سے نصف گھنٹے تک دو تین آدمی بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے پھر داعظ منبر پر جاتا تھا۔ میری مجالس عام طور پر پسند کی گئیں اور علامہ موسوی نے ایک تحریر دی جس سے مجالس کے اثر کا اندازہ ہو سکے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین

الحمد للہ الذی جعل تبلیغ المبلغین وسیلۃ لارشاد العوام وتذکار المن کان قلبہ منوراً بنور العلم والکمال۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من ارسلہ مبلغاً رھادیاً الی طریق الصواب۔ و

علی آلہ الطاہرین الذین نہجوا طریقہ و سلکوا سبیلہ فی الدہور والأعوام ۔ و علی اصحابہ التابعین لہ فی الأقوال والأفعال ۔

امّا بعد ۔ بسیار مسرور و خورسند میباشیم کہ در این ایام موفق ۔ گردیدیم بزیارت علم الاعلام و ثقۃ الاسلام جناب مولانا مولوی لفار علی حیدری دامت افاضاتہ ۔ و ایشان مدت دو ماہ ۔ در شہر مطرح مشغول بہ تبلیغ و ارشاد عوام الی طریق الصواب بودند ۔ و از حسن توفیق آنکہ در این مدت محبت و انس تام بین حقیر و ایشان واقع گردید بہ سبب ملاقات و مذاکراتیکہ بین حقیر و ایشان روی داد ۔ و ایشان را یافتم کہ در جمع بعض صفات اضداد متفردی اند مولائی متقیان امیر مومنان علیہ الصلوٰۃ والسلام خشن اند در مقام تدین و لین اند در مقام تبلیغ و ارشاد و فہماندن مطالب حقہ بہ عوام بزرگ اند در مقام تبلیغ و صغیر النفس اند ۔ در مقام معاشرت و حسن اخلاق و کافی است از برائے قدرت ایشان بر تبلیغ آنکہ بیان ادلہ می نمایند جز از کتب سماویہ و بزبان ہای مختلفہ مثل اردو و انگریزی و فارسی و عربی می توانند تبلیغ بنمایند الحق ۔ ایشان قابلند کہ در مجامع بزرگ و ممالک راقیہ تبلیغ بفرمایند و ما ساکنان مطرح کمال ممنونیت و ... خورسندی را از ایشان داریم خداوند ایشان را پائیدہ بدارد و گمراہان از طریق حق و کذلک محتاجان از طائفہ حقہ شیعہ را بہ برکت انفاس و

مواعظ ایشاں بہ مقام ہدایت و بر سبیل نجات برساند۔ آمین آمین ۔

۱۶ ربیع ۱۳۱۱ --- سید حسین بن اسد اللہ الموسوی (مہر شریف)

حاجی علی کے فرزند مسٹر حسن چند ہفتہ کے واسطے کراچی آئے تھے اور مجھ سے اگلے سال ماہ محرم میں آنے کا وعدہ لے گئے تھے لیکن حاجی باقر مرحوم کی وفات کی وجہ سے کچھ انتظام بدل گیا اور کراچی سے مولانا محمد تقی صاحب قبلہ مجتہد تشریف لے گئے۔

صفحہ ۳۹۲ سے متعلق :- ماہ ربیع الاول میں رامپور میں پنڈت سندر لال ایڈوکیٹ الہ آباد کے مشہور کانگریسی لیڈر آئے ہوئے تھے۔ سرکاری مہمان تھے۔ پنڈت جی کو تقریر کا بے حد شوق تھا اور نافہم مسلمانوں کو بیوقوف بنانے میں کمال تھا۔ آپ نے جلسہ ہائے میلاد میں شرکت کی اور چونکہ نواب صاحب کے مہمان تھے اس لئے ہر شخص اُن کی آواز کے پیچھے دوڑتا تھا۔ قاری محمد اسمعیل صاحب نے ایک بہت بڑے پیمانہ پر جلسہ میلاد کی بنا کی تھی۔ ریاست کا سب سے بڑا شامیانہ جس کے نیچے ہزار دس آدمی بیٹھ سکتے ہیں نصب کیا گیا تھا اور بہت سے ڈیرے اور خیمے نصب کئے تھے۔ مجمع دس بارہ ہزار سے کم نہ تھا۔ مولوی حسین احمد صاحب مدنی اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی مع متعدد دیگر حضرات کے مدعو تھے اور ڈائس ان حضرات سے بھرا ہوا تھا۔ پنڈت جی نے نہایت بے باکی کے ساتھ اسلام اور بانیٔ

اسلام کی توہین کی اور ڈائس پر بیٹھے ہوئے حضرات کی یہ کیفیت تھی "کانہم علیٰ رؤسہم الطیر" پنڈت جی نے کہا۔ بھائی مسلمینو! تمہاری عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ تیرہ سو برس کی لونڈیا اور ستر کرور برس کے بڈھے سے اسکی ٹکر کراتے ہو اور بہت سے نامناسب الفاظ کہے جن کے بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف دو ایک درج کرکے وہ جواب جو پنڈت جی کو دیا گیا ہے لکھوں گا۔ میں بھی ڈائس پر تھا۔ قاری صاحب میرے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے "مولانا خدا کے واسطے مدد کیجئے اس ظالم نے تو کوئی دقیقہ اسلام کی توہین کا اٹھا نہیں رکھا" میں نے کہا جناب وہ سرکار کا مہمان ہے۔ کل اگر نواب صاحب بہادر نے مجھ سے جواب طلب کیا کہ آپ نے ہمارے مہمان کی کیوں توہین کی تو میں کیا جواب دوں گا۔ آپ مجھے لکھ کر دیجئے کہ کن باتوں کا جواب چاہتے ہیں۔ انہوں نے پہلا سوال تو وہی لکھا جو اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ دوسرا یہ تھا کہ تمہارے رسول صفا مروا پہاڑی کے گرد طواف کیا کرتے اور اس پر ایک بہت بڑا بت بنا ہوا تھا۔ تیسرا سوال تعدد ازواج رسول پاکؐ کے متعلق تھا اور نہایت بیہودہ اعتراضات تھے۔ اسی قسم کے اور بہت سے سوالات تھے لیکن یہ تین زیادہ اہم تھے۔ پرچہ لکھ کر قاری صاحب نے مجھے دیا۔ اور میں اب تقریر کے لئے کھڑا ہوا۔ ڈائس کے قریب شہر کے تمام دولتمند ہندو پنڈت جی کا بیان سننے کو آئے تھے۔

یہ سے مختصر خطبہ پڑھ کر ۔ اس آیت سے ابتدا کی ’’ قل ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین ۔ لا شریک لہ وبذالک امرت وانا اول المسلمین ‘‘ (الانعام ۔ ۱۶۲) جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے ۔ اے رسول آپ ان لوگوں سے فرمادیں کہ میری نماز اور میرا روزہ یا میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب اللہ کے واسطے ہے جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے ۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اسی کا اس نے حکم دیا ہے اور میں سب سے پہلا مُسلم ہوں ۔

اب میں نے پنڈت جی سے کہا جناب میں آپ کی تقریر سنکر بہت خوش ہوا کہ آپ ایسی عمدہ تقریر مذہب اسلام کے متعلق کرسکتے ہیں ۔ یہ تیرہ سو برس کی لونڈیا سے آپ نے مذہب اسلام مراد لیا ہے ۔ اور ستر کرور برس کے بڈھے سے مراد ویدک دہرم ہے ۔ ہندو بھائی بہت خوش ہوئے ہوں گے ۔ کہ ایک مسلم مقرر ہمارے ویدک دہرم کو ستر کرور برس کا پرانا بیان کر رہا ہے اب میں نے کہا آپ کا عقیدہ ہے کہ رگ وید ۔ یجر وید ۔ سام وید ۔ اتھر وید ایشور سرب شکتیمان دیالو پرماتمانے اگنی ۔ وایو ۔ ادت ۔ انگرا ۔ چار رشیوں کو پرماتمانے بذریعہ الہام دئے ۔ یہ بھی آپ کا عقیدہ ہے کہ ان چاروں رشیوں کو پرماتمانے ان کے اگلے جنم کے کرم کے پھل کی بنا پر دوسرے جنم میں بذریعہ الہام عطا فرمائے ۔ اب ہندو بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ آواگون کا مسئلہ

بھی بیان ہو گیا۔ رشیوں کو وید مقدس کا ملہم بھی تسلیم کر لیا گیا۔ بہت ممکن ہے بعض کمزور دل سے مسلمان گھبرا گئے ہوں۔ اب میں نے کہا پنڈت جی وید مقدس کے الہام کے بعد رشیوں اور ان کے ماننے والوں کا ویدک دھرم ہو گیا جسے آپ ستر کروڑ برس کا پرانا بتا رہے ہیں۔ یہ مدت تخمینی ہے۔ ممکن ہے اس سے بھی زیادہ ثابت ہو۔ مہربانی فرما کے بتا دیجئے کہ جب وید مقدس کا الہام ان رشیوں کو نہیں ہوا تھا تب ان کا کیا مذہب تھا۔ اب پنڈت جی تو کیا ان کے سارے ہوا خواہ اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے تھے۔ میں نے کہا آپ پریشان نہ ہوں میں آپ کی پریشانی کو دور کئے دیتا ہوں۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ پرماتما کی اچھا کے مطابق ان رشیوں نے پچھلے جنم میں عمل کیا۔ تب دوسرے جنم میں وید مقدس کا الہام ملا۔ اب اگر آپ میں ہمت ہو تو کہہ دیجئے کہ یہ رشی پرماتما کے حکم پر چلنے والے نہ تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر نافرمان کو وید کا الہام نہ ملتا۔ لہذا اب کہیے کہ یہ سب اپنے مالک کی مرضی پر چلنے والے تھے۔ اور اسی کو اسلام کہتے ہیں۔ اب مہربانی فرما کے بتا دیجئے کہ ان میں سے پہلا کون سا تھا اور دوسرا کون سا تھا۔ یہ بھی آپ کے بس کی بات نہیں ہے۔ کیوں کہ آواگون کا عقیدہ ایسا کہنے سے آپ کو روکتا ہے۔ تو پھر آپ کو کیا حق ہے کہ جب عالم انسانیت میں صرف ایک بزرگ ہستی یہ دعویٰ کرتی ہے کہ میں سب سے

بھائی مسلم ہیں تو آپ اس کے دعوے کو قبول نہ کریں جبکہ آپ کے پاس کوئی اول الہام
ہونے کا مدعی نہیں ہے۔ پنڈت جی کو سکتہ سا ہو گیا اور مسلمانوں نے
نعرۂ تکبیر اور درود شریف پڑھنا شروع کیا۔

پھر میں نے کہا جناب آپ عربی نہیں جانتے ہیں۔ صفا مروا ایک پہاڑی کا
نام نہیں ہے بلکہ ایک پہاڑی کا نام ہے صفا اور دوسری کا مروا۔ اور قرآن
کریم میں ارشاد ہے "ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ" الفاظ صفا اور
مروہ کے درمیان ایک "واو" ہے جو عطف کا یعنی گنجائش کا کام دیتا ہے
اور ان پہاڑیوں کو ایک کو دوسرے کا غیر ثابت کر رہا ہے دونوں کے درمیان
کئی فرلانگ کا فاصلہ ہے یہ آپ نے کس سے سنا تھا کہ ایک پہاڑی پر بت
رکھا تھا اور ہمارے رسول برحق اس کا طواف کیا کرتے تھے۔ آپ پڑھے
لکھے آدمی ہیں ایسی بچوں کی سی بات کرنا آپ کی شان کے خلاف ہے۔
اور پھر ایسے مجمع میں جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو اور اکثر عربی زبان سے اچھی
طرح واقف ہوں۔

امہات المومنین کے علاوہ آپ کو بڑا تعجب ہوا یا غصہ آیا۔ آپ نے
ڈاکٹر راجندر لال مترا ایم اے ایل ایل ڈی کلکتہ کی کتاب "اینشنٹ انڈو
ایرینس" بھی پڑھی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے آپ کو دیو راٹ کی نسل سے
بتاتے ہیں۔ جو راجہ ہرشچندر جی کا فرزند تھا۔ اور راجہ ہرشچندر کے سوریا بنس

مسٹر محسن حاجی علی عبداللطیف سلمہ اللہ تعالیٰ (مطرح مسقط)

۴۳ (ص - ۳۴۹)

گروپ جلوس و اجتماع یوم عاشورہ سنہ ۱۹۵۴ء ایبٹ آباد
امام مرکزی مولانا شاہ علی حیدری سکریٹری انجمن ایم علی محمد
و ... شاہ محمد یعقوب جعفری سید نیاز علی شاہ و
دیگر اراکین انجمن کے ہمراہ ہیں

امر ۱۳۷۴

تھیں۔ اور یہ بزرگ آپ کے عقیدے کے بموجب راج رشی تھے یعنی رشی بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔ ہندو دھرم کے ماننے والے کو ہرگز یہ حق نہیں ہے کہ ہمارے رسول برحقؐ کی ازواج کے متعلق اعتراض کر سکے۔ پنڈت جی تو سو گئے اور مسلمانوں نے نعرے لگانا شروع کر دئے۔

فروری ۴۹ء میں ڈاکٹر عبدالحق عیسائی مبلغ رام پور میں آئے۔ اس جلسہ میں جو ۱۳ رجب کے سلسلہ میں ہوا تھا میں بھی مدعو تھا۔ بے شمار لوگ جمع ہوئے تھے میں نے انجیل مقدس سے حضور سرور عالمؐ کا حضرت عیسیٰؑ سے افضل ہونا ثابت کیا اور ڈاکٹر صاحب کوئی رد نہ کر سکے۔ پھر اسی مہینہ میں رامپور سے علی گڑھ گیا۔ وہاں اسلامی ہفتہ منایا گیا تھا۔ میری تقریر ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب وائس چانسلر کی صدارت میں ہوئی جو بے حد پسند کی گئی لیکن رنج کی صحبت میں بی ایس سی اور ایم ایس سی کے طلباء کے جو شکوک رفع کئے اس کو ڈاکٹر صاحب نے بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ ایک شب مجھے اپنا مہمان بھی کیا اور بے حد محبت اور خلوص کا اظہار کیا۔ پھر میں رامپور واپس آیا۔

۱۳ جنوری ۵۲ء کے اخبار زمیندار میں اصول کافی کی سرخی سے ایک مضمون مسٹر رحمٰن کے قلم کا لکھا ہوا شائع ہوا۔ اصول کافی پہلی سرخی تھی۔ پھر دوسری سطر میں یہ لکھا تھا "مذہب امامیہ کی مایہ ناز کتاب" اس کے بعد لکھا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ رحمۃ اللہ نے اسلام کے ۷۳ فرقوں کی کیفیت میں اصل دس لکھی ہیں جن میں سے ایک رافضہ ہے۔ اس کے ۱۴ فرقے ہیں ایک ان میں سے الامامیہ ہے۔ پھر جو چاہا الامامیہ کا عقیدہ لکھ کر اس فرقہ کو فی النار کرنے کی ناکام کوشش کی۔ میں نے ۱۵ کو یہ جبراو کاڑہ میں پڑھی اسی دن منبر پر اس کی رد کی۔ حاضرین نے خواہش کی کہ میں جواب لکھ دوں۔ کراچی پہونچ کر میں نے جواب لکھا اور میرے عزیز دوست آغا مرزا احمد شیرازی سلمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طباعت کے مصارف برداشت کیے لیکن افسوس ہے کہ طباعت حسب دلخواہ نہ ہوئی۔ مگر نفس مطلب اس درجہ اہم تھا کہ جس نے دیکھا تعریف کی۔ اہل سنت حضرات نے بھی کوئی آواز اس کے خلاف بلند نہ کی۔ میں نے دو کاپیاں ایک پیغام کے ساتھ شفیقی مولوی اختر علی خاں صاحب مرحوم کے پاس بھیج کر درخواست کی کہ ایک کاپی رحمٰن صاحب کو بھجوا دیں اور دوسری کاپی اخبار کے دفتر میں لغرض ریویو بھیجدیں۔ کچھ عرصے کے بعد میرا دوست مولوی صاحب موصوف کی خدمت میں پہونچا۔ انہوں نے ایڈیٹر صاحب سے دریافت کیا انہوں نے کہا۔ رحمٰن صاحب کو کاپی بھیجدی گئی۔ اور ریویو اس لئے نہ لکھا کہ بلاوجہ بحث مباحثہ کا سلسلہ جاری ہوگا۔ رحمٰن صاحب اس کتاب کا جواب نہیں دے سکتے۔ اب اس وقت کوئی نسخہ کتاب کا میرے پاس نہیں ہے ارادہ

عالی جناب سید محمد رضی صاحب جعفری پھپھوندوی
بانی و صدر استقبالیہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس
۱۹۰۶ء سی پی (ص - ۳۸۲)

۲۸۱

مسٹر ممتاز حیدر بی اے ایل ایل بی
سیکشن آفیسر
آڈیٹر جنرل آفس کراچی آپ
نے ہماری کتاب ھذا میں بہت مدد
کی ہے انگریزی تحریروں کا ترجمہ آپ نے
[illegible] (ص - [illegible])

[illegible]

ہے کہ اگر حیات مستعار باقی رہی اور حالات سازگار ہوئے تو دوسری بار
چھاپوں گا۔ اوکاڑہ میں مسٹر حامد رضا جعفری (اسسٹنٹ منیجر ستلج کاٹن ملز)
کے پاس قیام کیا۔ مسٹر گجانند ڈالمیا منیجنگ ڈائرکٹر ستلج کاٹن ملز
نے ایک عصرانہ میرے واسطے ترتیب دیا اور میری تقریر اپنی ملز کے سبزہ زار
میں کرائی جس میں ہندو مسلم اور انگریز شریک تھے۔ تقریر بے حد پسند کی
گئی۔ دسمبر ۱۹۵۲ء میں میری لڑکی کا عقد مسٹر آفاق حیدر ایم اے ڈی پی اے
کے ساتھ ہوا۔ وکیل منکوحہ عماد العلما مولانا سید محمد رضی صاحب قبلہ تھے اور
دولہا کی طرف سے حضرت آقائے شریعت تھے۔ مختصر سی دعوت ولیمہ بھی کی گئی
حضرات علما اور میرے مخصوص احباب دولہا کے ساتھ دونوں کے ہمراہ شریک دعوت ہوئے
عشرہ محرم کے واسطے ماہ ستمبر میں ایبٹ آباد بلایا گیا۔ وہاں بذریعہ تار
اطلاع ملی کہ میری لڑکی کے بیٹا پیدا ہوا ہے۔ جو یوم ولادت سے اب تک
میرے پاس ہے۔ اس کا نام آغا اسلم حیدر ہے۔ ایبٹ آباد کی مجالس
نہایت کامیاب ہوئیں۔ سید کرم حسین شاہ صاحب سکریٹری تھے انہیں کے پاس
میں نے قیام کیا تھا۔ شفیقی محمد یعقوب صاحب مالک جعفریہ فریم ورکس مستری علی
محمد صاحب اور دیگر حضرات نے بے حد محبت کا اظہار کیا۔ عشرہ کے بعد ۳ دن
کے واسطے پشاور گیا۔ سید کرم حسین شاہ صاحب کے ایک عزیز کا مہمان رہا۔
یہاں بھی دو دن میں دو تقریریں ہوئیں ہمارے قیام گاہ سے قریب شہباز

ضرورت نہیں ہوتی۔ پشاور سے ۲ دن کے واسطے رہ گیا۔ یہاں گن فیکٹری میں دو تقریریں ہوئیں۔ پھر مکان آیا۔

دسمبر ۱۹۵۲ء میں مدراس میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے اجلاس ہوئے جن کی صدارت مسٹر سری پرکاش گورنر مدراس نے کی موصوف نے بیان کیا "مجھے مسرت ہے کہ شیعیان ہند نے مسلم لیگ کا پاکستان بنانے میں ساتھ نہیں دیا۔" یہ خبر اخبار ڈان مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی تھی۔

۲۸ جنوری ۱۹۵۳ء کو میں نے ایک چٹھی اخبار ڈان کو بغرض طبع بھیجی اور ایک نقل اس کی گورنر صاحب مدراس کو بھیجی جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

کھلی چٹھی بنام مسٹر سری پرکاش گورنر صاحب مدراس۔

از محمد لقا علی حیدری مسلم مشنری ۱۰۵۳ پیر الٰہی بخش کالونی کراچی مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۵۳ء

جناب والا۔ آپ کا بیان متعلق فرقہ شیعہ بہ سلسلہ قیام پاکستان روزنامہ ڈان مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۵۳ء جس کی سرخی تھی "شیعیان ہندوستان نے مسلم لیگ میں قیام پاکستان کے سلسلہ میں نمایاں حصہ نہیں لیا۔" میں نے پڑھا۔ مجھے پڑھ کر صدمہ ہوا۔ میری سمجھ میں نہ آیا کہ آل انڈیا شیعہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے پلیٹ فارم سے ایسا غلط بیان آپ نے بغیر تحقیق کے ... افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ آپ کا یہ فعل

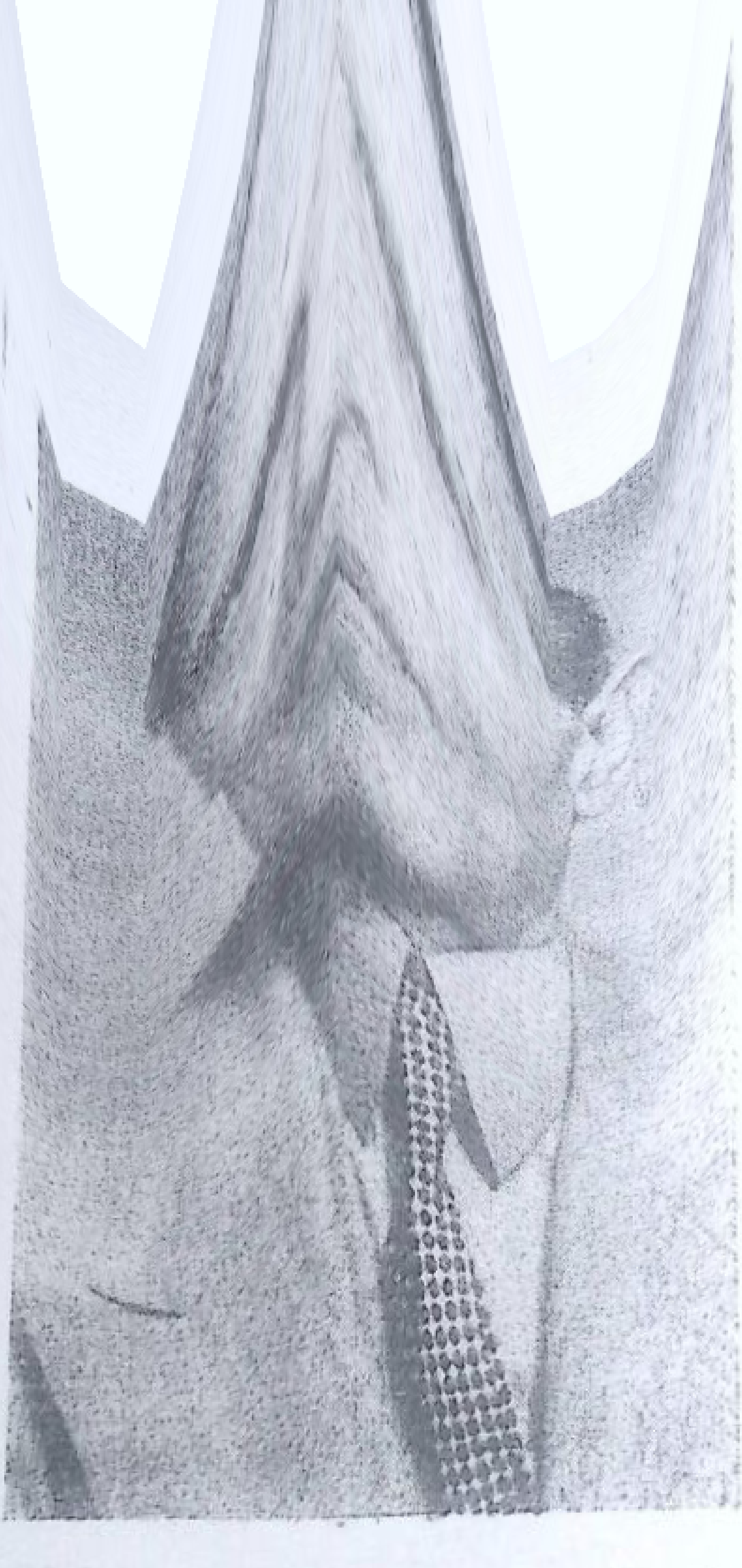

حضرت قائد اعظم ایم - اے - جناح رحمۃ اللہ علیہ
بانی پاکستان و رکن رکین خوجہ اثنا عشری
جماعت بمبئی (ص - ۴۳۳)

[illegible] السياسية [illegible]
علي [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

فخر الحاج سیٹھ داؤد حبیب مرحوم و مغفور
برادر جناب سیٹھ محمد علی حبیب
مرحوم اعلی اللہ مقامہ

۹۷ (ص - ۴۳۳)

ملک التجار عالی جناب سیٹھ حاجی داؤد ناصر
دام عزہ و علاوہ صدر جماعت خوجہ اثنا عشریہ
بمبئی (ص - ۳۳۳)

دانشمندانہ نہ تھا۔ آپ اُس صوبہ کے حاکم اعلیٰ ہیں جس میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس کا اٹھائیسواں اجلاس ہوا تھا۔

(۱) جناب والا کو ہمارے محبوب قائداعظمؒ کے متعلق کچھ علم ہے یا نہیں کہ بانی پاکستان نہ امریکہ کے رہنے والے تھے اور نہ یورپ کے بلکہ برصغیر ہند کے رہنے والے تھے اور شیعہ اثنا عشری تھے وہ خوجہ اثنا عشری جماعت بمبئی کے ایک فرد فرید تھے۔

(۲) سیٹھ محمد علی حبیب کے نام سے تو آپ ضرور واقف ہوں گے یہ حبیب بنک کے مالک ہیں جس کی شاخ آپ کے مدراس میں بھی ضرور تھی اور دنیا کے مختلف حصوں میں آج موجود ہے۔ یہ جناب مع اپنے برادر بزرگ جناب سیٹھ احمد حبیب اور اپنے چھوٹے بھائی سیٹھ داؤد حبیب اور دوسرے تمام اعزاء و اقارب کے ساتھ مسلم لیگ کے زبردست حامی تھے اور پاکستان بننے کے بعد کراچی آ گئے۔ یہ شیعہ اثنا عشری ہیں اور قائداعظمؒ کے ساتھ قیام پاکستان کے لئے کوشاں تھے اور ہر قسم کی قربانی پیش کی ہے۔

(۳) آپ نے سیٹھ حاجی داؤد حاجی ناصر کا نام ضرور سنا ہوگا۔ یہ بھی بمبئی کے نامی تاجر اور مع اپنے اعزا اور اقارب کے مسلم لیگ کے معاون اور قائداعظمؒ کے زبردست معاون رہے ہیں۔ یہ بھی شیعہ اثنا عشری ہیں۔ اور خوجہ جماعت بمبئی کے جنرل سیکریٹری تھے۔

(۴) آپ نے راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب دام اقبالہ والی ریاست
محمود آباد کا نام ضرور سنا ہوگا۔ موصوف تقسیم ہند سے قبل آل انڈیا شیعہ
کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ کان پور و لکھنؤ کے صدر رہے ہیں
یہ حضرت قائد اعظم کے دست و بازو تھے اور لاکھوں روپیہ مسلم لیگ کو کامیاب
بنانے میں صرف کیا ہے۔ یہ بھی شیعہ اثنا عشری ہیں۔

(۵) کیا آپ نے ہز ایکسیلنسی مرزا ابوالحسن اصفہانی کا نام سنا ہے
یہ جناب راجہ صاحب آف محمود آباد کے ساتھ قیام پاکستان میں برابر کے
شریک رہے اور لاکھوں روپیہ مسلم لیگ کو کامیاب بنانے میں صرف کیا۔
اور قیام پاکستان میں قائد اعظم کے نام کے ساتھ جناب راجہ صاحب آف
محمود آباد اور مرزا ابوالحسن صاحب اصفہانی کا نام اگر نہ لیا جائے تو ظلم
ہوگا۔ (۶) آغا مرزا احمد اصفہانی دام عزہ و علاہ کا نام تو آپ نے ضرور
سنا ہوگا۔ یہ کلکتہ کی نامور فرم "اصفہانیان" کے مالک اور رکن اعظم
ہیں۔ یہ مسلم لیگ کے زبردست ہمدرد اور شیعہ اثنا عشری ہیں۔

(۷) راجہ غضنفر علی خاں صاحب بہادر بالقابہ کا نام آپ نے سنا ہے
موصوف پنجاب کے مایۂ ناز فرزند شیعہ اثنا عشری ہیں اور بالفعل پاکستانی
سفیر ترکی کے عہدہ پر فائز ہیں۔

(۸) آپ [illegible] گورنر سندھ کی حیثیت سے یقیناً آغا [illegible]

خلیلی دام عزہ و علاء کے نام نامی سے واقف ہوں گے موصوف مدراس کے
سب سے بڑے شیعہ تاجر آقای محمد خلیل شیرازی کے فرزند ہیں اور علمی قابلیت
کے اعتبار پر غیر منقسم ہندوستان میں اپنی آپ نظیر تھے یہ مسلم لیگ کے زبردست
حامی اور شیعہ اثنا عشری ہیں۔

(۹) سی پی کے سید محمد رضی صاحب جعفری کا نام فراموش کئے جانے
کے قابل نہیں ہے موصوف [illegible] کے رؤسا میں سے ہیں اور دموہ ضلع ساگر
میں اپنے ذاتی اثر و اقتدار کی بنا پر ۱۹۳۴ء میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس
کے سالانہ اجلاس کو مدعو کیا۔ ممکن ہے مدراس میں آل انڈیا شیعہ کانفرنس
کے اجلاس میں آپ کی صدارت کی وجہ سے کچھ مجمع ہو گیا ہو لیکن دموہ میں
فخر قوم سید کلب عباس صاحب، شیخ القوم شیخ ممتاز حسین صاحب جونپوری،
تاج القوم مولانا خواجہ مختار احمد صاحب سہارنپوری اور صدر کانفرنس
لسان القوم مولانا صفی صاحب لکھنؤ کے نامی شاعر تھے۔ اس کانفرنس
میں منجملہ شرکاء کے سید علی متقی صاحب جعفری بھی تھے جو اول درجہ کے مسلم
لیگی ہیں اور آج پاکستان میں موجود ہیں۔ خواجہ مختار احمد صاحب مرحوم
مع اپنے بھائیوں اور عزیزوں کے پاکستان آ گئے تھے اور مسلم لیگی تھے اور
ان کے بھائی مولانا خواجہ ظفر حسن صاحب مد ظلہ آج کراچی میں موجود ہیں۔

(۱۰) [illegible] نواب سالار جنگ بہادر آف حیدرآباد زبردست

مولوی علی احمد صاحب جعفری سلمہ اللہ تعالیٰ کو یہاں نے لکھا کہ ان کے
مکان کے قریب جلسہ ہو رہا ہے اور مجھے یاد نہیں کیا گیا۔ موصوف کو میرے
ساتھ بے حد محبت اور عقیدت تھی۔ فوراً مجھے خط بھیجا کہ میں نے اپنی
ذمہ داری پر آپ کو دعوت نامہ بھجوایا ہے اور امید ہے کہ آپ کا بیان
ویسا ہی ثابت ہوگا جیسا کہ میں نے یہاں کے حضرات سے کہا ہے
جلسہ میں بین الاقوامی حیثیت رکھتا تھا۔ ہندو، سکھ، عیسائی، پارسی اور مختلف
خیالات کے مسلم مقررین کو دعوت دی گئی تھی۔ جناب سید العلماء مولانا سید علی
نقی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی اس جلسہ کے روح رواں تھے۔ وہ اور
ڈاکٹر مجتبیٰ حسین صاحب کامونپوری مدظلہ۔ اور مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ
دام ظلہ بھی تشریف لائے تھے۔ جب میں گاڑی سے پہنچا ہوں اسی سے عالیجناب
راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بہادر دام اقبالہٗ راجہ صاحب آف محمود آباد
بھی اترے۔ موصوف کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر ہزاروں اشخاص موجود
تھے۔ مولانا سید ابن حسن صاحب بارچوی دام عزہٗ بھی ہمراہ تھے۔ ہم لوگ
ایک شاندار ہوٹل میں ٹھہرائے گئے۔ میرے قریب مسٹر گوپی ناتھ امن وزیر
مواصلات ہند ٹھہرائے گئے تھے موصوف کو میرے ساتھ بے حد دلچسپی پیدا
ہو گئی تھی۔ اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک سلام اور چند رباعیاں مجھے مرحمت
فرمائیں۔ میری تقریر سے بے حد خوش ہوئے۔ سرکار راجہ صاحب بہادر اس

جلسے کے صدر تھے جس میں میں نے بشمول دیگر حضرات کے تقریر کی تھی میرے واسطے وقت آدھا گھنٹہ تھا۔ میں نے صرف ۲۸ منٹ تقریر کی لیکن سرکار راجہ صاحب نے دل بڑھانے والے الفاظ میں داد دی اور مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ نے فرمایا کہ اس بین الاقوامی جلسے کے واسطے ایسی ہی تقریر کی ضرورت تھی۔

میں نے جناب جوش ملیح آبادی کی زاد مجدہ کی اور اس رباعی کو جو ڈائس کی پشت پر سرخ کپڑے پر کاغذ کے حروف کاٹ کر لگائی گئی تھی پڑھا۔

کیا صرف مسلمان کے پیارے ہیں حسینؑ ‏ ‏ ‏ چرخِ نوعِ بشر کے تارے ہیں حسینؑ
انسان کو بیدار تو ہو لینے دو ‏ ‏ ‏ ہر قوم پکارے گی ہمارے ہیں حسینؑ

درحقیقت یہ رباعی سارے ہندو پاکستان میں بے حد مقبول ہوئی۔

اس رباعی کے بعد میں نے کہا حضرات میں نے اسی ردیف قافیہ کے ساتھ چار مصرعے کہے ہیں۔ اگرچہ میں شاعر نہیں ہوں اور نہ اس قدر استعداد رکھتا ہوں کہ شعر موزوں کر سکوں لیکن دلی جذبہ کے تحت عرض کیا ہے۔

اللہ کے محبوب کے پیارے ہیں حسینؑ ‏ ‏ ‏ اور فاطمہؑ کے راج دلارے ہیں حسینؑ
دنیا نے ابھی خواب سے کروٹ لی ہے ‏ ‏ ‏ ہر قوم پکار اٹھی ہمارے ہیں حسینؑ

انہی چار مصرعوں کو میں نے موضوع تقریر قرار دیا اور وقت کی عدم گنجائش کی وجہ سے صرف چند منٹ تقریر کی۔ پہلے میں نے "یادگار" منانے جانے کے متعلق مغرب کے شاعر "لانگ فیلو" کو پیش کیا جس نے کہا ہے کہ

مشاہیر کی زندگیاں ہماری مشعل راہ ہیں اور ان کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کو بامعنی بنا سکتے ہیں اور جب ہم اس عالم سے کوچ کر جائیں گے تو آنے والی نسلوں کے لئے ہمارے نشانات قدم رہنما کا کام دیں گے۔ پھر میں نے دیوان بہادر ہر بلاس سارڈا کو پیش کیا جنہوں نے کہا ہے۔ ہیرو ازم سے معیار زندگی بلند ہوتا ہے۔ مشاہیر مرد اور عورتوں کے کارنامے ہمیشہ باقی رہتے ہیں۔ حضرت امام حسینؑ ان تمام مشاہیر کی صف اول میں اول نمبر ہیں جو اسلام نے پیش کئے ہیں۔ اسلام کے معنی بتا کر میں نے کہا کہ دیوان بہادر کو خیال ہوا کہ شاید اسلام ۱۴ سو سال کا مذہب ہے یہ کائنات کے ہر ذرہ کا مذہب ہے اور مذاہب عالم کے تمام مشاہیر کی فہرست میں حضرت امام عالیمقام گل سرسبد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ میں نے حضرت مسیح ابن مریمؑ کا بیان سینٹ جان کی انجیل کے باب ۱۵ آیت ۱۳ سے پیش کیا جس میں اُن جناب نے فرمایا ہے "اس سے زیادہ محبت کوئی انسان نہیں کر سکتا کہ ایک انسان اپنے دوست کے واسطے اپنی جان قربان کر دے" پھر میں نے مرقس کی انجیل کے باب ۱۴ کی آیت ۳۵ و ۳۶ پڑھی اور ثابت کیا کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے جانے کو آمادہ نہ تھے اس کے بعد اسی انجیل کے باب ۱۵ آیت ۳۴ پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ باب ۱۴ کی آیتوں میں جس بزرگ کے گڑ گڑا کر دعا کرنے کا ذکر ہے کہ موت کا ناخوشگوار پیالہ اس سے دور رکھا

جائے وہ حضرت علیؑ ہی تھے جنہوں نے اس آیۃ میں فرمایا ہے "میرے خدا مجھے کیوں بھول گیا"۔ اب میں نے حضرت امام حسینؑ کا صبر و استقامت میدان کربلا میں بیان کیا۔ اور اپنے بیان کی تائید میں پہلے ڈاکٹر پروفیسر ایچ ڈبلیو مورنیو ایک جرمنی فلسفی کو پیش کیا جنہوں نے فرمایا ہے۔ "حضرت سقراط کو جب زہر ہلاہل کا جام پیش کیا گیا تو پینے سے قبل انہوں نے اپنے شاگردوں کو نصیحت کی کہ جو کام کرو عقل کی روشنی میں کرو۔ حضرت مسیحؑ نے بحیثیت ایک انسان کے اس دنیا میں ہم کو تعلیم دی کہ اللہ تعالےٰ کی حکومت ہمارے اندر ہے اور وہ صرف پاکیزگی اور محبت کا مجموعہ ہے۔ حضرت محمدؐ نے اسلام کی تعلیم دی یعنی اللہ تعالےٰ کے حکم کے آگے سر جھکانا۔ حضرت حسینؑ دنا نا کی اسی تعلیم کو عملی جامہ پہناتے ہوئے سچائی کے اصول پر ثابت قدم رہے۔ اور زندگی کے آخری لمحات تک ان کے قدم میں لغزش پیدا نہیں ہوئی۔ ایسی روحیں کبھی فنا نہیں ہوتیں۔ اور حضرت حسینؑ آج بھی انسانیت کے رہنماؤں کی فہرست میں ایک بلند مقام کے مالک ہیں۔ مسلمانوں کے لئے وہ روحانی پیشوا کی حیثیت رکھتے ہیں اور دیگر مذاہب عالم کے لئے وہ ایک کامل نمونۂ عمل ہیں۔ کیونکہ ان کا کردار اور ان کی توجہ خالق کائنات کی طرف بالکل بے خوف تھی اور جو ان کا نصب العین تھا اس کے حصول کے لئے وہ سچائی کے ساتھ آخر وقت تک کوشاں رہے۔"

اس کے بعد میں نے ہندوستان کی مجلس قانون ساز کے رکن رکن مسٹر
سی ایس رنگا آئر کو پیش کیا اور اس بیان کے وقت اُن صاحب کو خاص طور
پر متوجہ کیا۔ موصوف نے فرمایا ہے "حضرت امام حسین ایک روحانی پیغمبر تھے۔
کربلا کے تپتے ہوئے ریگ زار میں انہوں نے پر فریب۔ بے وفا۔ یزیدی دنیا کو
ٹھوکر مار دی۔ وہ چاہتے تھے کہ اس دنیا میں ایک مکان ایسا تعمیر کریں جس
میں انسانی روحیں امن اور چین حاصل کریں لیکن دشمنوں نے ان کو موقع نہ
دیا۔ اس لئے انہوں نے اپنا ابدی گھر انسانیت کے سدا بہار قوت حافظہ
میں بنا لیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ کربلا ایک متبرک مقام ہو گیا۔ اور حضرت امام
حسین ایک متبرک خیال بن گئے۔" اس بیان کی تائید میں میں نے گاندھی جی کو
پیش کیا جنہوں نے یکم اگست سنہ ۳۲ء کو یرودا جیل سے ایک پیغام نشر کیا تھا جہاں
وہ ۲ سال کے واسطے نظر بند کیے گئے تھے۔ یہ پیغام اسی تاریخ ینگ انڈیا میں
شائع ہوا اور اس سے بمبئی کرانیکل نے نقل کر کے شائع کیا۔ اس بیان کی
سرخی تھی "خدا تعالیٰ اور حق و صداقت"۔ اس بیان کا ایک جملہ یہ ہے "حق و
صداقت کی پرستش چاہتی ہے کہ حق کا پرستار سچائی کے قربان گاہ پر اپنا
تن۔ من۔ دھن سب کچھ قربان کر دے۔ ہرشچندر۔ رامچندر۔ پرہلاد اور امام
حسن و امام حسین کی مثالیں پیش نظر رکھو۔ ان پر عمل کیا جائے اور تمام عالم
کے مرد عورت اور بچے سچائی کے سبق کو جو ان حضرات نے سکھایا ہے یاد کریں۔

اور سوچیں اور سمجھیں۔ مجھے تو اس میں ایک روحانی لذت حاصل ہوتی ہے۔"
گاندھی جی نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو تمام عالم انسانیت کے لئے نمونہ
بنایا۔ ڈاکٹر موریںیو۔ دیوان بہادر سارداتے امام حسینؑ کو عالم انسانیت
کے لئے نمونہ اور سب سے بڑی شخصیت تسلیم کیا۔ مسٹر آئیمر نے ان جناب کو
روحانی پیغمبر تسلیم کیا۔ اب خاتمہ کلام پر ایک شہادت اور پیش کر کے بیان
ختم کرتا ہوں۔ پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ تاریخ کے صدر مسٹر مزمدار فرماتے
ہیں۔ "وہ اپنے لاثانی ایثار نفس و قربانی کی بنا پر حضرت امام حسینؑ دنیا کے ان
چند مشہور ہستیوں میں سے ایک ہیں جنہوں نے انسانیت کو پستی سے بلند مقام
پر پہنچانے میں بے پناہ کوشش کی ہے۔ حضرت امام حسینؑ کی زندگی اور موت
دونوں اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کے لئے ایک مزید ثبوت پیش کرتے
ہیں۔ کیوں کہ جن حالات اور صورتوں میں امام عالیمقام نے زندگی بسر کی اور
جس شاندار طریقہ سے انہوں نے موت کو اختیار کیا وہ اس قابل ہے کہ دنیا
کے بسنے والے تمام انسان مرد و عورت بچے اور بوڑھے اس سے سبق حاصل
کریں۔" اب میں نے اپنے چار مصرعے پھر پڑھے اور کہا "ہر قوم پکار اٹھی ہمارے
ہیں حسینؑ" مجمع نے بے حد اچھا اثر لیا۔ اور اگرچہ میں نے مصائب قطعی بیان
نہیں کئے تھے اور نہ وقت تھا لیکن ہر طرف سے صدائے گریہ بلند تھی اخبارات
کے نمائندے حضرات موجود تھے ان سب نے بالاتفاق کہا کہ اس جلسے کے

واسطے اس بیان کی ضرورت تھی۔ ڈائس پر جو حضرات تھے ان میں سے اکثر نے اظہار پسندیدگی کیا۔ امن صاحب نے بے حد داد دی۔ میرے قدیم کرم فرما مولانا باقر علی خاں صاحب نجفی بھی ڈائس پر موجود تھے۔ میں ان کو پہچان نہ سکا تھا انہوں نے بے حد پسندیدگی کا اظہار کیا۔ لپٹ گئے اور بہت سی دعائیں دیں۔
لیکن میری حیرت کی حد نہ رہی جب میں نے کسی قومی اخبار میں دیکھا لیکن ان کے ایڈیٹر صاحبان نے مبارکباد بھی دی تھی نہ اپنے لاہور جانے اور جلسہ میں شریک ہونے کا ذکر پایا۔ اور نہ یہ دیکھا کہ میں نے بھی کوئی تقریر کی۔ اور اس سے زیادہ افسوس مجھے اس بات پر ہوا کہ جب میں نے عزیزم مولوی علی احمد صاحب جعفری سے پوچھا کہ آپ نے میری تقریر کیسی پائی تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس وقت کسی دوسرے کام میں مصروف تھا لیکن میں نے سنا کہ مولوی نثار علی صاحب نے وہی اپنا پرانا بیان کا رلائل ... وغیرہ پیش کر دیا۔
مجھے اس راوی کی ذہنیت پر بے حد افسوس ہوا کہ اسکو اتنا بھی شعور نہیں تھا کہ میری ساری تقریر میں کہیں کا رلائل .... کا نام تک نہیں آیا۔ اور اس نے جعفری صاحب سے جو سمجھا وہ کہ دیا۔ ایڈیٹر صاحب معراج نے خاص طور پر اس تقریر پر مجھے مبارکباد دی تھی اور اپنے ماموں سید امیر حیدر صاحب کو خط لکھا تھا کہ مولوی نثار علی صاحب حیدری کی تقریر سب سے اچھی رہی لیکن جب میں نے اخبار معراج کو پڑھا تو اس میں بھی نہ میرا جانا

درج تھا۔ تقریر کا تذکرہ جب میں نے سید امیر حیدر رضا صاحب سے دریافت کیا تو فرمانے لگے کہ مجھے تو میرے بھانجے نے جو معراج کے ایڈیٹر ہیں لکھا تھا کہ آپ کی تقریر سب سے بہتر رہی۔ لیکن اخبار میں میں نے شیعہ۔ رضا کا تبصرہ کو دیکھ کر رپورٹ درج کر دی تھی۔ دوسرے پرچے میں انہوں نے معذرت کے ساتھ ساری کیفیت درج کی۔ میری تقریر کا ۳/۴ حصہ انگریزی میں تھا اور وہ صرف اس وجہ سے کہ مجھ سے قبل ایک انگریز بیرسٹر صاحب نے انگریزی میں تقریر کی تھی۔ عشرہ اربعین کے واسطے نواب شاہ گیا اور اس سال بھی نہایت کامیاب تقریریں ہوئیں۔ ہماری مکان مجلس سے متصل ایک صاحب رہتے تھے وہ ڈر کے مارے مجلس میں نہ آتے تھے لیکن اس درجہ متاثر ہوئے کہ ڈاکٹر نور الحسن صاحب کے ذریعہ اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور ان کے بعض شکوک کا ازالہ میرے بیانات سے ہو گیا۔

۱۹۵۵ء میں عشرہ محرم کے واسطے پھر ایبٹ آباد بلایا گیا۔ مجالس سال گزشتہ سے زیادہ کامیاب رہیں۔ حاضرین کی تعداد میں نمایاں اضافہ ہوا۔ سید کرم حسین شاہ صاحب سے بعض حضرات کو اختلاف ہے۔ حالانکہ میری رائے میں وہ نہایت سنجیدہ اور صلح پسند انسان ہیں۔ اس سال میرے کھانے کا بندوبست محمد یعقوب صاحب نے اپنے یہاں کیا تھا کیونکہ ان کے بچے دونوں وقت کھانا لایا کرتے تھے۔ یہ بچے نہایت سعید اور خاموش طبیعت

تھے۔ ابھی ذاکر النظم میں میری یاد رہا ہے کہ پیدائشی تعلیم پا کر اپنی دنیا اور دین درست رکھیں۔ شب ہم آغا سید احمد شاہ صاحب صدر انجمن میرے پاس اپنے داماد کو لائے جو سر سید اللہ کے فرزند تھے اور اہل سنت میں سے تھے موصوف کو رونے اور ماتم سے اختلاف تھا۔ میرے بیان سے ان کا اطمینان ہو گیا۔ اور دوسرے دن وہ ماتم داروں کے ساتھ سر و پا برہنہ ماتم کرتے ہوئے جلوس کے ہمراہ تھے۔ آغا صاحب کا خط قابل ملاحظہ ہے جس کی نقل درج کی جاتی ہے

9-9-54 محترم جناب ایل اے حیدری صاحب

سلام علیکم۔ اہلیان ایبٹ آباد کی خوش قسمتی تھی کہ حسینؑ کے طفیل آپ جیسی بزرگ ہستی سے روشناس کیا۔ آپ کے تبلیغی ارشادات آپ کا فارسی۔ انگریزی۔ عربی، اردو اور زبان پر عبور اور علم قرآن صحت بیان پہلے کبھی سننے میں نہ آئی تھی۔ گزشتہ رات آپ نے جس جادو بیانی سے میرے اس سے دل میں علم نصیب کیا وہ ایک معجزہ کہا جا سکتا ہے۔ بارک اللہ ہم آپ کی درازیٔ عمر کے لئے دعا کرتے ہیں۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے

دعا گو۔ سید آغا احمد شاہ

سرپرست انجمن اصغریہ ایبٹ آباد۔ ضلع ہزارہ

ایبٹ آباد میں درس قرآن مجید کے سلسلے میں اس سال مجھے بھی موقع ملا۔ [illegible] تفسیر بیان کی۔ تمام علماء [illegible] شہر

نے پنڈی اور ہندوستان سے بھی میرے بعض اہل سنت احباب نے مبارکباد کے خطوط لکھے۔ لیکن دوبارہ کئی سال تک مجھے موقع نہ دیا گیا۔ اسی سال سینٹرل گورنمنٹ کالج ناردکن میں شیعہ لیکچرار دینیات کی جگہ خالی تھی۔ میں نے بھی درخواست دیدی۔ بہت سے امیدوار تھے لیکن مجھ کو منتخب کیا گیا۔ ڈاکٹر اختر حسین صاحب ڈپٹی سکریٹری تعلیمات نے فون پر محترمی جناب سید ابوطالب صاحب نقوی دام عزہ وعلاہ سے جو اس وقت چیف کمشنر کراچی تھے میرے متعلق زبردست الفاظ میں سفارش فرمائی۔ اور مشفقی ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب رضوی ایڈیشنل سرجن و میڈیکل آفیسر جیل نے ڈاکٹر اشتیاق حسین صاحب قریشی وزیر تعلیمات سے سفارش کی اور مجھے عمر سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔

ماہ ربیع الاول میں ڈائرکٹر جنرل پوسٹ اینڈ ٹیلیگراف کی طرف سے ایک جلسہ میلاد ہوا۔ جس میں کراچی کے تمام نامور شیعہ و سنی مقررین مدعو تھے وزیر مواصلات مسٹر کیانی صدر جلسہ تھے۔ مشفقی میر محمد حسین صاحب دام عزہ وعلاہ ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل کے سپرد جلسہ کا اہتمام و نگرانی تھی موصوف نے مجھ سے فرمایا کہ کیانی صاحب تھوڑی دیر میں تشریف لائیں گے ان کو آپ کے بیان سننے کا اشتیاق ہے۔ اس لئے ابھی آپ کو پیش نہیں کیا جائے گا۔ چند مقررین کے بعد جن میں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بھی تھے کیانی صاحب تشریف لائے اور مجھ سے فرمائش کی گئی کہ میں تقریر کروں۔ میں نے ایک

گھنٹے سے زیادہ بیان کیا اور سارا مجمع فرط مسرت سے درود کے نعرے لگاتا رہا تھا۔ کیانی صاحب نے میری تقریر کے بعد بے حد شاندار الفاظ میں میری تعریف کی اور مجھ سے مل کر چلے گئے۔ ابھی کئی مقرر باقی تھے لیکن مجمع اٹھنے لگا۔ اس جلسہ کے بعد آرام باغ میں بوہرے حضرات کی طرف سے جلسہ ہوا جس میں میری تقریر بے حد کامیاب رہی۔ دسمبر میں یونیورسٹی کے کنووکیشن کے جلسہ میں بلایا گیا۔

۵۵ء۔ کالج کی مصروفیت کے باعث عشرہ محرم میں باہر نہ جا سکا البتہ پہلی محرم کو سنٹرل گورنمنٹ کالج فار ویمن میں کالج کی تمام طالبات اور اساتذہ کے جلسہ میں فلسفہ شہادت پر انگریزی میں تقریر کی۔ غالباً اس کالج میں یہ پہلی تقریر تھی۔ ممبران اسٹاف نے بالخصوص اور طالبات نے بالعموم بے حد پسند کیا۔ اس سال بھی اربعین کے زمانہ میں نوابشاہ گیا۔ ربیع الاول کے مہینے میں مختلف مقامات پر عید میلاد النبیؐ کے سلسلہ میں تقریریں کیں۔ بوہرہ حضرات کے جلسہ میں ہز ایکسیلنسی ابراہیم رحمت اللہ کی صدارت میں تقریر کی اور چونکہ موصوف اُردو کم جانتے تھے اس لئے تقریر انگریزی میں کرنا پڑی جس کا ترجمہ ساتھ ساتھ اُردو میں بھی کرتا رہا۔ صدر جلسہ نے میری تقریر کے بعد بے حد دل بڑھانے والے الفاظ میں میری تعریف کی۔ یونیورسٹی کے امتحانات میں میری طالبات شعبہ د

سنی نے نمایاں کامیابی حاصل کی۔

۱۳۵۵ھ۔ اس سال کالج کی مصروفیت کی وجہ سے کہیں نہ جاسکا البتہ مثل سال گزشتہ عشرہ اربعین میں نواب شاہ گیا اور خداوند عالم کے فضل و کرم سے تقریریں بے حد کامیاب رہیں۔ اصول دین تقریریں کی گئیں اور دلائل عقلیہ سے اصول کو ثابت کیا۔ لغاری صاحب سشن جج اور دیگر اعلےٰ حکام روزانہ شرکت کرتے رہے اور سب بے حد محظوظ رہے۔ اسی سال ذی الحجہ کے مہینے میں نواب شاہ میں میرے مخدوم شاہ صاحب کے فرزند اور ایک صاحبزادی کا عقد تھا دونوں موقعوں پر میں ہی نکاح خوان تھا۔ مختصر صحبت فضائل کے بعد صیغہ عقد جاری کیا گیا۔ دوسرے دن شاہ صاحب نے ولیمہ کی دعوت کی جس میں شہر کے تمام حکام اور دیگر حضرات مدعو تھے۔ عشرہ محرم میں اس سال بھی کسی جگہ نہ جاسکا البتہ عشرہ اربعین کے واسطے پھر نواب شاہ جانا ہوا۔ شہر کراچی میں بعض مخصوص مجالس میں تقریر کرنے کا موقع ملا۔ اس سال بھی کنووکیشن کے جلسے میں بلایا گیا۔ میجر جنرل اسکندر مرزا پریسیڈنٹ تھے۔ اس سال حضرت سیدنا ڈاکٹر طاہر سیف الدین مدظلہ العالی کی طرف سے بوہرہ جماعت کے شاندار جماعت خانہ میں ایک جلسہ میلاد کی بنا ہوئی۔ مجھے بھی دعوت نامہ آیا تھا۔ اپنے محترم بزرگ اور کرم فرما جناب خان صاحب آغا سلطان مرزا صاحب ایم اے ایل ایل بی ریٹائرڈ سشن جج

و مصنف البلاغ المبین و دیگر کتب معتبرہ کے ہمراہ گیا۔ جلسہ گاہ کو بے حد آراستہ کیا
گیا تھا اور نہایت خوشنما طریقہ پر روشنی کا انتظام تھا۔ سارا جلسہ گاہ بقعہ نور
بنا ہوا تھا۔ جناب صدر تشریف لائے۔ جلسے میں مختلف ملکوں کے سفرا۔ لندن
کے نائب پوپ۔ اور مختلف مذاہب کے علماء کے علاوہ بوہرہ حضرات تھے۔
اسسٹنٹ اسٹیٹ آفیسر جناب واقف صاحب کے والد بزرگوار بھی تشریف فرما تھے
حاجی داؤد حاجی ناصر بھی تھے۔ مولوی عبدالحامد صاحب بھی تشریف فرما تھے۔
مختصر نظمیں پڑھی جا رہی تھیں۔ میں نے اپنے عزیز دوست حاجی غلام علی صاحب
ایڈوکیٹ سے پوچھا کہ میرے واسطے تقریر کا وقت نہیں ہے وہ فوراً حضرت
سیدنا کی خدمت میں گئے اور آکر مجھ سے کہا کہ حضرت سیدنا نے مولوی عبدالحامد
صاحب سے وعدہ لے لیا ہے آپ اگر عربی میں تقریر کر سکیں تو مولوی عبدالحامد
صاحب کے بعد آپ بھی دس منٹ تقریر کر دیں۔ میں نے کہا بہت خوب۔
اب مولوی عبدالحامد صاحب کا نمبر آیا انہوں نے اپنے انداز خاص سے بیان فرمایا
کہ جلسہ بھی ظاہر ہے اور یہاں سیف دین کی چمک ہے۔ حاضرین میں دو انگریز
بھی تھے اب میرا نمبر آیا میں نے فلسفہ کا ایک مسئلہ پیش کیا جس سے کمال
شرف انسانیت ظاہر ہوتا ہے۔ اور حضور سرور عالمؐ کو تمام کائنات سے
اشرف ثابت کیا۔ اور بیان کیا کہ عالم اشرف الموجودات ہوتا ہے۔ اور حضور
کے علم کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ آپ تمام انسانوں کی ہدایت کے

ہز ہولی نس سردار ڈاکٹر ملا طاہر سیف الدین
دام ظلہ العالی صدر جماعت بوہرہ داؤدی
(ص - ۳۵۰)

الحاج خان صاحب مسٹر غلام علی. ایڈوکیٹ
سابق دیوان بہادر جھابوا اسٹیٹ سنٹرل انڈیا
(ص - ۴۵۰)

واسطے تشریف لائے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم آپ کے سپرد کی گئی خود خالق کائنات نے آپ کو تعلیم دی۔ قرآن مجید وہ کتاب مبارک ہے جس میں تمام کائنات کے لئے ہر رطب و یابس موجود ہے۔ کہنے والا کہ سکتا ہے کہ عالم اور سب سے بڑا عالم تو اس وقت ہم مانیں گے جب اپنا جیسا کوئی دوسرا عالم بنادیں۔ تو حضور انور نے فرمایا ہے "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے علم کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شیخ بو علی سینا سے جب کسی نے کہا۔ "یا شیخ انت انا علیؑ" تو شیخ نے جواب دیا "کفٰی فی فضلہ استغنائہٗ عن الکل و احتیاج الکل الیہ" اس جناب کی فضیلت بیان کرنے کے واسطے صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ کائنات میں علیؑ ہر شے سے مستغنی تھے اور ہر شے کو ان کی احتیاج تھی۔ چونکہ وہ انگریز بھی تھے اس لئے آخری جملہ انگریزی کا پیش کر کے بیان ختم کیا میں نے کہا رائٹ آنریبل سر امیر علی نے اپنی کتاب "اے شارٹ ہسٹری آف دی سیراسینس" میں لکھا ہے: "وہ اگر اول المسلمین ہونے کا شاندار لقب۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام کا رفیق ہجرت۔ وفادار ساتھی۔ اور ان جناب کا قریبی رشتہ دار ہونا۔ اگر کتاب خدا کا علم۔ قانون شریعت سے کامل واقفیت۔ دیانتداری پاکیزگی و طہارت۔ اور حق و صداقت کی محبت کسی شخص کو بدعی شرف بنا سکتے ہیں

تو تمام عالم کو چاہیئے کہ وہ علیؑ کو سب سے آگے رہنے والا اور مسلم تسلیم کریں۔ ہم اگر اُن صفات کو جو خداوند عالم نے اس جناب کو عطا فرمائی تھیں ان لوگوں میں جو ان سے پہلے گزرے سوائے ایک ذات کے یا ان کے بعد آنے والوں میں تلاش کرنے کی کوشش کریں تو ہماری کوشش رائگاں ثابت ہوگی "۔ اس تقریر کے بعد آغا سلطان مرزا صاحب۔ حاجی داؤد حاجی ناصر۔ واقف صاحب کے والد بزرگوار اور بعض دوسرے اصحاب نے مبارکباد دی اور کہا کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ آپ ایسے اچھے عنوان سے کم وقت میں ایسی تقریر عربی میں بھی کر سکتے ہیں۔

ملیر میں ایک جلسہ یادگار حسینی کی بنا ہوئی۔ جناب راجہ صاحب بہادر آف محمود آباد صدر تھے مجھے بھی بلایا گیا تھا۔ مخلوط مجمع تھا میں نے مسلمات شیعہ و سنی سے حضرت امام عالیمقامؑ کے فضائل و مناقب بیان کئے ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب موجود تھے بہت تعریف کی اور جناب صدر نے بھی بے حد پسند فرمایا۔

فروری ۵۶ء چہاردہ صد سالہ یادگار مرتضوی کے جلسے میں لکھنؤ بلایا گیا دوسرے حضرات واعظین کو بھی بلایا گیا تھا لیکن میرے سوا پاکستان سے کوئی نہ گیا۔ مولانا سید محمد ذکی صاحب مدظلہ متولی مدرسہ نے بے حد اصرار کے ساتھ دعوت شرکت دی اور علامہ مولوی سید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی زاد

شرفہ العالی نے لکھا "ابلِ نہ اکرم دام شرفکم سلام با کرام قبول فرمائی۔
جب ہم ہمیشہ دعاؤں میں مصروف ہیں تو انشاء اللہ آپ ہر طرح بخیر و عافیت
ہوں گے۔ آپ کے ادارہ میں سالانہ اجلاس ہے جس کی اطلاع اور دعوت
ارسال خدمت ہو چکی ہے۔ اب یاددہانی ہے۔ لہذا آئیں اور ضرور آئیں۔
جلسہ بغیر آپ کے کامیاب نہ ہو سکے گا۔ وہاں جاکر ہم لوگوں کو بھول گئے کیا
ہم کو یقین ہے کہ آپ ہمارے دعوت نامہ کو اپنے کرم نفس سے شرف قبول
عطا فرمائیں گے" احقر مخلص ابن حسن عفی عنہ
میں نے فوراً پاسپورٹ حاصل کرنے کی اور زرمبادلہ حاصل کرنے کی کوشش کی
روانہ ہوا۔ کالج سے ۱۵ دن کی رخصت لی تھی لیکن سفر ۱۲ دن میں ہی
ختم کردیا۔ کسٹم وغیرہ کی کوئی زحمت خدائے تعالےٰ کے فضل و کرم سے
نہ ہوئی اور امرتسر سے لکھنؤ تک کوئی زحمت راہ میں نہ ہوئی۔ ۱۲، ۱۳، ۱۴
رجب المرجب ۱۳۷۶ھ جلسوں کی تاریخیں تھیں میں ۱۲ رجب کو صبح کے
۹ بجے لکھنؤ پہونچ گیا۔ مولانا سید محمد ذکی صاحب دام ظلہ۔ مولانا سید ابن
حسن صاحب نونہروی دام ظلہ اور مولانا سید کلب صادق سلمہ اللہ تعالیٰ
مع متعدد حضرات کے اسٹیشن پر موجود تھے۔ میں نے وقت آمد سے تار دے
دیا تھا۔ ان سب حضرات نے میرے آنے پر بے حد اظہار مسرت کیا۔
مدرسۃ الواعظین کی شاندار عمارت میں جلسوں کی بنا تھی۔ نہایت سلیقہ سے

آرائش کی گئی تھی۔ کرسیوں پر نشست کا انتظام تھا۔ سہ پہر کے جلسے میں سفیر کبیر دولت علیہ ایران صدر تھے۔ عالیجناب دہابا جکمار آف محمود آباد نے ان کا تعارف بہت اچھے عنوان سے فرمایا۔ تقریباً ۴ صفحے پر خطبہ لکھا ہوا تھا جو موصوف نے پڑھا۔ میں نے مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مدظلہ سے خواہش کی کہ مجھے بھی چند منٹ دیے جائیں۔ تاکہ میں بھی اسی سلسلہ میں کچھ کہ سکوں وقت کی کمی کے خیال سے مجھے صرف ۵ منٹ دیے گئے۔ میں نے جو بیان اس مجمع میں دیا وہ حسب ذیل تھا۔

"حضرت اشرف! وحاضرین بزم سلام علیکم۔ بندہ یکے از متعلمین ہمیں ادارہ مقدسہ می باشم۔ در سنہ سی ودوم میلادی از جانب مدرسہ ایران رفتہ بودم۔ دولت ایران وحضرات علمائے اعلام چہ قدر پذیرائی نمودند۔ نمیتوانم اظہار تشکر کنم۔ وزیر دربار پہلوی یک خط بجناب متولی منتظم مدرسۃ الواعظین سرکار نجم العلماء طاب ثراہ فرستادہ بود عین عبارت او ایں است:-

"درایں موقعہ کہ جناب ثقۃ الاسلام آقائے مولانا لقا علی حیدری دام افضالہ بقصد آستان بوسی حضرت رضا علیہ السلام وزیارت بندگان اعلیحضرت قدر قدرت اقدس ہمایونی شاہنشاہ ایران اروا حنا فداہ وارد تہران شدہ۔ در منابر عدیدہ منافع اتحاد واتفاق مسلمین ومضرات

تشتت ونفاق آنان را چنانکہ شایستہ بود بیان کردند درحقیقت ترجمان
نسبت مقدس شاہانہ بودند. لازم است اولیاء موسسہ مدرستہ الواعظین
متوجہ باشند کہ خود موسسہ مزبود در تحت توجہات خاصہ ونظر مرحمت
مستقیم ذات اقدس ملوکانہ ادرا اضافہ دادہ است جیلے جائے افسوس
است کہ در موقع ورود جناب مولوی لقار علی موکب مبارک ہمایونی بہ
شرف حرکت بجانب خوارستان وجنوب بود وشہر فیالی جناب مولوی
را اجالے مناسب بدست نیفتاد. لیکن امید است عنصر ایشان بمنزلہ
افتتاح باب مراد دات است در آئندہ گزشتہ جبران گردد"

اس کے بعد میں نے کہا۔ "للہ الحمد بر ان چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید. آن خواب کہ در سنہ سی ودوم میلادی
دیدہ بودم الان تعبیران یافتم کہ حضرت اشرف در مدرستہ الواعظین تشریف
آوردہ اند امید قوی دارم کہ بہ برکت قدوم حضرت اشرف آرزوئے
دیرینہ ما انشاء اللہ تعالےٰ بہ انجام خواہد رسید۔" سفیر کبیر نے میرے اس
بیان پر بے حد اظہار پسندیدگی کیا۔ اور کئی مرتبہ بارک اللہ فرمایا۔ اس کے
بعد سے دو دن میں جس جس جگہ مہمانان مدرسہ کی دعوت ہوئی حضرت اشرف
نے اسقدر اظہار محبت فرمایا کہ بیان سے باہر ہے۔ جب تک میں نہ بیٹھ جاتا
خود تشریف نہ رکھتے اور ہر جلسے میں اپنے پہلو میں جگہ دی۔ مدرستہ الواعظین

کے تمام ارکان نے بے حد اظہار محبت فرمایا۔ ہر جلسہ میں کچھ نہ کچھ مجھ سے بیان کرنے کی فرمائش کی گئی۔ میرے سہ روزہ قیام میں ایک دن جناب قبلہ وکعبہ مولانا سید کلب حسین صاحب دام ظلہ العالی نے دوپہر کے کھانے پر مدعو کیا۔ اور مجھ ناچیز کے ساتھ خود جناب قبلہ وکعبہ اور آپ کے سعید فرزندوں نے جو محبت اور خلوص کا اظہار فرمایا ہے وہ عمر بھر نہ بھولوں گا۔ محترمی جناب مرزا عابد حسین صاحب دام مجدہ العالی لکھنؤ میں تشریف فرما نہ تھے۔ میں ان کے دولت خانہ پر حاضر ہوا۔ بیگم صاحبہ نے بکمال شفقت فرمایا کہ آپ کو یہاں قیام کرنا چاہیئے تھا۔ اب آپ کھانا یہاں کھائیں۔ میں نے اپنی مجبوری اور وقت کی تنگی کا عذر کیا۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ میرے ناشتہ کا بندوبست کردیں چنانچہ جو میرے ہمراہ کیا گیا وہ کراچی تک اچھی حالت میں پہونچا۔ اسٹیشن پر خدا حافظ کہنے کے لئے مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ۔ مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ نونہروی۔ مولانا سید کلب صادق صاحب اور سید صادق حسین صاحب طالب العلم سلطان المدارس وچند حضرات واعظین مدرسہ تشریف لائے۔ اور جب گاڑی حرکت میں آئی سب مولانا سید کلب صادق صاحب اس وقت گاڑی سے اترے ہیں۔ خداوند عالم سے دعا ہے کہ اس ثمر نورس باغ حضرت غفرانمآب اعلے اللہ مقامہ کو اپنی حفظ وامان میں رکھے اور یہ اپنے جد اعلےٰ کی طرح اشاعت دین ومذہب

حضرت جدی علام جناب مولوی رفیع احمد صاحب
عالی وکیل و رئیس بدایوں جن کے فرزند
مولوی ضیاء احمد صاحب ایم اے صدر شعبہ فارسی
مسلم یونیورسٹی علی گڈھ اور دوسرے فرزند
مولوی آفتاب احمد صاحب ایم اے ۔ ایل ایل بی
ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ و سشن جج یوپی ہیں

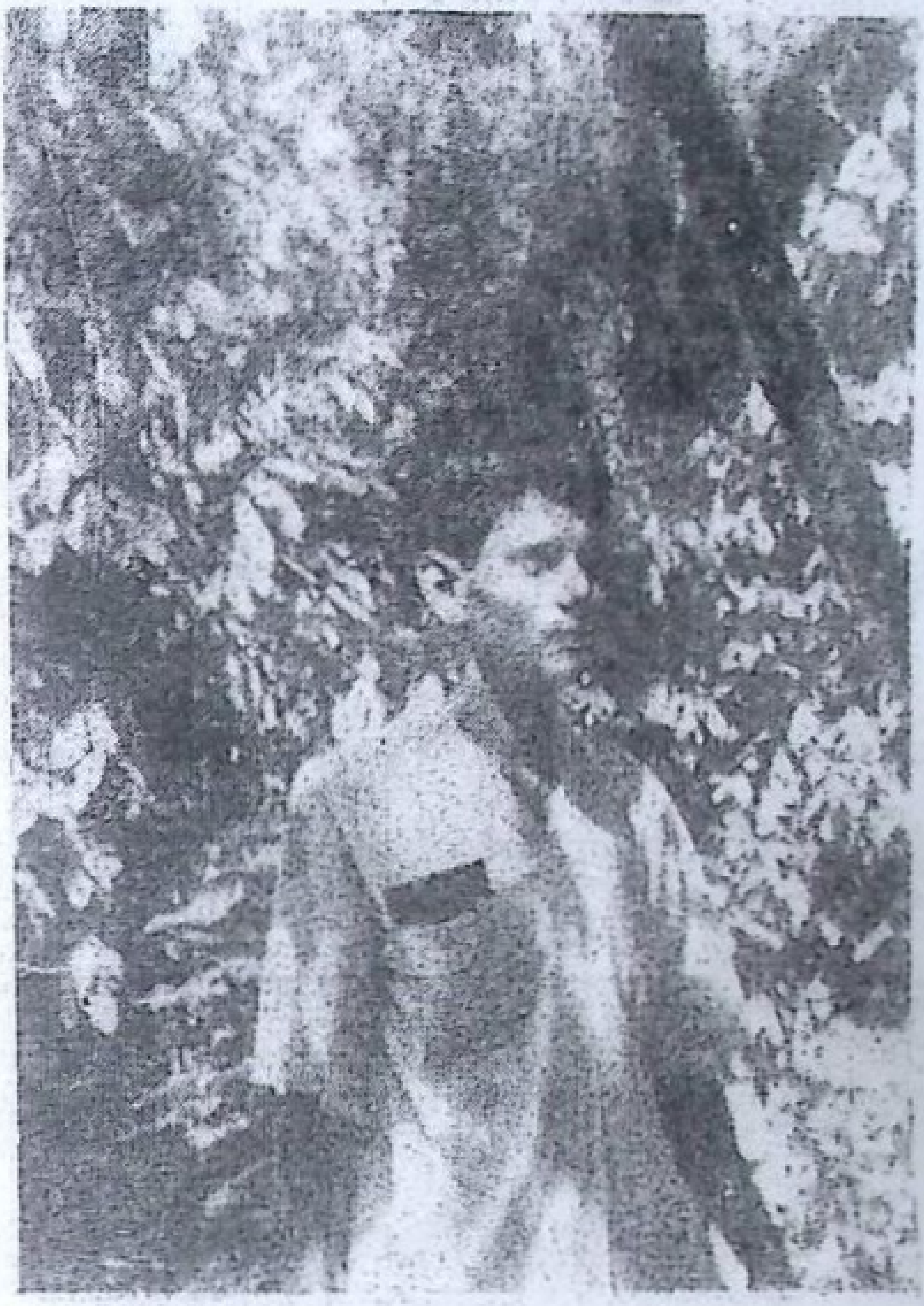

مسٹر اسد جبلر ایم اے (ماہر علم جغرافیہ) پروفیسر
نیشنل کالج گھانا مغربی افریقہ

(ص - ۳۶۴)

تیا وہ نام پیدا کریں اور ایسی خدمت انجام دیں جو یادگار رہو۔ لکھنؤ سے شمس آباد گیا۔ شفیقی سید قاسم عباس صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے پاس قیام کیا۔ نواب سید صفدر سلطان صاحب دام عزہ علاہ۔ نواب سید محمد عباس صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ نواب سید حیدر عباس صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ اور نواب سید فرخ حیدر صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ سے ملاقات ہوئی نواب سید صفدر سلطان صاحب دام عزہ وعلاہ نے ایک جرمنی گھڑی مجھے عطا فرمائی تھی (موصوف میرے خسر صاحب اعلےٰ اللہ مقامہ نواب میر اصغر حسین صاحب کے عزیز قریب ہیں) یہ گھڑی ایک گرہ کاٹ نے میری جیب سے کراچی کینٹ اسٹیشن اور ایمپریس مارکیٹ کے درمیان میں نکال لی۔ شمس آباد سے علی گڑھ آیا۔ یہاں عزیزی مولوی ضیاء احمد صاحب ایم اے صدر شعبہ فارسی کے پاس ٹھہرا۔ موصوف میرے چاہنے والے ماموں کے فرزند ہیں اور میرے ساتھ بے حد مانوس ہیں اللہ تعالےٰ ان کو خوش و خرم رکھے۔ یہاں ۲ دن قیام کیا۔ مولوی ظفر اقبال سلمہ ایم اے نے ایک وقت دعوت کی۔ یہ میرے بھانجے ہیں اور فلسفہ کے لیکچرار یونیورسٹی میں ہیں ڈاکٹر سید مجتبیٰ احسن صاحب کاموں پوری دام ظلہ نے ایک وقت چائے پر مدعو کیا۔ میں نے کچھ کتابیں لے جانا چاہیں تو موصوف نے مجھے اپنے کتاب خانہ میں لے جا کر فرمایا جس قدر کتابیں آپ چاہیں بلا تکلف لے جائیں۔ میں بغیر پرمٹ کے لا نہ سکتا تھا اس لئے مجبور رہا۔ علی گڑھ میں بدایوں کے بعض احباب سے

ملاقات ہوئی۔ عزیزی جعفر حسین سلمہ اللہ جو میرے بھتیجے ہیں برابر میرے پاس آتے رہے اور بہ اصرار ایک دن صبح کو ناشتہ پر مدعو کیا۔ علی گڑھ سے سہارنپور آیا یہاں میرے عزیز محترم خواجہ عاشق حسین صاحب نے میرے آنے پر فوراً مجلس کا اعلان کر دیا۔ یہاں بھی ۲ دن قیام کیا۔ دو تقریریں ہوئیں۔ پچھلا زمانہ مجھے یاد آگیا کہ جب میری تقریر سننے اس قدر مجمع ہوتا تھا کہ امام باڑہ سے دروازہ تک لوگ کھڑے رہا کرتے تھے۔ میرے عزیز بھانجے مسٹر نقی رضا یہاں ڈپٹی ڈائرکٹر محکمۂ زراعت تھے موصوف میرے آنے کی خبر پاکر فوراً شب کی مجلس میں شریک ہوئے اور دوسرے دن دوپہر کے کھانے پر مجھے مدعو کیا۔ سہارنپور سے امرتسر لاہور ہوتا ہوا کراچی پہونچا صرف ۱۴ دن اس کل آمدورفت میں صرف ہوئے۔ عشرہ محرم میں اس سال پشاور سے دعوت آئی تھی۔ میں نے منظور کی۔ کالج کی تعطیل کے زمانہ میں عشرہ محرم اس سال واقع ہوا تھا لہذا کوئی دقت نہ تھی۔ پشاور سے شفیقی سید گوہر علی صاحب رامپوری بہ اصرار تمام مردان لے گئے۔ وہاں ایک جلسہ عام میں تقریر ہوئی۔ مجمع کافی تھا۔ تقریر کامیاب رہی اہلسنت نے بہت پسند کی چند مشائخ آئے تھے رضوی صاحب کے پاس قیام کیا تھا۔ بے حد خلیق اور متواضع ہیں۔ پیر محترمی پیر سید حسن جان شاہ صاحب نے ایک وقت چاء پر مدعو کیا۔ موصوف نے پاراچنار کے جلسے میں شرکت کی دعوت دی۔ مردان سے ایبٹ آباد گیا۔

ایک شب عزیزی میاں محمد یعقوب صاحب مالک جعفری ٹریم ورکس کے پاس قیام کیا۔ موصوف کے تمام گھر والے میرے ساتھ حد درجہ کی محبت رکھتے ہیں۔ خدا سب کو خوش رکھے۔ شب یہاں ایک مجلس ہوئی۔ مستری علی محمد صاحب اطلاع پانے کے باوجود نہیں آئے۔ دوسری صبح کو سید کرم حسین شاہ صاحب سابق سکریٹری انجمن اصغریہ نے چائے پر مدعو کیا۔ موصوف کو میرے ساتھ بے حد محبت ہے اور ان کے سارے گھر والے میرے ساتھ مانوس ہیں۔ ایبٹ آباد سے راولپنڈی آیا یہاں سید منظور علی شاہ صاحب کاظمی کے پاس قیام کیا۔ موصوف کو میرے ساتھ بے حد محبت اور خلوص ہے اور جب کبھی اس سمت آنا ہوتا ہے ایک وقت کم از کم ان کے پاس ضرور ٹھہرتا ہوں۔ راولپنڈی سے کراچی آیا۔ اس مرتبہ عشرہ اربعین میں پھر نواب شاہ جانا پڑا۔ مجالس بفضلہ تعالیٰ بہت اچھی ہوئیں۔ اس مرتبہ اہل سنت حضرات نے بھی کافی تعداد میں شرکت کی۔ ماہ ربیع الاول میں آرام باغ میں انجمن حزب الایمان کے جلسہ سیرۃ پاک میں تقریر کی۔

۱۹۵۸ء میں کالج کی مصروفیت کی وجہ سے باہر جانے کا موقع کم ملا۔ نومبر ۱۹۵۸ء میں کالج کی ملازمت سے سبکدوشی حاصل ہوئی لیکن نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے کسی جگہ نہ جا سکا۔ کراچی سنٹرل گورنمنٹ کالج سے رخصت ہوتے وقت کالج کی طرف سے ۱۷ نومبر ۱۹۵۸ء کو مجھے ایک جیول کی کلائی

کی گھڑی دی گئی۔ ۷ر نومبر کو دوپہر کے کھانے پر کالج کے اسٹاف کے ممبران کی طرف سے مجھے الوداعی دعوت تیار دی گئی اور ۹ر نومبر کو یونین کی طرف سے ایک شاندار عصرانہ ترتیب دیا گیا جو مجھے اب تک یاد ہے۔ میرے رخصت ہونے کے وقت طالبات نے مجھے گھیر لیا تھا اور ہر ایک میرے جانے پر اظہار تاغم کرتا تھا اور مجھ سے خواہش کی گئی کہ میں کالج میں پھر بھی آنا ہو۔ بیگم رشید احمد صاحبہ پرنسپل کالج نے میرے علیحدہ ہونے کے بعد تین مرتبہ مجھے کالج میں دوبارہ کام کرنے کا موقعہ دیا۔ پہلی مرتبہ ایف اے کی دینیات کی تکمیل کے لئے دو ماہ کے واسطے۔ پھر بی۔اے کی تکمیل کے لئے دو ماہ کے واسطے پھر ایف اے اور بی اے کی عربی کی تعلیم کے واسطے ۲ ماہ کے واسطے یاد فرمایا۔ میں اپنی مہربان پرنسپل صاحبہ کا بے حد ممنون ہوں اور ان کے حق میں برابر دعائے خیر و برکت کرتا ہوں۔ وائس پرنسپل صاحبہ ڈاکٹر مسز قریشی کو میرے ساتھ غیر معمولی ہمدردی تھی۔ اور میں نے موصوفہ کے فرزند کو ایف ایس سی کلاس کے لئے دینیات مذہب اہل سنت کی تعلیم دی۔ اور خدا کا شکر ہے کہ میرے شاگرد نے اس مضمون میں فرسٹ کلاس کے نمبر پائے۔ کالج کے اسٹاف کے تمام ممبران۔ دفتر کے تمام ملازمان اور درجہ چہارم کے تمام ملازمان بلا کسی استثناد کے میرے ساتھ مانوس تھے اور میں سب کا شکر گزار ہوں۔ یونین کی طرف سے مجھے متعدد تحفے پیش کئے گئے۔

اور جو ایڈریس دیا گیا وہ درج ذیل ہے

Farewell address given to Mr. L. A. Haidari, Lecturer in Islamiat (Shia) by the C. G. College for Women Union on his retirement from service on 7th November 1959.

Reverend Maulana Sahab, Mrs Rashid Ahmad, members of the Staff and friends.

Today we have assembled here to bid farewell to Maulana Sahab, who has been with us for the past 5 years. His long association as a teacher, his inherent qualities, and his vast knowledge has endeared him to us. His leaving us is, therefore, a very sorrowful occasion as the parting of reverend always is. In this world today a serious conflict seems to be going on between religion & the so-called

forces of rationalism & Science. The fact such has been the vehemence of attack & so overwhelming has been the onslaught that religion has almost retreated from the Western society, and is fighting a precarious battle in the East: There is so much confusion that one does not know as to what should be the proper attitude to religion. It was through your Maulana Sb, that we came to appreciate our religion, not only because of our basic faith in it, but your instructions made matters look attractive in reason and full force of rational arguments increased our interest in Islam. You have given us insight into religious problems and what has been more, your personality has been conducive towards our practice of religion. We wish you all happiness, success, prosperity and long life.

عشرہ محرم میں کراچی ہی میں قیام کیا اور اربعین میں بھی اسی سال نواب شاہ نہ جا سکا۔ مجالس عشرہ محرم میں دونوں سال مخدومی و محترمی جناب ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب رضوی کی کوٹھی پر ۲ محرم کو مجلس پڑھنے کا موقع ملا

۱۵ جون ۱۹۶۰ء لغایت ۱۵ ستمبر ۱۹۶۰ء ریڈیو پاکستان سے قرآن مجید کے سترہویں پارہ کی تفسیر نشر کی اور خداوند عالم کے فضل و کرم سے حیات انسانیہ کے بنیادی مسئلہ پر اطمینان بخش بیان پیش کیا جس کی ہر طرح سے کلام مجید سے تائید پیش کی اور اس بیان کے بعد جس جگہ جانے کا موقع ملا ہر شخص نے اظہار پسندیدگی کیا۔ اس سال عشرہ محرم کے واسطے کوئٹہ بلایا گیا۔ ینگ مسلم شیعہ ایسوسی ایشن رجسٹرڈ کے سکریٹری صاحب جناب سید محمد علی شاہ صاحب کاظمی تشریف لائے تھے اور میرے کرمفرماؤں نے اس دینی ادارہ کی کافی امداد کی۔ کوئٹہ میں عاشورہ کے دن بڑا شاندار جلوس نکالا جاتا ہے۔ تقریباً ۳۰۔۴۰ ہزار کا مجمع اس سال تھا۔ میں نے حضرت امام عالیمقام کی خدمت میں۔ ایک کراس روڈ پر جلوس کو روک کر تقریر کی۔ چاروں طرف جہاں تک نظر جاتی تھی صرف مختلف مکتبہ خیال کے انسان نظر آتے تھے۔ کوٹھوں پر ہزاروں مرد، عورت اور بچے جمع تھے۔ گرمی بشدت تھی۔ دوران تقریر میں مجھے قلب کا دورہ پڑا اور میں بیہوش ہو کر گرا۔ جلوس کے ہمراہ ڈاکٹر صاحبان نے ضروری امداد چل رہے تھے

تھے۔ جنرل موسیٰ خان صاحب دام عزہ وعلاہ کمانڈر انچیف پاکستان کے
چھوٹے بھائی جلوس کے قائد تھے فوراً موصوف نے ڈاکٹر صاحب کو بلایا
مجھے ایک زبردست انجکشن دیا گیا اور ایک خوراک دوا ہوش میں لانے
والی میرے حلق میں ڈالی گئی۔ فوراً مجھے ہوش آگیا۔ میں تقریر کو ختم کرنا
چاہتا تھا لیکن میجر نذیر احمد خان صاحب دام عزہ نے جو اس سفر میں
بے حد مانوس ہو گئے تھے مجھے روکا اور اپنے مکان پر موٹر میں لٹا کر لے گئے
موصوف کے بنگلہ پر میں نے اس سال ایک زنانہ مجلس میں تقریر کی تھی جو
یادگار ہے۔ میرے ہمراہ کوئٹہ اس سال عشرہ محرم میں میری بڑی ہمشیرہ
مرحومہ کے پوتے مسٹر اسد حیدر ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاڑکانہ بھی
گئے تھے عزیز موصوف اس وقت مغربی افریقہ میں گھانا میں جغرافیہ کے
پروفیسر ہیں وہ بھی میرے ساتھ میجر صاحب کے مکان پر گئے یہاں پہنچکر
تھوڑی دیر میں میرے حواس درست ہو گئے۔ فاقہ شکنی کی اور اپنے قیام
گاہ پر آیا۔ دوسرے دن کراچی کے واسطے روانہ ہوا۔ میجر صاحب نے ایک بکس
تازہ پھلوں کا میرے ساتھ کیا اور خود اسٹیشن پر خدا حافظ کہنے آئے بہت سے
حضرات مع کاظمی صاحب کے گاڑی روانہ ہونے کے وقت تک میرے ساتھ
رہے۔ اس سال بھی جیل کمپاؤنڈ کی عید میلاد النبیؐ کا جلسہ یادگار رہا۔ دوران
سال میں کسی جگہ نہ جا سکا۔ صحت خراب تھی۔ نگاہ بہت کمزور ہو گئی تھی۔

آفاق حیدر حامد کے بچے
عارف حیدر اور انجم آفاق ملیحہ معہ اپنی ایک ساتھی لڑکی کے
(ص - ۴۳۱)

ایک لایق باپ کے لایق فرزند جناب
سید محمد حامد صاحب رضوی ٹکسٹائل ملز
انجنیر ۔ آدم جی کاٹن ملز فرزند مسیحائے
دوراں عالی جناب ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب
رضوی دام عزہ (ص ۔ ۳۶۵) ۵۶

عالیجناب مسیحائے زماں ڈاکٹر سید محمد حسن
صاحب رضوی ایم بی بی ایس ایل آر سی پی
ایل آر سی ایس (گلاسگو) ڈی او آر سی ایس
(لندن) فرزند دلبند جناب مسیحائے دوراں
ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب رضوی اکبر آبادی
ڈاکٹر رضوی اسوقت اسپنوس آئی ہاسپٹل
کے انچارج اور امراض چشم کے علاج میں
ماہر ہیں۔ حفظ اللہ تعالیٰ

ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب رضوی سابق پولیس سرجن و میڈیکل افسر جیل کراچی کی محبتوں کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ میری نگاہ کی خرابی کا موصوف پر بہت اثر تھا۔ ۶؍فروری سنہ ۶۱ء کو مجھے اسپنسرس آئی ہاسپٹل میں داخلہ کے واسطے خود اپنے موٹر میں لے گئے۔ اس آنکھوں کے اسپتال کے رئیس ڈاکٹر سید محمد حسنا رضوی ایم بی بی ایس ۔ ایف آر سی پی ۔ ایف آر سی ایس (گلاسکو)، ایف آر ایف پی ایس (انگلینڈ) ڈی او ار سی پی ڈی ڈی او آر سی ایس (لندن)، ہیں جو اس وقت پاکستان بھر میں اپنی آپ نظیر ہیں ولایت کی اعلٰے ترین ڈگریاں حاصل کرنے کے بعد گزشتہ چند سال میں جو معرکتہ الآرا آنکھوں کے علاج آپ نے کئے ہیں وہ ملک کے ہر گوشہ سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں۔ یہ ملک کے مایۂ ناز ڈاکٹر میرے محترم دوست ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب رضوی کے فرزند ہیں مجھے اپنے اسپتال میں موصوف نے ایک علیحدہ کمرہ دیا۔ دو ہفتہ کے قریب اس اسپتال میں میں رہا۔ آپریشن کے دسویں دن ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب مجھے اپنے موٹر میں بٹھا کر میرے مکان پہونچا آئے۔ آپریشن بے حد کامیاب ہوا اور اب خدا کے فضل و کرم سے میں بہ آسانی لکھ پڑھ سکتا ہوں اور راستہ چلنے میں بھی کوئی دقت نہیں ہے۔ اس اسپتال کے ہاؤس سرجن ڈاکٹر جاوید احمد خاں صاحب ہیں جن کی محبت اور مہربانی دوگنی ہو گئی جبکہ ان کو معلوم ہوا کہ اُن کی بیگم صاحبہ میری شاگرد ہیں اور اُن کی سالی بھی میری شاگرد ہیں۔ آنکھوں کے اسپتال سے واپس آ کر مجھے برابر بستر پر لیٹا رہنا

یکم اپریل سنہ ۱۹۶۱ء کو میجر سید مبارک علی شاہ صاحب صدر انجمن تحفظ حقوقِ شیعہ لاہور کا تار آیا۔ "آپ کی تشریف آوری کی سخت ضرورت ہے وقت آمد سے بذریعہ تار مطلع فرمایئے۔" میں نے فوراً جواب دے دیا کہ زادِ راہ بھیج دیجئے اگر میری حاضری اشد ضروری ہے تو میں ضرور حاضر ہوں گا۔ دوسرے دن ایک صاحب ٹکٹ سیکنڈ کلاس کا لے کر آئے اور فرمانے لگے آج ہی سب لوگ جا رہے ہیں آپ بھی تشریف لے چلیں ہم نے آپ کے واسطے برتھ ریزرو کرالی ہے۔ میری عینک ابھی تیار نہ ہو سکی تھی میں نے کہا بغیر عینک کے میں سفر نہ کر سکوں گا۔ ان لوگوں نے ذمہ داری لی کہ کل آپ کو عینک ضرور پہونچ جائے گی۔ میں فوراً ڈاکٹر سید محمد حسن صاحب رضوی بالقابہ کے پاس اسپنسرس آئی ہاسپٹل گیا موصوف نے پھر آنکھ کا معائنہ کیا اور عینک بنانے والے کو ٹیلیفون پر آرڈر دیا کہ فوراً ۷ بجے شام تک عینک تیار کر کے بھیج دیا مولانا سید ابن حسن صاحب جارچوی ایم اے فاضل علوم مشرقی ہوائی جہاز سے جانے والے تھے وہ دوسرے دن صبح کو میری دونوں عینکیں لے کر لاہور پہنچے اور اب میں بآسانی راہ چل سکتا تھا اور پڑھ لکھ سکتا تھا۔ پہلے دن سید مبارک علی شاہ صاحب کے یہاں شام کا کھانا تھا۔ کھانے کے بعد مجھے سید محمد علی صاحب زیدی ایڈوکیٹ رحیم یار خان والے کے بنگلہ پر ٹمپل روڈ پہونچا گئے زیدی صاحب کے اخلاق اور پرخلوص محبت کا عمر بھر ممنون رہوں گا۔ باوجودِ کمالِ

مصروفیت میرے ساتھ اپنا کافی وقت صرف کیا۔ جھنگ میں سید کاظم حسین صاحب نے ایک مجلس کا وعدہ لیا تھا۔ یہ ہمارے میزبان سید محمد علی صاحب زیدی کے خسر ہیں۔ جھنگ جاتے ہوئے میں چند گھنٹے چنیوٹ ٹھہرا۔ یہاں سید ذیشان حسین صاحب مرحوم ایڈوکیٹ کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ جھنگ میں اتوار کے دن مجلس کی بنا کی گئی۔ زیدی صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ مع بچوں کے مجلس میں شرکت کے واسطے پہونچے۔ مجلس کے بعد دس بجے رات کے کھانے سے فارغ ہو کر موٹر میں لاہور آئے۔ تھوڑی دیر آرام کیا۔ صبح کو نواب سید سکندر مرزا صاحب نواد شرفہ سے ملاقات کی۔ پھر سید ظفر عباس صاحب کے یہاں گیا۔ عزیزی سید نفیس عباس صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے یہاں دوپہر کا کھانا کھایا۔ لاہور سے منٹگمری آیا۔ یہاں سید سرفراز حسین صاحب تحصیلدار کے یہاں قیام کیا۔ سید صاحب سید کاظم حسین صاحب کے خسر ہیں اور بے حد با اخلاق بزرگ ہیں۔ شب کو ایک جلسہ وعظ کی بنا ہوئی۔ جس میں شیعہ سنی مقلد اور غیر مقلد سب لوگ جمع تھے۔ ایک مسجد میں قرأت ہو رہی تھی اور اندیشہ تھا کہ کہیں تصادم نہ ہو لیکن ہمارا بیان شروع ہوتے ہی اس مسجد کے امام مع اپنے شاگردوں کے آئے اور آخر وقت تک شریک رہے۔ اور یہ کہہ کر گئے کہ ہم نے ایسی تقریر آج تک نہیں سنی۔ ہم کو اندیشہ تھا کہ آپ کچھ اختلافی مسئلہ پیش کریں گے لیکن آپ نے رواداری کی حد کر دی۔ خدا کرے

آپ پھوپھی یہاں آئیں۔ تحصیلدار صاحب نے خواہش کی کہ میں اُن کو اپنے
حالات زندگی میں سے کچھ نمونہ لکھ کر بھیجدوں اور وہ اطراف کے تمام لوگوں
کو کسی بڑے جلسے میں شرکت کی دعوت دیں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ میں نے مختصر
لکھ کر بھیجدیا تھا۔ منٹگمری سے میں گجرانوالہ گیا۔ سید سرفراز حسین صاحب نے
ریل کا ٹکٹ غلطی سے اپنی جیب میں رکھ لیا اور پلیٹ فارم کا ٹکٹ مجھے دے
دیا۔ لاہور کے بعد جب ٹکٹ چیکر آیا تو مجھ سے ۱۷/- سے کچھ زیادہ طلب کیا
خدا خدا کر کے گجرانوالہ پہونچا۔ عزیزی محمد مختار سلمہٗ انسپکٹر آب کاری کے دفتر
گیا معلوم ہوا وہ حافظ آباد جا چکے ہیں۔ حافظ آباد گیا اور ایک مجلس کی بنا
ڈالی گئی مجلس بہرحال اچھی ہو گئی وہاں سے لاہور ہوتا ہوا کراچی واپس آیا۔

حافظ آباد میں عزیزی صاحبزادہ حسین علی خاں صاحب ابن نواب احسان علی
خاں صاحب نے بڑی پُرتکلف دعوت کی موصوف کو میرے ساتھ بے حد محبت
تھی اور کراچی پہونچ کر چند دن کے بعد معلوم ہوا کہ ریڈیو کو کھول رہے تھے
بجلی نے ان کو پکڑ لیا اور وہ جنت آرام ہو گئے۔ خدا جانتا ہے اس خبر کو
سن کر میرا دل پکڑ کر بیٹھ گیا۔ معلوم نہیں اُن کے ضعیف والدین پر کیا گزری
ہو گی۔ خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ موصوف کی ہمشیرہ
ہمارے پرانے مہربان مرزا عابد حسین صاحب ایم اے کی اہلیہ ہیں اور میں نے
مرزا صاحب کے فوٹو کا بلاک بنوایا ہے جس میں صاحبزادہ حسین علی خاں صاحب

مرحوم آج سے تقریباً ۳۰ سال قبل اپنے برادر مرزا صاحب کے پہلو میں کھڑے ہیں۔ کراچی کے قیام کے زمانہ میں تبلیغی تقریروں کے علاوہ بعض مخصوص حضرات کو قرآن مجید کی تعلیم۔ دینیات کی تعلیم اور اُردو ادب کی تعلیم بھی دینے کا موقعہ ملا اور بعض مشاہیر کے یہاں صاحبزادیوں اور صاحبزادوں کے عقد پڑھنے کا بھی موقعہ ملا۔ جن میں پرنس عباس مرزا صاحب دام عزہ وعلاہٗ آغا مرزا احمد شیرازی۔ ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب رضوی دام عزہ وعلاہ۔ جناب سید ہاشم رضا صاحب ایڈمنسٹریٹر کراچی و چیف سٹلمنٹ آفیسر۔ سید آل رضا صاحب ایڈوکیٹ اور اکثر دوسرے معزز و محترم حضرات ہیں جن کے نام بخوف طوالت درج نہیں کئے جاتے ہیں۔

ستمبر ۱۹۶۱ء میں کراچی گرلس کالج میں شعبہ دینیات کا لکچرار عارضی مقرر کیا گیا اور یکم مارچ ۱۹۶۲ء سے ایف اے فائنل اور بی اے فائنل کی فارسی پڑھانے کا کام بھی کچھ عرصہ کے واسطے میرے سپرد کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میری زندگی کے یہ آخری ایام نہایت عزت و آرام کے ساتھ بسر ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایمان پر خاتمہ فرمائے اور مرتے دم تک کسی کا محتاج نہ کرے اور دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعض اہم باتیں درج ہونے سے رہ گئی تھیں جو بطور ضمیمہ اس جگہ درج کی جا رہی ہیں۔

(ضمیمہ)

سنہ ۱۹۴۶ء میں عشرہ محرم کے واسطے بھاؤ نگر بذریعہ تار بلایا گیا۔ میں نے دعوت منظور کی۔ میرے جانے کے فوراً بعد محترمی آقائے آقا مرزا احمد صاحب اصفہانی دام عزہ وعلاوہ کا ایک تار کلکتہ سے میری طلبی میں آیا۔ موصوف نے میرے واسطے مجالس عشرہ محرم کا بندوبست فرمایا تھا۔ جب مجھے اس تار کی اطلاع ہوئی تو صدمہ ہوا۔ مولانا مرزا احمد علی صاحب قبلہ اس سال بھاؤ نگر میں عشرہ محرم کے واسطے ایک دوسری انجمن میں تشریف لائے تھے۔ مجالس اچھی ہوئیں لیکن اکثریت سامعین کی بالکل نافہم تھی۔

عشرہ محرم کے بعد رائے بریلی نومبر ۱۹۴۶ء میں گیا۔ شفیقی ڈاکٹر سید محمود الحسن صاحب زیدی اعلے اللہ مقامہ (تہانہ بھون والے) وہاں اپنے فرزند سید مظاہر حسین صاحب زیدی کے پاس مقیم تھے۔ میرے پہونچنے پر ایک مجلس کی بنا ہوئی۔ جس میں ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہ تعلیم یافتہ طبقہ کے افراد نے شرکت کی۔ مجلس خداوند عالم کے فضل و کرم سے بے حد مقبول ہوئی۔ عزیزی سید مظاہر حسین صاحب وکیل نے ایک خط مجھے بھیجا جس کی نقل درج ذیل ہے:۔ جناب محترم مولانا السلام علیکم۔ جناب کی تقریر کا جو اثر غیر مسلمین پر ہوا ہے اس کا ان سے بہتر الفاظ میں اور کیا اظہار کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے

محترم پنڈت جگدیش شنکر پاٹھک ایم اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ خود بڑے فلاسفر اور علم دوست اور ذوق لطیف کے مالک ہیں۔ وہ ڈرتے ڈرتے میرے ذریعہ صہ ر بطور نذر عقیدت آپ کی خدمت میں بھیج رہے ہیں کہ مناسب کارِ خیر میں صرف کر دیں۔ اگر خود جناب اپنے ثواب دید سے مناسب سمجھے تو قبول فرمائیں۔

نیازمند مظاہر حسین

پنڈت جی کی تحریر اس خط کے ساتھ بھیجی گئی تھی وہ حسب ذیل ہے:-

Raebareilly
10.11.'46

My dear Pirji,

Herewith Rs 5/- my humble tribute to the morning speaker. Please present this cash or kind as you please to him. Would to God there were more Muslim preachers like him. I have come to entertain veneration for him after hearing him this morning. Please convey to him my grateful feelings for the noble sentiments so logically and reasonably arranged by him.

my hat thrice - three times off to him. May God grant him a long life because I believe that it is really good men of religion like him who will save this un-fortunate land of ours from fratricidal strife. [Hindu Muslim quarrels are nothing but that.]

Yours Sincerely
J. S. Pathak.

۱۹۴۶ء میں شفیقی سید محمد رضی صاحب جعفری ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس سی۔ آئی۔ ڈی نے انجمن ادب ساگر کے جلسہ سالانہ میں تقریر کے واسطے مجھے دعوت بھیجی۔ میں جلسہ میں شرکت کے واسطے گیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب ساگر صدر جلسہ تھے۔ موصوف اردو سے کم واقف تھے۔ آپ سر تیج بہادر سپرو کے بھانجے ہیں اور بے حد خوش خلق اور متواضع۔ آپ نے ایک بیرسٹر صاحب سے فرمایا تھا کہ وہ میری تقریر پر موصوف کی جانب سے اظہار خیال فرمادیں۔ تقریر کے دوران میں ڈپٹی کمشنر صاحب نے ایک پرچہ لکھ کر بیرسٹر صاحب کو دیا۔ میں سمجھا اب یہ جانا چاہتے ہیں لہذا میں نے تقریر ختم کرنے کا ارادہ کیا۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے

کھڑے ہو کر فرمایا۔

"میں نے بیبرسٹر صاحب سے کہا تھا کہ میں اُردو اچھی طرح نہیں سمجھتا ہوں آپ میری طرف سے مقرر کا شکریہ ادا کر دیں لیکن آپ کی تقریر اس قدر آسان ہے کہ میں اچھی طرح سمجھ سکتا ہوں اور میں خود ہی اس پر اپنی رائے ظاہر کروں گا آپ اطمینان کے ساتھ تقریر کریں۔"

میں نے تقریر کچھ دیر تک جاری رکھی۔ ختم تقریر کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب نے بیحد مسرت کا اظہار کیا۔ اس زمانہ میں طلبا نے کالج میں ہڑتال کر رکھی تھی۔ ڈپٹی کمشنر صاحب نے سپرنٹنڈنٹ پولیس سے فرمایا کہ مولانا صاحب کو دو دن کے واسطے روک لیجئے یہ ہڑتال کو ملتوی کرا سکتے ہیں چنانچہ ایس پی صاحب نے مجھ سے خواہش کی کہ میں کالج کے طلبا کے واسطے تقریر کر دوں اور دو دن اور قیام کروں۔ میں نے منظور کیا۔ اللہ تعالٰے کے فضل وکرم سے ہڑتال ملتوی ہو گئی اور شہر میں کامل امن ہو گیا۔ مسٹر جے۔ کے اٹل۔ ای۔ سی۔ ایس ڈپٹی کمشنر نے ایک تحریر مجھے بھیجی جو درج ذیل ہے :-

"I had the privilege of presiding over the Literary Society's meeting arranged in honour of my distinguished friend Maulana L. A. Haidari. The lecture delivered

by the Maulana sahib was most illuminating, learned and likely to lead to communal harmony It is men like him who are required to bring about friendly relation between the two great communities I wish him the very best of luck in the noble missionary work which he is doing

Sd/-
J. K. Atal
I.C.S.
Deputy Commissioner
Saugor.
(C. P.)

ڈپٹی کمشنر صاحب نے اپنے والد دیوان بہادر امرناتھ اٹل وزیر اعظم جے پور کو ایک خط لکھا تھا جس کی نقل درج ذیل ہے۔ میں نے موصوف سے خواہش ظاہر کی تھی کہ جے پور میں وہ اپنے والد صاحب سے میری معرفی فرما دیں۔

تاکہ مجھے تبلیغی تقریر کرنے میں سہولت ہو:۔

Dewan Br. A. N. Atal.

Prime Minister - Jaipur.

This is to introduce to you Moulana L. A. Haidari. He is one of the most cultured gentlemen I have come across. I had the pleasure of listening to one of his lectures & I can safely say that it was most illuminating. I should be glad for any help you can render him during his lecture tour to Jaipur

sd/
J. K. Atal (I.C.S.)
29.7.46
D. C. Saugor.

ساگر سے جبلپور گیا۔ اور ۲ر اگست ۱۹۴۶ء کو سٹی کالج میں ایک تقریر کی

پرنسپل صاحب کی تحریر قابل ملاحظہ ہے:۔

"Moulana L. A. Hamdari addressed the students of Hitkarni City College Jubbulpore on 3rd Aug '46 under the auspices of the Urdu Literary Society of the College on "The Ideal Man". His discourse was very well rea-soned and fairly catholic in spirit As a Muslim he looked upon Prophet Mohammad as ideal man. But he made references to the great World Teachers of all religions His manner of represent-ation is very vivid and direct and his Hindustani in which he spoke was intelligible to almost all classes of the audience Moulana Sahib is doing very useful work in bringing the different points of view of the several religions as

افتخار الواعظین رئیس المناظرین سید المبلغین الحاج مولانا
مرزا احمد علی صاحب شیر پنجاب دام ظلہ العالی
(ص ۲۷۰)

مولانا تقاء علی حیدری جلسہ سیرۃ نبوی میں جیکب لائن میں
تقریر کر رہے ہیں۔ آپ کے سیدھے جانب
جناب [illegible] عبدالغنی الحطاب تشریف فرما ہیں
([illegible] ۳۸۰)

close as possible

Dated   sd/ D.S. Mulay M.A.
Aug 3, 1946   Principal Hitkarni College
Jubbulpore

آخر ۱۹۴۶ء تک بوجہ ناسازی مزاج کسی جگہ نہ جا سکا۔ فروری ۱۹۴۷ء
میں شفیقی حاجی فدا حسین صاحب نے جو لکڑی کے بڑے تاجر تھے، چھاؤنی میں
تبلیغی مجالس کا اہتمام کیا لکھنؤ والے الحاج سید علی متقی صاحب جو اس چھاؤنی
کے چیف جسٹس تھے ایک اہم مقدمہ کا فیصلہ کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔
موصوف کا قیام سرکاری ڈاک بنگلہ پر تھا لیکن باوجود کمال مصروفیت کے
ہمارے ہر جلسہ میں شرکت فرمائی اور رات کو ۲-۲ بجے تک بیحد پر لطف صحبت
رہی۔ خانصاحب حاجی غلام علی صاحب ایڈوکیٹ کراچی جو اس وقت جھالاوڑ ریاست میں
دیوان کے عہدہ پر فائز تھے تشریف لائے ہوئے تھے۔ موصوف کا ادبی ذوق بیحد
قابل تعریف ہے صدہا اشعار مشاہیر کے برجستہ اور برمحل پڑھ دیتے تھے جس سے
ان کے علمی و ادبی مذاق کا پتہ چلتا تھا۔ مولانا خالد میاں صاحب بھوپال سے
تشریف لائے تھے اور ایک دہلی مولانا جن کا نام میں نے نوٹ نہیں کیا تھا وہ
بھی تشریف فرما تھے حسین ڈے کے جلسہ میں ان جناب نے عزاداری اور گریہ
ماتم علم۔ شربت نذر و نیاز وغیرہ پر نہایت بے تکے پن سے حملے کئے تھے۔

میاں صاحب نے ..... اپنی دو دن کی ہر تقریر بیں مدلل و مبرہن دندان شکن جواب دیا۔ میں نے ان سے تعرض نہ کیا بلکہ اُن کی بے تکی تقریر پر اظہار افسوس کیا اور جناب سید الشہداء علیہ السلام کے کردار اور حضور کا ایثار و قربانی اس طرح بیان کیا کہ غیر مسلم حضرات نے بہت اچھا اثر لیا۔ ٹھاکر دیپ سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر نے شب کے جلسے میں شرکت کی۔ موصوف میری تقریر اس سے قبل بھی ۱۹۴۵ء میں سُن چکے تھے میرے ساتھ بیحد مانوس ہو گئے تھے اور مصر تھے کہ میں ایک وقت ان کے ساتھ کھانا کھاؤں۔ مجھے کھانے کا وقت بالکل نہیں تھا موصوف نے ایک بڑی ٹوکری تازہ پھلوں کی میرے ہمراہ کی اور خدا حافظ کہنے آئے۔ مجھے ایک تحریر بھی بھیجی جو درج ذیل ہے:-

Office of the Judicial Officer

Dated Mhow Cantt, C.I. the 17-2-47

Dear Moulana sahab,

Through the courtsey of H. Fida Husain I had the opportunity last night again of hearing you a second time after two years on the great teachings of the

World Famous Martyr of the Holy name of Imam Husain. Your discourse on the subject was so lucid, un-biased and well-explained that it really contributes to the good of every Society. I congratulate you on the successful manner in which the difficult subject was placed before the Majlis. Such discourses undoubtedly add to the good-will and harmony of communities and I am so glad to write this to express my appreciation also.

Yours Sincerely

(Sd) Devi Singh
Distt Magistrate, Mhow Cantt

Moulana
L. A. Haidari Sb.
Mhow, C. I.

خاتمۃ الکتاب

خداوندِ عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ ضعیف و ناتوان، بے سواد اور بے مایہ انسان سے ایسی دینی خدمات لیں حضرات معصومین علیہم السلام کی توجہ خاص سے یہ کتاب پایۂ تکمیل کو پہونچی۔ اس کے مرتب کرنے میں جو دقتیں پیش آئی ہیں وہ بیان سے باہر ہیں۔ مجھے اعتراف ہے کہ کتاب میں بہت سے اسقام رہ گئے ہیں جو میری مجبوری اور معذوری کی وجہ سے رہ گئے۔ انگریزی عبارت ٹائپ میں طبع نہ کرا سکا لیکن میں نے ہر ممکن کوشش کی ہے کہ اس سرگزشت میں مبالغہ کو مطلق دخل نہ ہو حقائق پر پردہ نہ ڈالا جائے اور واقعات اور حالات اصلی رنگ میں پیش کئے جائیں۔ ناظرین میری کمزوری پر نظر فرماتے ہوئے کتاب میں جو خامی رہ گئی ہے اس کو نظر انداز فرمائیں۔ امید ہے کہ میرے بعد اس راستہ پر چلنے والوں کے لئے یہ کچھ نہ کچھ مدد دے سکے گی۔ والسلام

[illegible]

خاکسار حیدری